Cate

ایک مشہور تاریخی ناول

مفتوح فاتح

شیخ غلام محمد اینڈ سنز تاجران کتب
مائیسمہ بازار امیرا کدل سرینگر کشمیر

عبدالحلیم شرر

قیمت مجلد تین روپیہ آٹھ آنہ

پہلا باب

مغربی کشمیر

سنہ ۹۱ھ کے آغاز ہی میں بہار کا موسم آگیا ہے۔ اور کشمیر مغرب یعنی کوہستان پیرینیز کی گھاٹیاں مجاہدین عرب کی نظر میں جنت الفردوس کا نمونہ بن گئی ہیں۔ قدرت کی بزم طرب نیرنگیاں دکھا رہی ہے۔ اور جوانانِ چمن نے رنگین بہشتی حلّے پہن لیے ہیں۔ سر بہ فلک پہاڑوں نے اگرچہ اسلامی تہذیب کی سادگی نباہنے کے لیے برف کے سفید براق عمامے سر سے نہیں اتارے مگر موسمی نیرنگیوں کے جوش نے انھیں بھی گردن سے پاؤں تک جنتیوں کا سبز لبادہ اس کو پہنا دیا ہے جس میں خیاطِ بنا کے تو رنگ برنگ پھولوں کے نظر فریب بیل بوٹے ہی ٹانکے ہیں مگر خود ان کی روانیِ طبع نے کمال شوقینی سے اپنے مخمل سبز کے دامنوں میں جا بجا چھوٹی چھوٹی خوب صورتی سے چنگی کا لہریا بنا کے آبشاروں کا لچکا ٹانک لیا ہے جو تبدیلِ اوقات کی مناسبت سے موسمی آفتاب کی کرنوں کی مدد سے کبھی روپہلا ہوتا ہے اور کبھی سنہرا ہو جاتا ہے۔

نغمہ سنج طیور جنھوں نے موسم سرما کی سرد مزاجیوں سے آشفتہ ہو کے مشرق و مغرب یعنی فرانس و ہسپانیہ کے شہروں میں جلاوطنی اختیار کر لی تھی۔ اب بہار کا مژدہ سن کے واپس آگئے ہیں۔ اپنے وطنی معشوقوں یعنی پہاڑوں اور وادیوں کے خوبصورت پھولوں

کے پاس بیٹھ بیٹھ کے کبھی شکوۂ ہجراں کا دفتر کھولتے اور کبھی ذوقِ وصال کا نغمۂ دلکش چھیڑ دیتے ہیں۔

غرض موسم کی حسن آرائیوں نے اس مغربی کشمیر یعنی کوہسار پیرے نیز کے ہر ہر حصہ کو عروس بہار کا پھولوں سے بھرا آغوش بنا دیا ہے۔ اور جس طرف نظر اٹھ جاتی ہے۔ حسینان باغ فطرت کا جلوہ نظر آجاتا ہے۔ خصوصاً وادی اران جس میں سے ہو کے ہر موسم اور ہر زمانے میں لوگ ہسپانیہ سے فرانس میں چلے جا سکتے ہیں، ایسا نزہت بخش عیش کدہ بن گئی ہے کہ اس جنت میں پہونچ کے نکلنے کو جی نہیں چاہتا۔ ہر طرف اپنی بہار پر اترانے والے پہاڑ برف کے شملے باندھے اور پیراہن گل پہنے دولہا بنے کھڑے ہیں اور ان کے درمیان میں قدرت نے گھونگھٹ دے دے کے یکے بعد دیگرے بہت سے مرغزار پیدا کر دیئے ہیں۔ قدرت نے یہاں دو متضاد ندیوں کے سرچشمے ایک دوسرے سے ملا دیئے ہیں۔ ایک طرف دریائے عزونہ کی مشرقی شاخ کا منبع ہے جو انھیں سرسبز گھاٹیوں میں سے شمال کی طرف آتر کے فرانس کے دامن کوہ اور میدانوں سے گذرتی ہوئی شہر طولوس کو چلی گئی ہے۔ اور دوسری طرف دریائے قنبہ کی ایک مشرقی شاخ ہے جو نہر عیبرٌ کہلاتی ہے اور اس کوہستان کے جنوبی پہلو سے کودتی ہوئی ہسپانیہ کے پہاڑی شہر شکنس میں بھی جاتی ہے۔

انھیں دونوں ندیوں کے بیچ ایک بلند تختۂ زمین پر پرانا چھوٹا شہر الباب واقع ہے۔ جسے گلپوش پہاڑوں نے اپنی گود میں لے کے اونچا کر دیا ہے۔ اور اس کے گرداگرد دونوں ندیوں کی حد بس بنا دی ہیں۔ یہ شہر اس قدر بلندی پر اور گرد کے پہاڑوں سے اتنے فاصلے پر واقع ہوا ہے کہ دور دور کا منظر آنکھوں کے سامنے ہو جاتا ہے۔ جنوب کی طرف دو

پہاڑوں کے درمیان اس مغربی کشمیر کا مشہور اونچا قلو کوہ ملادیتہ آٹھ میل کی مسافت سے جھانک رہا ہے۔ دوسری طرف مشرقی گھاٹی کے درمیان میں یہاں کا سب سے اونچا پہاڑ کوہ منقال تقریباً تیس میل کے فاصلے پر سر اُٹھائے کھڑا ہے۔

شہر بشکنش ان اطراف میں سب سے بڑا عربی کیمپ ہے جہاں مملکت فرانس پر حملہ کرنے کے لئے دس بیس ہزار عربی فوج ہر زمانے میں موجود رہا کرتی ہے۔ وہاں سے نہر عیسرہ کے کنارے کنارے ایک سڑک آئی ہے جو کوہستان کی اعلیٰ بلندی پر چڑھتی ہوئی چھ سات میل طے کر کے ایک چھوٹی سی بستی ڈیلیہ میں گزری ہے اور وہاں سے پانچ میل آگے بڑھ کے اس مغربی کوہ قاف کے راجہ اندر کی تخت گاہ یعنی الباب میں آگئی ہے اور اس کے آگے پانچ میل کے فاصلے پر شہر قسطلون میں پہونچتے ہی نہر عزونہ کے ساتھ ساتھ فرانس کے میدانوں میں اتر کے مملکت فرانس کے مشہور طولوس میں جا پہونچی ہے۔

یہ سڑک جاڑے کے موسم میں تو برف باری کی وجہ سے دشوار گذار ہو جاتی ہے مگر آج کل خوب جاری ہے۔ چنانچہ اس وقت جبکہ دو گھڑی دن باقی ہے اور آفتاب کی طلائی کرنیں ہلکی اور نہایت خوشگوار ہو گئی ہیں۔ عربی سواروں کا ایک غول بشکنش سے الباب کی طرف جا رہا ہے۔ جو نہر عیسرہ کے کنارے اس کی روانی کی بہار دیکھتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ نہر عیسرہ کے سامنے سے شور مچاتی۔ غاروں اور گڑھوں میں پھاندتی چٹانوں سے لڑتی سنگلاخ زمین پر سر پٹکتی اور دھوم مچاتی ہوئی شمال سے جنوب کی طرف آ رہی ہے اور یہ سوار اس کے مقابل جنوب سے شمال کی طرف پہاڑ کی بلندی پر چڑھ رہے ہیں۔

ان سب کے سروں پر بڑے بڑے سفید عمامے ہیں جن کے آخری دو ایک پھیر تحت الحنک کی وضع سے گلے اور کلّوں میں لپٹے ہوئے ہیں اور جس طرح اُوپر عماموں کے بیچ

میں سے فولادی خودوں کی نوکیں نکل کے جمک رہی ہیں ویسے ہی چہروں کے نیچے خوبصورت نوکیلی داڑھیاں تحت الحنک میں سے نکل آئی ہیں، سردی اور برف کی مضرت سے بچنے کے لئے یہ سوار پوستین کی قباؤں پر اون کے موٹے موٹے سیاہ فرغل پہنے ہیں۔ جو بھاری زرہوں کو چھپائے ہوئے ہیں۔ پاؤں میں اون کے گرم پائجامے ہیں۔ اور چمڑے کی پیٹیوں سے کمریں کسی ہوئی ہیں۔ ان کے مختلف رنگ کے اندلسی گھوڑے زبردست قوی ہیکل اور گٹھے ہوئے ہاتھ پاؤں کے ہیں جو کوہستانی راستوں میں بڑی بے تکلفی سے چلتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو بہت آسانی اور آہستگی کے ساتھ پہاڑ کی بلندی پر چڑھائے لئے جاتے ہیں۔ موٹے سیاہ دبیز کمبل اُن کی پیٹھوں پر پڑے ہوئے ہیں۔

چند قدم خاموش جا کے سردار نے جو ان سب سواروں میں ممتاز بلند بالا اور کوئی تیس سال کی عمر کا خوش رو اور وجیہ جوان ہے نہر عمرہ کی طرف اشارہ کیا۔ اور ایک قریب والے ساتھی سے کہا: "ابو عامر! ادھر دیکھنا نہر کیسی بہار دکھا رہی ہے۔ شفاف پانی مسطح چٹان پر اس طرح گرتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے پارے کی بہیا آگئی ہے یا مشاطۂ بہار کو دولہا بنا کے اس کی چوٹی پر چاندی کا سہرا باندھ دیا ہے۔ اور دیکھنا وہ بہت سے طیور وہاں بیٹھے کیا کر رہے ہیں؟"

ابو عامر۔ یا سیدی! منتظر ہیں کہ پانی قرار لے تو اس میں اُتر کے نہائیں۔ اور چھوٹی مچھلیوں کا شکار کریں۔"

سردار۔ شکار کریں! بیشک دنیا ایک عام شکار گاہ ہے۔ ساری زندہ مخلوق شکار کرنے کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ ابو الحارث (شیر) اور ابو الابرد (چیتا) مویشیوں کا شکار کرتے ہیں۔ ابو جہنیہ (ریچھ) ہرنوں کا شکار کرتا ہے ابو جعدہ (بھیڑیا) بھیڑ بکریوں

کا شکار کرتا ہے۔ ام الشامنع (بلی) پرندوں کا شکار کرتی ہے۔ ابو المحاج[1] (عقاب) بڑے بڑے طیور کا شکار کرتا ہے۔ ابو الخطاف (چیل) مُرغی کے بچوں کا شکار کرتی ہے ابوالحزاب (اُلّو) چوہیوں کا شکار کرتا ہے ام نافع (مرغی) حشرات الارض کا شکار کرتی ہے۔ اور مسلمانوں کا کام ہے کہ کافروں کا شکار کریں۔ اور دُنیا کو کفر و شرک سے پاک کر دیں تو پھر ابن ابی السمع کو بھی شکار کا کیوں نہ شوق ہو ''

ابو عامر۔ یا سیدی! خانقاہوں کے گوشہ نشین عبادت گزاروں کا متقیانہ مذاق یہ ہے کہ کونے میں بیٹھ کے خدا کو یاد کریں۔ اور خونریزی سے بچیں۔ گو ہمارے بہادر سردار اور قائد عثمان بن ابی لیسوع اللخمی خثعمی اسے پسند نہ کریں ''

عثمان۔ مگر خدا کی قسم یہ نصرانی راہبوں کا مذاق ہے۔ اسلام کے عبادت گزاروں اور دین داروں کا مذاق یہ ہونا چاہیئے کہ عبادت کے وقت عبادت کریں اور عیش کے وقت عیش۔ صلح کے زمانہ میں امن کے طرفدار ہوں اور جہاد کے وقت جنگ کے ''

ابو عامر۔ بجا ہے ''

عثمان۔ میں تو ان زہاد و عباد کو بالکل نہیں پسند کرتا جو نماز روزے کو جہاد پر فضلیت دیتے ہیں۔ میرے عقیدے میں جہاد سب سے بڑی عبادت ہے ''

ابو عامر۔ اِس میں کیا شک ہے ''

عثمان۔ اسی قدر نہیں۔ میں دُنیا میں لُطف اُٹھانے اور ہر جائز لذت و

---

[1] عربی زبان میں یہ سب ان جانوروں کی کنیتیں ہیں اور اگر کبھی ان کا ذکر عزت کے ساتھ کرنا ہوتا ہے تو یہی استعمال کی جاتی ہیں۔

مسرت کے حاصل کرنے کو ثواب کا کام خیال کرتا ہوں۔ اس وادی کی بہار دیکھو اس نہر کی روانی کا خیال کرو۔ اس کے پھولوں کی خوبصورتی پر غور کرو۔ اس کے مرغزاروں اور اس کی روئیدگی کی شادابیوں کی طرف توجہ کرو اور ان آزاد۔ چالاک پھرتیلے اور خوبصورت طیور پر نظر ڈالو کون کہہ سکتا ہے کہ اس بہار سے مسرت حاصل کرنا کوئی بُرا کام ہے؟"

ابو عامر۔ "کوئی نہیں کہہ سکتا ہے"

عثمان۔ "اور میں اسی لئے بشکنش سے الباب کو جاتا ہوں کہ آج کل کی بہار اور فصل گل کی نیرنگیوں سے لُطف اُٹھاؤں۔ الباب میری نظر میں دُنیا کی جنت ہے۔ جہاں خدا نے دنیا کے سارے لُطف اور زندگی کی تمام لذتیں جمع کر دی ہیں۔ دُنیا میں اس سے زیادہ خوبصورت کوئی شہر نہیں ہو سکتا"

ابو عامر۔ "مگر یا سیّدی! یہ موسم جب کوہستان کے راستے کھل گئے ہیں اور گھاٹیوں کی برف گھل گئی ہے بجائے عیش پرستی کے فوج کشی اور جہاد کے لئے زیادہ موزوں ہے"

عثمان۔ "تمہارا یہ کہنا بالکل درست ہے۔ میرا بھی جی یہی چاہتا ہے کہ موسم گل کی ان تمام لذتوں کو چھوڑ کے میدان جہاد میں قدم رکھ دوں۔ بہار کے زمانہ میں اس انسانی شکار میں مجھے زیادہ مزہ آتا ہے۔ تم اب تک دیکھ لیتے کہ میں نے اکوئی طینہ[1] کے علاقہ میں تہلکہ ڈال دیا۔ اور جب ہیثم بن عبد الکلابی نے دربار خلافت

[1] اکوئی طینہ وہی علاقہ ہے جو آجکل گسکونیہ کہلاتا ہے۔ یہ فرانس کے جنوبی و مغربی کونے پر سمندر کے کنارے واقع ہے اور دریائے ادور کی دس بارہ شاخوں نے جنھوں کے اسکی خوب آبیاری کی ہے۔

کا فرمان لا کے اندلس کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی ہے اور مجھے جہاد کے لئے روانہ کیا ہے تو میں بڑے حوصلے اور جوش کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ اور اس کوہستان کے اُس پار جا کے علم جہاد بلند کرنے ہی کو تھا۔ لیکن طلیطلہ تک پہونچنے پایا تھا کہ خبر آئی ہثیم نے ملک پر ظلم کرنا شروع کر دیا۔ ساری رعایا میں برہمی پیدا ہو گئی بڑے بڑے شرفائے عرب اور معزز خاندانی لوگ گرفتار کر لئے گئے اور زیاد بن زائدہ کا ایسا شریف النفس صاحب علم و فضل اور مقبول عام سردار بھی اس کے ظلم سے نہ بچ سکا تو مجھے اپنی باگ روکنی پڑی اور بشکنش میں آ کے خاموش بیٹھ رہا اس لئے کہ جب ملک کے اندر ایسی برہمی پیدا ہو رہی ہے تو باہر جا کے جہاد کرنے میں سیکڑوں طرح کے اندیشے ہیں۔ فرض کیجئے جدید فوج کی ضرورت پڑی تو کیا کیا جائے گا جن لوگوں کو والی ملک پر بھروسہ نہیں وہ اپنے بچوں اور گھر بار اور اپنی جائدادوں کو کس پر چھوڑ کے جہاد پر جائیں گے ؟"

ابو عامر۔ آہ ہثیم نے اس ملک کو تباہ کر دیا۔ واللہ یا مولانا وہ بڑا بے رحم جابر اور ظالم ہے۔ وہ سخت گیر ہی نہیں بلکہ روپیہ کے لالچ سے لوگوں کا گھر بار علانیہ لٹوا لیا کرتا ہے۔"

عثمان۔ الحمد للہ کہ اس کا انتظام ہو گیا۔"

ابو عامر۔ (حیرت سے) کیا وہ معزول ہو گیا؟ (دونوں ہاتھ اُٹھا کے) یاذا الجلال والاکرام تیرا شکر۔ مگر اس کے کچھ حالات تو بیان فرمایئے۔ ہم نے مطلق نہیں سنا۔"

عثمان۔ آج ہی بشکنش میں مجھے اس کا حال معلوم ہوا۔ اور عجیب واقعہ پیش آیا جس سے امیر المومنین ہشام بن عبد الملک کی بیدار مغزی اور رعایا پروری ظاہر

ہوتی ہے۔ ہوا یہ کہ جب یہاں کی شکائتیں ان کے گوش گذار ہوئیں تو انھوں نے بہت ہی مخفی طور پر محمد بن عبد اللہ اشجعی کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ تم ہسپانیہ میں چند روز پوشیدہ رہ کے ہثیم کی حالت اور حکومت کی بخوبی جانچ کرو۔ اور اگر یقینی طور پر ثابت ہو جائے کہ وہ رعایا پر ظلم کرتا ہے تو میرا یہ فرمان (جو اُسے اسی وقت لکھ کے دے دیا گیا تھا) دکھا کے حکومت اس سے چھین لو۔ اُسے سزا دو۔ رعایا میں سے جس جس کو اس کے ہاتھ سے ضرر پہونچا ہو اُس کا معاوضہ کرو۔ اور مناسب شخص کے ہاتھ میں عنانِ حکومت دے کے واپس آؤ۔ محمد بن عبد اللہ یہاں آکے دو مہینے چھپا رہا۔ اندر ہی اندر تحقیقات کر کے ہثیم کو فرمان خلافت دکھایا اور عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ہثیم کو پہلے گدھے پر سوار کرا کے شہر میں گھمایا اور پھر ایک زبردست لشکر کی حراست میں دمشق روانہ کر دیا۔ اس کے بعد اُس نے تمام شہروں میں پکروا دیا کہ جس کسی کو ہثیم کے ہاتھ سے کسی قسم کا ضرر پہونچا ہو حاضر ہو کے اپنا نقصان ثابت کرے اور اس کا معاوضہ لے۔"

ابو عامر۔ امیر المومنین نے بڑی مرحمت اور نوازش کی۔ ایسے فرمان روا کے لئے لوگ دل و جان سے کیوں نہ دعا کریں؟ مگر معلوم نہیں ولایت کا کیا انتظام ہوا؟ کیا محمد بن عبد اللہ اشجعی ہی یہاں کے والی رہیں گے؟"

عثمان۔ واللہ اعلم۔ مگر اُن کا بیان تو یوں ہے کہ یہاں حکومت کرنے کو نہیں۔ بلکہ امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کے لئے آئے ہیں۔ اور چند روز کے اندر یہیں کے کسی قائد کو والی مقرر کرا کے واپس جائیں گے۔"

ابو عامر۔ دیکھیں ہسپانیہ کی قسمت کس کے ہاتھ میں دی جاتی ہے؟ اگر استحقاق

کا خیال کیا جائے تو ولایت کا آپ سے زیادہ کوئی مستحق نہیں ہے۔"

عثمان ۔ میں دو دفعہ اس خدمت کو انجام دے چکا ہوں ۔ اور افریقہ کے والی مجھ ہی کو پسند کرتے ہیں ۔ اگر ہیثم خاص امیر المومنین کا فرمان لے کے نہ آگیا ہوتا تو اس وقت میں والی اسپین ہوتا ۔ مگر افسوس کہ محمد بن عبداللہ اشجعی مجھ سے واقف نہیں ہیں تاہم اگر وہ یہیں کے لوگوں سے کسی کو منتخب کرنا چاہتے ہیں تو یقین ہے کہ ان کی نظر میرے سوا کسی پر نہ پڑے گی۔"

ابو عامر ۔ اور غالباً آپ کا یہاں سرحد پر موجود اور جہاد کے لئے مستعد ہونا انھیں آپ کی طرف اور زیادہ توجہ دلائے گا۔"

عثمان ۔ یہ نہ کہو ۔ یہاں دور پڑے رہنے کی وجہ سے مجھے کسی قدر اندیشہ ہے قرطبہ میں کون ہے جو ابن اشجعی کو میرا خیال دلائے گا ۔ اگرچہ آج کل کی یہ بہار چھوڑ کے جانے کو جی نہیں چاہتا تھا مگر تمہاری رائے ہو تو چند روز کے لئے قرطبہ چلا جاؤں؟"

ابو عامر ۔ اس سے ابن اشجعی کو خیال پیدا ہوگا کہ آپ کو ولایت اندلس کی ہوس ہے ۔ خود آپ کے جانے سے اچھا ہے کہ مجھے اور لیث بن حنظلہ الفہری کو آپ وہاں بھیج دیں ہم لوگ اُن کے سامنے آپ کے صفات اور آپ کی بہادریاں بیان کریں گے آپ کی خوش تدبیریوں کو اُن کے ذہن نشین کریں گے ۔ اور جہاں تک ممکن ہوگا ابن اشجعی کو آپ کا طرفدار بنا دیں گے۔"

عثمان ۔ بیشک یہی مناسب ہے ۔ اور حسن اتفاق سے لیث شہر الباب میں موجود بھی ہیں ۔ میں کل ہی تم دونوں کو روانہ کر دوں گا۔"

ان باتوں نے عثمان ابن ابی نسعہ کو نہر عیرہ کی روانگی ۔۔۔

اور گلپوش پہاڑوں کی نظر فریبی کی طرف سے بالکل غافل کر دیا تھا۔ یکایک نگاہ اُٹھا کے دیکھا تو شام ہونے کو تھی۔ پہاڑوں میں چھپے ہوئے آفتاب کی روشنی پر تیرگی غالب آ رہی تھی۔ طیور بیہر گل اور زمزمہ سنجی کی ہوس پوری کرنے میں آخری جوش دکھا رہے تھے اور شہر الباب کا پھاٹک نظر کے سامنے تھا۔

غرض گھوڑوں کو ایڑ بتا کے یہ لوگ دم بھر میں شہر کے اندر داخل ہو گئے گو تھک وضع کے اس پُرانے عالیشان دو منزلے مکان میں جو حکام و والیان ملک سے ٹھہرنے کے لئے مخصوص تھا جا کے قیام کیا۔ ساری بستی میں امیر عثمان ابن ابی یسعہ کے ورد کا انتظار ہو رہا تھا۔ داخلہ کی خبر فوراً مشہور ہو گئی اور اس عالی شان دار الامارت میں جو معززین استقبال کے لئے موجود تھے ان میں لیث بن حنظلہ الفہری کو دیکھ کے عثمان بن ابی یسعہ بہت خوش ہوا۔ بڑھ کے اس سے مصافحہ کیا اور کہا "تم سے مجھے ایک ضروری کام ہے کھانا میرے ساتھ ہی کھانا اور بے پوچھے نہ جانا" اس کے بعد تمام حاضرین سے مصافحہ کر کے اور سب کی مزاج پُرسی کر کے کچھ مقامی حالات دریافت کر کے انھیں اور سوا ابن عامر کے اپنے تمام ہمراہی سواروں کو بھی رخصت کیا اور اپنے خاص کمرے میں جا کے خود زرہ اُتاری اور ایک عربی مخطط عبا پہن کے دیوان خانے کے بڑے ہال میں آ بیٹھا جہاں خدام نے آتش خانے میں آگ روشن کر رکھی تھی۔ اور ابو عامر اور لیث بن حنظلہ کے سوا کوئی اور شریک صحبت نہ تھا۔

عثمان بن ابی یسعہ کے اشارے سے ابو عامر نے لیث سے محمد بن عبد اللہ اشجعی کے آنے کے واقعات تفصیل سے بیان کر کے کہا "اب وہ کسی والی کا انتخاب کرنا چاہتے ہیں جس کا استحقاق ہمارے عثمان کے سوا کسی کو نہیں۔ مگر ان کے یہاں دور ہونے کی

وجہ سے اندیشہ ہے کہ ابن شجعی کو ان کا خیال نہ آئے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ہم آپ قرطبہ میں چل کے ان سے ملیں اور اُن پر اپنے امیر کے حقوق اور ان کی قابلیت ظاہر کریں۔ اس میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

لیث۔ مناسب ہی نہیں اس کی ضرورت ہے۔ اور میں بڑی خوشی سے چلنے کو موجود ہوں۔"

عثمان۔ تو بس زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ اس وقت کے مشورے کو بالکل راز میں رکھنا چاہیئے۔ اور کل ہی صبح آپ دونوں روانہ ہو جائیں۔"

اس کے بعد دسترخوان بچھا۔ تینوں نے ساتھ بیٹھ کے کھانا کھایا۔ ہاتھ دھوئے اور اپنی اپنی قیام گاہ کو روانہ ہوئے۔ ابو عامر اور لیث بن خطلہ نے رات ہی کو سفر کی تیاریاں کرلیں اور علی الصباح اپنے مضبوط گھوڑوں پر سوار ہو کے کوچ کر دیا۔

دوسرا باب

"اس وقت کی پولیٹیکل حالت"

انیس ہی برس ہوئے کہ عربوں کا پہلا سالار طارق بن زیاد جس کے نام کو جبرالٹر قیامت تک یاد دلاتا رہے گا۔ ساحل اُندلس پر اترا تھا۔ وہ سنہ ۹۱ھ میں حملہ آور ہوا تھا اور اب سنہ ۱۱۰ھ ہیں۔ مگر اتنی ہی مدت میں متلون مزاج دولت بنی اُمیہ دمشق اور غیر مستقل گورنران افریقیہ کے ہاتھ سے اندلس کو چودہ عرب والیوں کی صورت دیکھنا نصیب ہو چکی ہے۔ خلفائے دمشق کو ہسپانیہ عظمیٰ کی عظمت و وسعت کا حال انہیں معلوم تھا جس کی وجہ سے اس کی حکومت کا انتظام والی افریقہ یعنی مراکش الجزائر اور طرابلس الغرب کے حاکم کے سپرد کر دیا گیا تھا اور اسے اختیار تھا کہ جسے چاہے اندلس کا حاکم مقرر کر دے۔

سنہ ۱۰۵ھ میں جب ہشام بن عبد الملک خلیفہ ہوا ہے تو افریقہ کا گورنر بشر بن حنظلہ کلبی تھا۔ اور اندلس کا والی بشر کا ایک عزیز عنبسہ بن سہیم کلبی۔ عنبسہ نے بہت اچھا انتظام کیا۔ اور ایک دورہ کر کے بدنظمی کی شکائتیں رفع کیں۔ اور تھوڑے ہی زمانے میں عدالت گستری کی کچھ ایسی شان دکھا دی کہ مسلمان عیسائی یہودی سب اس سے بیحد خوش تھے۔ اندرونی اصلاحوں کے بعد اس نے کوہسار پیرینیز کی گھاٹیوں سے نکل کے فرانس کے علاقہ پر حملہ کیا۔ دو ایک شہر فتح کیے مگر ایک میدان میں ایسا زخمی ہوا کہ جان بر نہ ہو

سکا۔ شربت شہادت پیتے وقت سپہ سالاری کا علم حضیر بن عبد اللہ فہری کے ہاتھ میں دیا۔ اور خود حوروں کی آغوش میں لیٹ کے جنت کی بہار دیکھنے لگا۔"

مگر والی افریقہ بشر نے حضیر کی ولایت نامنظور کی اور غلبہ کی جگہ اپنے ہی قبیلہ کے ایک رکن یحییٰ بن سلمیٰ کلبی کو والی اسپین مقرر کر دیا۔ یحییٰ ابھی اچھی طرح رعایا کی حالت سمجھنے بھی نہ پایا تھا کہ بشر گورنری افریقہ سے معزول ہو گیا اور کلثوم بن عام نے دار الخلافت دمشق سے آ کے اُس سے گورنری کا جائزہ لے لیا۔ اس انقلاب کی خبر اندلس میں پہنچی تو اگرچہ کسی کو یحییٰ سے کوئی واقعی شکایت نہ تھی مگر بعض لوگوں نے محض اس خیال سے کہ شاید کوئی ایسا شخص والی اندلس مقرر ہو کے آ جائے جو ہم پر مہربان اور ہمارا دوست ہو یحییٰ کی شکایت لکھ بھیجی۔ اور کلثوم نے عثمان بن ابی لیسعہ کو والی اندلس مقرر کر کے روانہ کیا۔ کہ یحییٰ سے جا کے چارج لے لے یوں ہمارا ہیرو جس سے ناظرین پہلے ہی باب میں مل چکے ہیں۔ ۱۰۸ھ میں وارد اسپین ہوا اور ملک کا حکمراں بن کے آیا۔

عثمان ابن ابی لیسعہ نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی انتظامات کی اصلاح کی اور جہاد پر روانہ ہو گیا۔ بعض بے فکروں نے جو اپنے اغراض کے خیال سے روز نیا انقلاب چاہتے تھے۔ کلثوم کو اس کی بھی شکائتیں لکھیں۔ کلثوم نے بے عقلی سے عثمان کو معزول کر کے اس کی جگہ حذیفہ ابن احوص قیسی کو روانہ کیا۔ اور اس کی اطلاع دار الخلافت دمشق میں کر دی۔ حذیفہ میں انتظامی قابلیت نہ تھی۔ اس سے کچھ کرتے دھرتے نہ بنی۔ اور کلثوم کے پاس پھر والی کی شکائتوں کا ایک طومار پہنچ گیا مجبوراً اس نے حذیفہ کو معزول کر کے پھر عثمان ابن ابی لیسعہ کو حاکم اندلس مقرر کر دیا۔ اور خلیفہ ہشام کی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ عثمان کی حکومت اندلس میں مستقل طور پر منظور فرمائی

جائے۔"

ہشام نے اس کو پسند نہ کیا جس کی شکایت ایک بار ہو چکی ہے اسے پھر حاکم مقرر کیا جائے۔ اس لئے خود اپنے یہاں سے ہثیم بن عبد الکلابی کو منتخب کر کے روانہ کیا کہ اندلس میں جا کے ہوشیاری اور خوش اسلوبی سے حکومت کرے کس کی مجال تھی کہ فرمانِ خلافت سے سرتابی کرے۔ کلثوم کا کچھ زور نہ چلا۔ اور ہثیم نے آ کے ابن ابی لیسعہ سے حکومت کا چارج لے لیا۔ یہ ہثیم بڑا ظالم و جابر اور طامع شخص تھا۔ اندلس والے جو آئے دن شکائتیں کر کر کے والیوں کو بدلوایا کرتے تھے اس کے ہاتھ سے انھیں اپنی متلون مزاجی کی خوب سزا ملی۔ اس نے آتے ہی ابن ابی لیسعہ کو تو جہاد کا حکم دے کے سرحد پر بھیج دیا اور ملک میں طرح طرح کے ظلم شروع کر دیئے جسے چاہا لٹوایا جس کو چاہا قتل کر ڈالا۔ اور سارے ملک میں ہائے ہائے پڑ گئی اور وہ چونکہ خاص امیرالمومنین کا مقرر کیا ہوا تھا اس لئے کلثوم سے چارہ جوئی نہ ہو سکتی تھی بعض لوگوں نے عاجز آ کے اُس کے قتل کرنے کی سازش کی جس کا حال کھُل گیا۔ اور ہثیم نے سب سازشیوں کو پکڑ کے قتل کر ڈالا لیکن دربار میں بھی اس کی شکایت میں عرضیوں کا تانتا بندھ گیا تھا۔ پہلے ہشام نے ٹالا۔ مگر جب دیکھا کہ معاملہ ٹالے نہیں ٹلتا تو محمد بن عبد اللہ اشجعی کو اپنا فرمان دے کے حکم دیا کہ تم پوشیدہ طور پر اندلس میں جاؤ۔ وہاں چند روز مخفی رہ کے پتہ لگاؤ کہ اہل اندلس کی یہ عرضیاں کہاں تک سچی ہیں۔ اگر غلط ثابت ہوں تو وہاں کے والی کو مطلع کر کے عرضی گذاروں کو دروغ گوئی کی سزا دو۔ اور اگر سچی نکلیں تو میرا یہی فرمان پیش کر کے حکومت ہسپانیہ کا جائزہ ہثیم سے لے لو اور اسے سخت سزا دو جن جن لوگوں کو ضرر پہونچا ہو اُن کے نقصان کی تلافی کرو۔ اور جس شخص

کو قابل اور نیک نفس پاؤ وہاں کا حاکم والی مقرر کر کے واپس آؤ۔

ابن اشجعی دو مہینے تک بلاد اندلس میں خاموش مارا مارا پھرا۔ قرطبہ میں چند روز ٹھہر کے ہثیم کی حالت کا بخوبی اندازہ کیا اور جب اُسے یقین ہو گیا کہ ہثیم حقیقت میں ظالم ہے اور ملک کو لوٹے کھاتا ہے تو ایک دن جبکہ والی کے دربار میں بہت سے معززین جمع تھے معمولی طور پر اس سے جا کے ملا اور ظاہر کیا کہ میں امیر المومنین کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ ہثیم نے خلیفہ کا نام سُنتے ہی اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اور اپنے برابر مسند پر بٹھا کے خیریت دریافت کرنے لگا۔ دو چار باتیں کر کے ابن اشجعی نے فرمان خلافت نکال کے پیش کیا جسے پڑھتے ہی ہثیم کا چہرہ اتر گیا۔ اسی وقت حکومت کا چارج دے کے مسند سے اُتر گیا۔ اور بجز اُمیدوار ہو اکہ نیا والی اس کے ساتھ رحم دلی و شفقت کا برتاؤ کرے گا۔ مگر ابن اشجعی نے ان تمام الزامات کی فہرست جو ہثیم پر عائد کئے گئے تھے۔ جیب سے نکال کے سُنائی اور جواب طلب کیا۔ ہثیم سے سوا اس کے کہ ندامت سے سر جھکانے کے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ ابن اشجعی نے فریادیوں اور مظلوموں کو طلب کر کے تمام الزامات کو شہادتوں سے ثابت کیا اور حکم دیا کہ ہثیم گدھے پر سوار کر کے قرطبہ کی سڑکوں پر گھمایا جائے۔ اور جب اُسے اس کے ہاتھ کے ستائے ہوؤں کے سامنے خوب ذلیل کر لیا تو اپنی مفصل رپورٹ کے ساتھ ایک زبردست گارد کی حراست میں دمشق کی طرف روانہ کر دیا۔ تاکہ خاص خلیفہ ہشام کے ہاتھ سے اپنے اعمال کی سزا پائے۔

اس کارروائی کے بعد ابن اشجعی نے اشتہار دیدیا کہ ہثیم کے ہاتھ سے جس کسی کو کچھ ضرر پہونچا ہو آ کے اپنے نقصانات کو ظاہر اور ثابت کرے تاکہ جہاں تک ممکن ہو ان

کا معاوضہ دیا جائے۔ اور ظاہر کر دیا کہ میں اندلس میں حکومت کرنے کو نہیں آیا ہوں جس غرض کے لئے آیا تھا وہ حاصل ہو گئی ۔ اب صرف اتنا کام باقی ہے کہ کسی قابل ہوشیار اور منصف مزاج شخص کو تلاش کر کے یہاں کا والی بناؤں اور عنان حکومت اس کے ہاتھ میں دے کے واپس چلا جاؤں۔"

اب یہاں وہ دو ہی کاموں میں مشغول تھا۔ یا تو ہیثم کے ہاتھ کے ستم زدوں کے ساتھ اچھا سلوک کر کے اور ان کے مالی نقصانوں کا معاوضہ کر کے ان کی اشک شوئی کرتا یا اس جستجو میں لگا رہتا کہ اندلس کے قائدوں (سپہ سالاروں) اور فقیہوں۔ (عالموں) میں سب سے زیادہ ممتاز او ر نیک کون شخص ہے۔

ایک دن اسی فکر میں بیٹھا تھا اور قرطبہ کے چند صاحب اثر امرا و علما صحبت میں تھے کہ ناگہاں ابو عامر اور لیث بن خنظلۂ الفہری نے آ کے کہا "السلام علیک یا امیر"

ابن اشجعی نے سلام کا جواب دے کے اُن سے مصافحہ کیا اور پوچھا۔

"آپ کون حضرات ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟" دونوں نے اپنا نام اور نسب بتا کے کہا "ہم دست بوسی کے لئے جبال البرطات[1] سے حاضر ہوئے ہیں"

ابن اشجعی۔ مرحبا! مرحبا! میرا جی چاہتا تھا کہ خود آ کے اُس پُر فضا کوہسار کی

---

[1] کوہستان پیرے نیز کو عرب لوگ جبال البرطات کہتے ہیں۔ اسپین والے اُن دنوں اس پہاڑ کو "پرتاس" کہتے تھے یہ لاطینی کے لفظ "پورت" کا بگاڑ تھا جس کے معنی "دروازے" کے ہیں۔ چونکہ اس میں جا بجا درے ہیں جن میں سے ہو کے راستہ گیا ہے۔ اس لئے قدیم اسپین والوں نے پرتاس دروازوں والا پہاڑ کہنا شروع کیا۔ جو عرب البرطات کہنے لگے

میسر کروں۔ میں نے اپنے وہاں کے برہنہ اور سیاہ پہاڑ دیکھے ہیں جن میں جا کے انسان کو وحشت ہوتی ہے۔ مگر سُنتا ہوں کہ آپ کے ملک کے یہ پہاڑ نہایت ہی سرسبز و شاداب ہیں۔"

لیث۔ میرے نزدیک تو امیر ضرور تشریف لے چلیں۔ آج کل بہار کا موسم ہے اور البرطات کا ہر ہر چپہ دیکھنے کے قابل ہے۔ پہاڑوں کے دامن پھولوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ نہریں قدم قدم پر جاری ہیں۔ سبزی نے بلندی و پستی میں جدھر دیکھئے۔ استبرق کا فرش بچھا رکھا ہے جس میں قدرت الٰہی کے قلم نے رنگ برنگ کے پھولوں سے نقش و نگار بنا رکھے ہیں۔ نسیم کے جھونکے آتے ہیں جو پہاڑ کے قلعوں کی برف سے ٹھنڈک خنکی اور فرحت لے آتے ہیں۔ غرض انسانوں کو ایک ایسی بہار نظر آتی ہے کہ بے اختیار کہنے لگتا ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ اور اسے معلوم ہوتا ہے کہ میں اس عالم فانی میں نہیں بلکہ جنت اعلیٰ میں ہوں۔"

ابن اشجعی۔ میں ضرور چلتا مگر افسوس امیر المومنین نے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی ہے اور دشواری یہ ہے کہ ہشیم کے ہاتھ کے مظلوم برابر آئے جاتے ہیں۔ اس شخص نے یہاں بڑے بڑے مظالم کئے ہیں۔"

ابو عامر۔ آپ کا آنا رحمت ربانی ہوگیا۔ امیر المومنین اگر چند روز اور خبر نہ لیتے تو اس ملک کے تباہ ہونے میں کوئی بات نہیں اٹھ رہی تھی۔"

ابن اشجعی۔ مگر مجھے تحقیق کرنے سے پتہ لگا کہ یہاں کے لوگوں میں بھی یہ سخت عیب ہے کہ ہمیشہ اپنے حاکموں کی شکایت کرتے رہتے ہیں۔ اور اکثر شکائتیں غلط اور بے بنیاد ہوتی ہیں۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ اس مرتبہ ان کی شکایتوں کا دیر میں لحاظ کیا گیا۔"

لیث۔ مناسب یہ ہوگا کہ گمنام شکائیتوں کا لحاظ ہی نہ کیا جایا کرے۔ ہاں جو لوگ اپنا نام لکھ کے شکایت کریں ان کے نام لکھ لئے جایا کریں۔ اور ان کی تحریر کی بنیاد پر تحقیقات کی جایا کرے۔"

ابن اشجعی۔ آئندہ یہی کیا جائے گا۔"

لیث۔ ہثیم سے پیشتر یہاں کے حاکم عثمان بن ابی لیسعہ تھے جنھیں والی افریقہ نے محض بے بنیاد شکایتوں کی بنا پر دو مرتبہ مقرر کر کے ہٹایا اور ہر دفعہ ان کے ہٹانے پر پچھتائے۔"

ابن اشجعی۔ یہ عثمان ابن ابی لیسعہ کون ہیں۔ اور کیسے شخص ہیں۔ میں نے اُن کے حالات مختلف لوگوں سے دریافت کئے مگر اطمینان نہیں ہوا۔ اور خود ان سے ملاقات کی نوبت نہیں آئی۔"

لیث۔ عثمان نہایت ہی لائق بیدار مغز۔ مستعد اور کارگزار شخص ہیں۔ وہ بنی لخم اور لخمیوں میں سے خاص بنی خشعم کی یادگار ہیں ۱۰۸ھ میں کلثوم بن عام نے انھیں مقرر کر کے بھیجا تھا۔ اور کلثوم ہی کے ساتھ وہ دمشق سے ارض مغرب و افریقہ میں آئے تھے۔"

ابن اشجعی۔ لیکن اُن کی شکایت کیوں ہوئی؟"

لیث۔ یہ تو آپ نے خود ہی فرمایا کہ اندلس والے بے وجہ اور بے بنیاد شکائیتوں کے عادی ہو گئے ہیں۔ آپ والی افریقہ سے اور یہاں کے تمام قائدوں اور فقیہوں سے دریافت کر سکتے ہیں کہ ابن ابی لیسعہ کے انتظامات ہاتھ میں لیتے ہی دورہ کیا اور اپنا اطمینان کرتے ہی جبال البرطات میں چلے گئے کہ فرنگستان کے نصارا پر جہاد کریں۔"

ابن اشجعی۔ فی الحال کہاں ہیں؟"

لیث۔ نہر الباب میں جو عین جبال البرطات کے اندر واقع ہے۔"

ابن اشجعی۔ شاید انھیں پہاڑوں کی بہار دیکھنے کا شوق زیادہ ہے۔"

لیث۔ ان کے وہاں ہونے کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ہیثم نے جب اُن سے حکومت کا جائزہ لیا تو غالباً دل میں خیال کیا کہ جب تک ابن ابی نسعہ یہاں موجود رہیں گے مجھے آزادی سے ملک کو لوٹنے کا موقع نہ ملے گا۔ فوراً انھیں حکم دیا کہ فوج لیکے سرحد پر چلے جاؤ اور جہاد کرو۔ ابن ابی نسعہ کا اصلی مذاق فتح مندی کا اور جہاد تھا ہی فوراً جس قدر لشکر جمع ہو سکا ساتھ لے کے جبال البرطات میں چلے گئے ہنوز دشمنوں پر کوچ کرنے پائے تھے کہ مشہور ہوا کہ ہیثم نے ملک کو لوٹنا شروع کر دیا۔ اور رعایا میں پریشانی پیدا ہوئی۔ ایسی بے امنی کے زمانے میں انھیں مناسب نہیں معلوم ہوا کہ جہاد کریں۔ اور اپنے جھنڈے کے نیچے ان سپہگروں کو لیجائیں جنھیں اپنے گھر کی طرف سے اطمینان نہیں تھا۔ اور حاکم ملک کے دشمن ہو رہے تھے۔ یہ دشواری نہ پیدا ہوئی ہوتی تو اب تک فرانس کے ملک میں ہوتے۔ اور علم اسلام اس وقت تک کہیں کا کہیں پہونچ گیا ہوتا۔"

ابن اشجعی۔ یہ تو انھوں نے عقلمندی کی کہ ایسے نازک وقت میں جہاد کو ملتوی رکھا لیکن خود انھوں نے ہیثم کے حالات سے والی افریقہ یا امیر المومنین کو کیوں نہ اطلاع دی۔"

لیث۔ اول تو وہ قرطبہ میں موجود نہ تھے جو اپنے چشم دید حالات لکھتے۔ اور اگر سنی سنائی افواہ لکھ بھی بھیجتے تو سمجھا جاتا کہ انھیں حکومت کا شوق ہے اور چونکہ ان سے ولایت اسپین چھینی گئی ہے اس لئے نئے والی کی شکایت کرتے ہیں۔"

ابن اشجعی۔ خیر ہوگا۔ میرا اب اس قدر کام رہ گیا ہے کہ کسی لائق شخص کو یہاں کا والی وحاکم بنا کے واپس جاؤں اور ہشیم کے ہاتھ کے ستائے ہوؤں کی دادرسی کا کام بھی اسی کے سپرد کر دوں۔"

لیث ۔ تو جناب نے کچھ فیصلہ فرمایا کہ آپ کے تشریف لیجانے کے بعد یہاں کا والی کون ہوگا؟"

ابن اشجعی۔ اسی فکر میں ہوں۔ ابھی میں نے کوئی مستقل رائے نہیں قائم کی ہے اور جو رائے قائم کروں گا بھی تو اسے اُسی وقت ظاہر کروں گا۔ جب عنان حکومت اُس کے ہاتھ میں دوں گا۔ میں ایسا شخص چاہتا ہوں جو صاحب علم ہو۔ پورا سپاہی ہو اور دینی حیثیت سے اوروں پر فضیلت رکھتا ہو۔"

لیث ۔ علم وفضل کی نسبت تو میں نہیں کہہ سکتا لیکن اگر جناب تجربہ کار منصف مزاج ۔ بیدار مغز اور بہادر نبرد آزما ڈھونڈھیں تو عثمان ابن ابی لیسعہ سے بہتر آدمی نہیں مل سکتا۔"

ابن اشجعی ۔ مگر اتنی خرابی ہے کہ ایک بار ان کی شکایت ہوچکی ہے۔ اگر امیرالمومنین پوچھ بیٹھے کہ ایسے شخص کو کیوں مقرر کیا جس کے بارے میں ایک بار شکایت کی آواز بلند ہوچکی تھی تو کیا جواب دیا جائے گا؟"

ابو عامر۔ مگر یہ تو آپ پر آشکارا ہوگیا کہ وہ شکائتیں بے اصل تھیں۔"

ابن اشجعی۔ مانا کہ بے اصل تھیں۔ مگر امیرالمومنین کے دل سے اس بات کو کون نکالے گا کہ جس کسی کی شکایت کسی ملک کے لوگ کر چکے ہوں چاہے وہ شکائتیں بے اصل ہی ہوں! اسی کو والی مقرر کر دینے کے یہ معنی ہیں کہ جن لوگوں نے شکایت میں

زبان کھولی تھی انھیں ان کے دشمن کے ہاتھ میں دے دیا جائے "

لیث ۔ مجھے تو یقین ہے کہ ابن ابی یسعہ کے دل میں ان شکایتوں کا خیال نہ رہا ہوگا"

ابن اشجعی ۔ مگر امیر المومنین کو اس کا یقین کیوں کر دلایا جائے ۔ میرے نزدیک مناسب یہ ہوگا کہ ابن ابی یسعہ چونکہ بہادر ہیں اور جہاد کا بھی شوق رکھتے ہیں اس لئے اندلس کے عام قائد اور امیر الجہاد وہی رہیں ۔ مگر انتظامی معاملات کسی اور کے سپرد کر دیئے جائیں جو علم و فضل اور نیک نفسی و اتقا میں ان سے افضل ہو "

لیث ۔ آپ کو اختیار ہے ۔ مگر اندلس کا استحقاق انھیں کو ہے "

ابو عامر ۔ اور میرے نزدیک تو وہ نہ منتخب کئے گئے تو ان کا دل ٹوٹ جائے گا سلطنت کے ہاتھ سے اپنے بہادر افسروں اور قائدوں کی دلشکنی نہ ہونی چاہیئے "

ابن اشجعی ۔ اگر تم یہ صحیح کہتے ہو تو ابن ابی یسعہ بہت بڑے آدمی ہیں جیسے حکومت کی ہوس اور آرزو ہو وہی سب سے زیادہ غیر مستحق ہوا کرتا ہے ۔ یاد کرو کہ جب عمر ابن الخطاب نے خالد بن ولید کو معزول کر دیا ہے تو ان کی بہ ظاہر کس قدر بے وقعتی اور بے قدری ہوئی تھی؟ اور ان کے حقوق اُن کے خیال میں کس قدر پامال ہوئے ہوں گے؟ مگر انھوں نے کیسے استقلال کیسی بے نفسی اور کیسی خوشی سے امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کی؟ ابن ابی یسعہ کا مرتبہ بہادری یا نیک نفسی کسی بات میں خالد سے نہیں بڑھ سکتا "

محمد بن عبد اللہ اشجعی کی اس تقریر نے ابن ابی یسعہ کے دونوں وکیلوں کی زبان بند ہی کر دی ۔ اور وہ مایوس و ناکام ہو کے اس کی صحبت سے اُٹھ گئے ۔ ان کے چلے نے

کے بعد ابن اشجعی اور لیث نے قاضی زیاد بن زائدۃ الشیبانی کی طرف دیکھ کے جو دیر سے خاموش بیٹھے ابن اشجعی اور لیث و ابو عامر کی گفتگو سن رہے تھے۔ کہا "معلوم ہوتا ہے یہ دونوں خود ابن ابی یسعہ کے بھیجے ہوئے آئے ہیں"

زیاد۔ غالباً آپ کا خیال صحیح ہے"

ابن اشجعی۔ یہ ابن ابی یسعہ کیسا شخص ہے؟"

زیاد۔ وہ کوئی بڑے آدمی نہیں ہیں۔ منتظم ہیں۔ مدبر ہیں۔ بہادر ہیں فیاض اور منصف مزاج ہیں۔ مگر ان تمام خوبیوں کے ساتھ ان کے مزاج میں رنگینی شوقینی اور عیش طلبی ہے۔ اور نہ ہونے کی کیا وجہ؟ عمر ابھی تیس برس سے زیادہ نہ ہوگی۔ پھر اس سن میں انسان مردہ دل بھی ہوگا تو کہاں تک؟"

ابن اشجعی۔ تو ایسے حدیث العہد لوگوں کے ہاتھ میں اتنی بڑی ذمہ داری کا کام کیونکر چھوڑا جا سکتا ہے؟"

زیاد۔ آخر آپ نے اس خدمت کے لئے کسے تجویز کیا ہے؟"

ابن اشجعی۔ اب زیادہ غور و جستجو کی ضرورت نہیں ہے۔ آج رات کو میں تنہائی میں غور اور خدا سے استخارہ کروں گا۔ اور پرسوں جمعہ کو جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ یہاں کے کل اعیان و امرا کے سامنے ظاہر کر دوں گا کہ میں نے کسے والی ہسپانیہ مقرر کیا ہے"

یہ کہہ کر ابن اشجعی حاضرین سے رخصت ہو کے اٹھ گئے۔ اور اسی وقت اعلان کر دیا گیا کہ آئندہ جمعہ کو بعد نماز لوگوں کو معلوم ہوگا کہ کون شخص والی اندلس مقرر ہوا۔ سارے قرطبہ اور قرب و جوار کے تمام گاؤں میں دھوم پڑ گئی اور دوسرے دن

ان تمام شہروں میں کبھی جو یہاں سے تین تین چار چار منزل پر واقع تھے خبر پہونچ گئی اور جس نے سُنا ارادہ کیا کہ اب کی فریضۂ جمعہ خاص قرطبہ کی جامع میں ادا کرے۔

اسی دھوم دھام اور انتظار میں وقت مقرر آگیا۔ جامع مسجد میں اتنی خلقت جمع ہو گئی جتنی کہ کبھی نہیں جمع ہوئی تھی۔ مسجد کے باہر ملک کے عیسائیوں اور یہودیوں کا مجمع تھا جو نئے والی کا نام سننے کے اسی قدر مشتاق تھے جس قدر کہ مسلمان۔ محمد بن عبداللہ نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد ایک غیر معمولی پرجوش اور عبرت خیز خطبہ پڑھا۔ اور خطبہ میں جب خلیفہ وقت ہشام بن عبدالملک کے لئے ترقی و اقبال کی دعا کر چکا تو منبر سے اتر کے صف اوّل میں ایک جگہ لگا یا۔ اسی وقت گشت میں ایک معمر و معزز اور سن رسیدہ و ذی وقار عالم عبدالرحمن بن عبداللہ الکلبی الغافقی کو ہاتھ پکڑ کے اُٹھا لایا۔ اور انھیں منبر پر اپنے برابر کھڑا کر کے کہا "یا معشر المسلمین اس وقت سے آپ کے امیر اور حاکم اور والی ہسپانیہ یہ بزرگ ہیں جن سے زیادہ صاحب علم و فضل دین دار۔ پاک طینت۔ محترم و متبرک اور قابل اطمینان شخص اس سرزمین پر میرے خیال میں کوئی نہیں ہے بحکم امیرالمومنین آپ کا والی اور حاکم مقرر کیا"

یہ کلمات سُنتے ہی مسجد میں ہر طرف سے مرحبا! مرحبا! بارک اللہ! بارک اللہ کا غلغلہ بلند ہوا۔ اور لوگ مارے خوشی کے آپے سے باہر ہوئے جاتے تھے جب نعرہ ہائے مسرت کا شور کم ہوا تو ابن اشجعی نے کہا۔ اب میں اپنے ان محترم دوست کو آپ کے اس ممبر پر کھڑا کر کے اُتر آتا ہوں۔ وہ آئندہ کے لیے ان کو آپ کے اور آپ کو ان کے سُپرد کرتا ہوں۔ میرا کام پورا ہو گیا اور کل ہی یہاں سے روانہ

ہو جاؤں گا۔ لیکن یہ اُمید دل میں لے کے جاؤں گا کہ آپ میرے اس انتخاب سے خوش ہوں گے اور ان کی کارگذاری سے ہسپانیہ امن وامان میں رہ کے اپنے مفتوحات کو روزافزوں ترقی دے گا بس اب آپ سے آپ کے امیر ہی اپنے فصیح و بلیغ الفاظ میں خطاب کریں گے۔"

عبدالرحمٰن بن عبداللہ نہایت ہی نیک نفس اور محتاط و پرہیزگار بزرگوں میں تھے۔ تابعی ہونے کی فضیلت رکھتے تھے۔ اور بڑے بڑے صحابۂ رسول اللہ صلعم کی آنکھیں دیکھے ہوئے تھے۔ ہر شخص ان کے علم کا معترف اور اُن کی خوبیوں کا معتقد تھا۔ اور ان کا ادب کرتا تھا۔ اور اسی وجہ سے جب لوگوں کو اپنی اُمیدوں کے مطابق یہ معلوم ہوا کہ وہ ہمارے والی اور حاکم مقرر ہوئے ہیں تو اُن کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اب انھوں نے ایک نہایت ہی فصیح خطبہ پڑھا اور مسجد کی کارروائی ختم ہو گئی جس کے بعد شہروں اور گاؤں میں لوگ ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے۔ اور عام رعایا کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔

تیسرا باب

عیش میں خلل

شام کا وقت ہے۔ اور ابن ابی یسعہ الحاب کے قصر امارت کے کوٹھے پر بیٹھا گرد کی فضا اور پہاڑوں کی بہار دیکھ رہا ہے۔ قسطلہ[1] اور فرانس کے شہر نربونہ[2] کی کئی خوبصورت لونڈیاں خدمت گذاری کے لئے سامنے دست بستہ کھڑی ہیں عروس بہار کے بناؤ سنگھار دیکھتے ہی دیکھتے ابن ابی یسعہ نے ایک نہایت حسین و پری جمال لونڈی کی طرف دیکھا جسے خلف بن حماس الخزاعی نربونہ کے عرب قلعہ دار نے ہدیتہً اس کے پاس بھیجا تھا اس کے حسن و جمال اور اس کی دلکش اداؤں کا نظارہ کرکے اپنی ایک پرانی قسطلہ کی عربی داں لونڈی ریحانہ سے کہا "اس کا حال پوچھو اور دریافت کرو کہ اس ملک میں کوئی اس سے بڑھ کر حسینہ ہے؟" ریحانہ نے اس کی زبان میں اس سے یہ سوال کیا تو مسکرا کے بولی "ہمارے یہاں سب ہی خوبصورت ہیں مگر حسین سچ پوچھیے تو شاہزادی مینہ ہے جس کے حسن کا سارے

---

[1] قسطلہ جسے انگریزی میں کسٹائل کہتے ہیں اسپین کا وہ صوبہ تھا۔ جو عیسائیوں کے قبضہ میں چھوڑ دیا گیا تھا اور اس کے بعد سے عرب لوگ اس پر حملہ کیا کرتے تھے [2] نربونہ فرانس کا ایک شہر ہے جو کوہستان پیرینیز کے دامن میں ہے۔ عربوں کا اس پر بہت دنوں قبضہ رہا

ملک فرنگ میں شہرہ ہے۔ اور جس کی ایک نگاہ غلط انداز پر وہاں کے باشندے اپنی سلطنتیں قربان کرنے کو آمادہ ہیں۔" ریحانہ نے اس کا ترجمہ ابن ابی یسعہ کو بتایا۔ تو وہ متعجب ہو گیا اور پوچھا کہ "شاہزادی مثینہ کہاں ہے؟" جواب ملا فرانس میں اس کے حسن کی سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ فقط اپنے رخ زیبا اور اپنی چشم نرگسیں کی قوت سے اپنے ملک کو بچاتی اور دشمنوں کو پامال کرتی ہے"

پوچھا گیا "یہ کیسے؟" کہا اس طرح کہ چہرے پر نقاب ڈال کے میدان جنگ میں آتی ہے اور جیسے ہی حریف کا سامنا ہوتا ہے نقاب الٹ کے ایک ایسا جلوہ حسن دکھا دیتی ہے کہ وہ حیران و ششدر ہو کے بے حس و حرکت رہ جاتا ہے یوں اپنے حسن کی شراب سے مدہوش کرتے ہی مثینہ اسے گرا کے مار ڈالتی ہے"

یہ واقعات سن کے ابن ابی یسعہ اور زیادہ متحیر ہوا اور کہا "کاش میں اس شہزادی کو دیکھتا" پھر ریحانہ سے کہا "خیر اب اس وقت جی چاہتا ہے کہ نغمہ دلکش سنوں۔ کوئی چیز گاؤ"

ریحانہ۔ بہار کی چیز گاؤں یا رجز[1] کی؟"

ابن ابی یسعہ۔ کوئی ایسی چیز گاؤ جس میں دونوں باتیں ہوں"

ریحانہ۔ بہت خوب۔ اور یہ دو شعر ایسی سریلی پر نغمہ آواز میں گائے کہ ساری وادی گونج اٹھی۔

وہ ہم آغوش[2] ڈورو ہو رہی ہے بید مجنوں سے
ہے کیسی ہمکنار اس کوہ کی چوٹی وہ گردوں سے

---

[1] رجز ان اشعار کو کہتے ہیں جن کے ذریعہ اہل عرب اپنی بہادری و شجاعت کے دعوی کیا کرتے تھے۔
[2] نوٹ صفحہ ۲۹ پر دیکھئے۔

مگر ہم چاہتے ہیں فتح اپنی آرزو یہ ہے

رہے یہ ہاتھ ہم آغوش تیغ تیز رخوں سے

ریحانہ نے جب "یہ ہاتھ" کے لفظ کو عثمان کے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے بتایا تو فرط مسرت سے وہ بیخود سا ہو گیا۔ مگر ان شعروں کا وہ اچھی طرح مزہ نہیں لے چکا تھا کہ اس کی نظر ایک شخص کی طرف اٹھ گئی جو بشکنش کی جانب سے دوڑتا ہوا آرہا تھا۔ دل میں کہا "معلوم ہوتا ہے یہ شخص کوئی ضروری خبر لایا ہے۔ کیا میں والی اندلس مقرر ہو گیا؟ یا ادھر کسی دشمن نے سر اٹھایا؟" اپنے غلام طلح کو آواز دی اور جیسے ہی وہ سامنے آیا (اس نووارد شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا) "اس شخص کو فوراً میرے سامنے لا کے حاضر کرو"، طلح بجا آوری حکم کے لئے واپس گیا اور تھوڑی ہی دیر میں اس شخص کو لا کے حاضر کر دیا جس کی سانس اپیٹ میں نہ سماتی تھی۔ اور اس قابل نہ تھا کہ کچھ کہے یا بات کا جواب دے۔ چند منٹ میں جب وہ بات کرنے کے قابل ہوا تو بولا "مجھے بشکنش کے قائد نے بھیجا ہے۔"

عثمان ابن ابی یسعہ۔ کس نے بھیجا ہے؟"

شخص۔ انھیں کسی آنے والے شخص سے معلوم ہوا کہ عبد الرحمٰن بن عبداللہ الکلبی الغافقی والی اندلس مقرر ہوئے۔"

عثمان۔ (حیرت سے) "عبد الرحمٰن کلبی! وہ نیک ہیں۔ پابند دین ہیں عالم ہیں فاضل ہیں۔ تابعی ہیں۔ حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ سب کچھ کرتے ہیں مگر

بقیہ حاشیہ ۲۸

ڈورو اسپین کی ایک ندی کا نام ہے۔

انھیں حکومت و ولایت سے کیا واسطہ؟ کسی نے جھوٹی خبر اُڑا دی ہوگی۔ اس عہدے کا مستحق مجھ سے زیادہ اور کوئی نہیں ہے۔ (تازہ وارد سے) انھیں یہ خبر کس سے معلوم ہوئی؟"

شخص۔ سرکاری طور پر تو اطلاع نہیں آئی۔ ورنہ میں سرکاری تحریر نہ لیتا آتا۔ قرطبہ سے ایک مسافر آیا ہے اس نے قرطبہ کے کسی گاؤں میں یہ خبر سُنی تھی۔"

عثمان۔ بالکل بے اصل۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ میں تو نہ مانوں گا کہ ابن الشجی کے ایسے ہوشیار اور دانا شخص نے ایسا بیہودہ انتخاب کیا (خود ہی دل میں) لیکن اگر یہ سچ نکلا تو بہت بُرا ہوگا۔ اور میں رعایا کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہونگا مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے میرے دوست ابو عامر اور لیث گئے ہیں انھوں نے کچھ تو کارگذاری کی ہوگی؟" مجھے یقین نہیں آتا کہ ابن الشجی نے ایسا لغو انتخاب کیا ہو خیر جو کچھ ہو دو چار روز میں معلوم ہو جائے گا۔"

گو ابن ابی نسعہ کا دل نہیں چاہتا تھا کہ ایسی خبر کو باور کرے مگر اس کے دل میں اندیشہ سا پیدا ہو گیا۔ بار بار اس خیال کو دل سے نکالتا تھا مگر وہ پھر یاد آجاتا اور متفکر و پریشان کر دیتا تھا۔ اُمید و بیم نے خیال کے صدہا پہلو بدلوائے اور آخر ایک دفعہ ٹھنڈی سانس لے کے کہہ اٹھا" اس ناقدری کے زمانہ میں جو نہ ہو تعجب ہے لیکن اگر میں والی نہ ہو تو میرے لئے دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو ہمیشہ سرحد پر جہاد کرتا رہوں۔ یا منہ چھپا کے اندلس سے چلا جاؤں جس سرزمین پر حاکم تھا وہاں محکوم بن کے رہنا دشوار ہے۔"

ابن ابی لیسعہ کی رنگین طبیعت اس فرحت بخش وادی اور اس جنت ارضی میں سوا بے فکری اور عیش کے سوا کسی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی وہ اکثر پُر فضا وادیوں میں پھرتا۔ نہروں کے کنارے بیٹھ کے اُن کے شفاف پانی سے دل کی کثافت دھوتا پہاڑوں اور آبشاروں میں جا کے چرند و پرند کو اپنے جگر دوز تیروں کا نشانہ بناتا اور جب گھر میں آ کے بیٹھتا تو حسین سے حسین اندلسی کنیزوں کے جھرمٹ میں بیٹھ کے صحبت نشاط گرم کرتا۔ ان کا نغمہ دلکش سُنتا۔ اُن کے ناز و کرشمہ سے دل میں محبت و اُلفت کی گرمی پیدا کرتا۔ مگر جب سے یہ اُڑتی سی خبر سُنی ہے عیش بے مزہ ہو گیا اور ان تمام دلچسپیوں کا لطف جاتا رہا۔

اندلس کی طرف سے جتنے مسافر آتے ہیں جن میں اکثر مسیحی پادری ہوتے ہیں۔ سب سے دریافت کرتا ہے کہ اندلس میں کون والی مقرر ہوا۔ مگر کسی سے اطمینان کے قابل جواب نہیں ملتا۔ اسی پریشانی اور الجھن میں اُسے پورا ایک ہفتہ گذر گیا اور اب انتظار کی بے صبری اعتدال سے گذرنے لگی ہے۔ بار بار کہتا ہے "ابو عامر اور لیث بھی وہاں جا کے بیٹھ رہے۔ آتے تو اب تک آ چکے ہوتے۔ کیا وہ نئے والی کا دم بھرنے لگے۔ اور میرا ساتھ چھوڑ دیا؟ لیکن ایسا نہیں ہو سکتا۔ عربوں میں اور چاہے جتنے عیب ہوں بے وفائی نہیں ہے" اپنے کمرے میں خاموش بیٹھا تھا اور یہ فکریں پریشان کر رہی تھیں کہ یکایک طلیح نے آ کے عرض کیا یا سیدی! ابو عامر اور لیث بن حنظلہ الفہری ابھی ابھی آئے ہیں۔ اور اسباب اُتارنے کے لئے اپنی اپنی قیام گاہ کو گئے ہیں۔"

عثمان۔ آ گئے! تو فوراً بلاؤ جا کے کہو کہ اسباب پیچھے اُتار کے رکھ لیں

مجھ سے آکے مل جائیں ۔ اپنے ساتھ ہی لے کے آنا" طلح" بہت خوب کہہ کر چلا گیا اور اب ابن ابی یسعہ کے دل میں پریشان خیالات کا طوفان عظیم برپا تھا اُمید و یاس کی لڑائی میں خاتمے کا فیصلہ کن معرکہ ہو رہا تھا اتنے میں لیث نے آکے کہا "السلام علیک یا امیر!"

عثمان ۔ (خوشی کے جوش سے ہیجان پیدا ہو جانے کے باعث اپنی جگہ سے اُچھل کے) مرحبا! مرحبا! میں ہی امیر اندلس ہوں نا؟"

لیث ۔ آپ ہمارے امیر اور آقا ہیں"

اس جواب نے جوش کے شعلوں پر پانی ڈال دیا۔ اور یاس کے لہجہ میں پوچھا کیا میں سارے ہسپانیہ کا امیر نہیں ہوں"

لیث ۔ ہونا تو آپ ہی کو چاہیئے تھا مگر افسوس ابن غنجی نے انتخاب میں غلطی کی"

عثمان ۔ اگر مجھے نہیں منتخب کیا تو بے شک غلطی کی"

لیث ۔ اصل یہ ہے کہ وہ زاہد خشک ہیں اور اپنے مذاق کے متقی و پرہیزگاروں کے سوا کسی اور کو پسند نہیں کرتے"

عثمان ۔ میرے بارے میں تم سے اُن سے کچھ گفتگو بھی ہوئی تھی؟"

لیث ۔ میں اور ابو عامر ایک ساتھ ملے تھے اور دیر تک گفتگو رہی۔ آپ کے حسن کارگذاری کو یہاں تک زور دے کے بیان کیا اور آپ کی اس قدر مدح سرائی کی کہ وہ قائل ہو گئے اور جواب نہ بن پڑتا تھا۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ اُن کا رجحان ایسے ہی شخص کی طرف تھا جو رات دن روزے نماز میں مصروف رہے

عالم و فاضل ہو۔ محدث و فقیہ ہو۔ اور مفتی شرع ہو۔ میں نے بھی کہہ دیا کہ حکمرانی اور چیز ہے اور زہد و تقویٰ اور چیز۔ آپ کے حقوق ظاہر کیے آپ کی بہادری اور آپ کا شوق جہاد اُن کے دل پر نقش کیا مگر نہ ماننے پر بھی وہ قائل ہو گئے تھے اور ہمیں اُمید ہو گئی تھی کہ آپ کے سوا کسی کو منتخب نہ کر سکیں گے لیکن تیسرے روز جمعہ کے دن بعد نماز کے جب انتخاب والی کا وقت آیا تو انھوں نے ہماری وہ اُمید خاک میں ملا دی۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ الکلبی الغافقی کا ہاتھ پکڑ کے ممبر پر کھڑا کر دیا اور اعلان کر دیا کہ میں نے ان کو والی اندلس مقرر کیا۔ اسوقت ہمارا کیا زور چل سکتا تھا۔ ہاتھ مل کے رہ گئے۔

اب عثمان بن ابی یسعہ نے خاموش ہو کے کمال نا اُمیدی و یاس سے سر جھکا لیا تھا کہ ابو عامر نے آ کے کہا السلام علیک یا سیدی و مولائی" عثمان اس قدر دلگیر تھا کہ بغیر سلام کا جواب دیئے سر اُٹھا کر بولا "افسوس! تمھارا جانا بالکل بے سود ہوا۔"

ابو عامر۔ ہم بہت ہی نادم ہیں۔ سمجھانے اور قائل کرنے میں کوئی بات نہ اٹھا رکھی تھی مگر افسوس معاملہ اپنے بس کا نہ تھا۔"

عثمان۔ عبدالرحمٰن کی ولایت کو اہل قرطبہ نے کس نظر سے دیکھا؟"

لیث۔ معاملہ فہم اور سنجیدہ لوگ تو کیا خاک پسند کریں گے۔ مگر عوام الناس نے جو اُن کے معتقد و متبع ہیں ان کا انتخاب سُن کے خوشی کے بہت نعرے بلند کیے۔ اور اس کے بعد قرطبہ میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آج سے زیادہ خوشی کا دن لوگوں نے کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔"

ابو عامر۔ مگر یہ چند روز کی خوشی ہے۔ جب انتظامات ملکی میں خرابیاں پڑیں گی اور نظر آجائے گا کہ ایک مُلّا اور زاہد خشک خالی نماز و روزے سے اچھا مدبر نہیں ہو سکتا۔ تو پھر حسبِ معمول شکایتوں کا دفتر کھلے گا۔ نئے والی کی شکایت میں امیر المومنین کے پاس عرضیاں جانے لگیں گی؟"

عثمان۔ مگر اب یہ بتاؤ کہ میں کیا کروں۔ میں تو اس قابل ہی نہیں رہا کہ اندلس میں کسی کو منہ دکھاؤں۔ جی چاہتا ہے کہ ادھر سے فرانس کی طرف اُتر جاؤں اور نربونہ سے جہاز پر سوار ہو کے افریقہ اور وہاں سے ارضِ شام کو چلا جاؤں؟"

لیث۔ یا سیدی! آپ مایوس نہ ہوں۔ اور نہ آپ اس قدر عجلت فرمائیں۔ ایک زمانہ ضرور آئے گا۔ جب آپ ہی یہاں کے والی و حاکم ہوں گے۔ عبد الرحمٰن کا زمانہ برس بھر سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔ پھر اُن کے بعد آپ ہی خیال فرمائیں کہ آپ کے سوا اس خدمت کا کون مستحق ہو سکتا ہے؟"

عثمان۔ یہ تو اب بھی تھا مگر میں محروم رکھا گیا۔ اور ایک نئے شخص کے ہاتھ میں عنانِ حکومت دیدی گئی۔ اچھا مانا کہ میں صبر سے کام لوں مگر اب یہاں بیکار بیٹھ کے کیا کروں؟ کیا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہوں؟۔ یہ تو مجھ سے نہ ہو سکے گا۔"

لیث۔ خاموش بیٹھ کے دیکھئے کہ عبد الرحمٰن کیا کرتے ہیں؟ اور آپ کی نسبت کیا حکم دیتے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ امیر الجہاد آپ ہی رہیں گے۔ اس خیال کو ابن اشجعی نے مجھ پر ظاہر بھی کیا تھا اور یقین ہے کہ عبد الرحمٰن سے کہہ

گئے ہوں گے۔"

ابو عامر۔ مولانا! آپ چند روز یونہی ان پہاڑیوں کی سیر کریں۔ فصل گل کے مزے لوٹیں۔ ان حسین پری وجمال جواری (لونڈیوں) کے ناز و کرشمہ میں دل لگائیں اور دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے؟ آپ کو بے کار نہ بیٹھنا پڑے گا۔"

عثمان۔ یہ خیال ہے تو میں کل بشکنش میں جا کے فوج کا جائزہ لے لوں اور جس قدر زیادہ لشکر جمع ہو سکے جمع کر وں۔"

لیث۔ ضرور آپ کو جہاد پر پوری مستعدی دکھا دینی چاہیئے۔"

عثمان۔ مگر فوج کے جمع کرنے کے لئے ہمیں اندلس کے صوبوں میں گشت لگانے یا کم از کم طلیطلہ تک جانے کی ضرورت ہوگی۔ اور مجھ سے اس ناکامی کی حالت میں یہ نہ ہو سکے گا۔ میں لوگوں سے چار آنکھیں کر کے بات نہ کر سکوں گا۔ اس کا انتظام تم ہی کو اور تمھارے ساتھی قائدوں کو کرنا ہوگا۔"

لیث۔ ہم حاضر ہیں۔ اور اگرچہ بڑا بھاری سفر کئے چلے آتے ہیں لیکن۔ اگر کل ہی آپ بشکنش چلیں تو ہمراہ رکاب ہوں گے۔"

عثمان۔ ہاں میں کل ہی چلوں گا اور بغیر تمھیں ساتھ لئے نہ جاؤں گا اگرچہ یہاں کی بہار کا لطف چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ مگر اب مجھے سخت مستعدی دکھانے کی ضرورت ہے۔"

ابو عامر۔ یا سیدی۔ میرے خیال میں تو لطف جہاد میں ہے حکومت کرنے میں نہیں ہے۔"

لیث۔ بشرطیکہ بیچ بیچ میں گل اندام مہ جمانوں کے حسن سے لطف اٹھانے

کا موقع ملتا رہے۔"

اس کے بعد لیث اور ابو عامر رخصت ہو کے اپنی اپنی قیام گاہوں کو گئے اور دوسرے دن صبح ہی کو عثمان ابن ابی لیسعہ نے دونوں کو ساتھ لے کے جنوب کی طرف کوچ کر دیا۔ دوپہر ہوتے ہوتے بشکنش میں داخل ہو گیا۔ اور اسی وقت حکم دیدیا کہ پرسوں عساکر مجاہدین کا جائزہ ہو گا۔ سب لوگ حاضر رہیں۔ بیکاری کی وجہ سے جو سپاہی اِدھر اُدھر منتشر ہو رہے تھے جمع ہو گئے۔ اور تیسرے دن جب جائزہ لیا گیا تو پندرہ ہزار مجاہدین کا لشکر جرار موجود تھا۔

جائزہ لے کے ابن ابی لیسعہ گھر میں آیا اور مختلف سرداران فوج سے جنمیں اس کے رفیق ابو عامر اور لیث بھی تھے بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ قرطبہ کے ایک نامہ بر سوار نے آ کے نئے والی ملک عبدالرحمٰن غافقی کا دستخطی حکم نامہ پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ "بحکم امیر المومنین والی اندلس مقرر ہوا ہوں اور بہ مشورۂ محمد بن عبداللہ اشجعی آپ کو میں نے اپنی طرف سے امیر الجہاد مقرر کیا ہے اصلاح انتظامات کے لئے میں سارے ملک کا دورہ کرنے والا ہوں۔ لہٰذا خود جہاد کا ارادہ کروں بھی تو کم از کم ایک سال میں اس کے لئے تیار ہو سکوں گا۔ لیکن آپ کے امیر الجہاد مقرر ہونے سے یہ فائدہ ہو گا کہ بغیر میرا انتظار کئے آپ جہاد شروع کر دیں گے اور ہم دونوں کی متحدہ سرگرمی سے اس ملک کی بڑی خوش نصیبی ہو گی اگر نظم و نسق مملکت کی اصلاح کے ساتھ ہی ساتھ جہاد فی سبیل اللہ اور فتحمندی و ملک گیری کا سلسلہ بھی جاری رہے میں بیس ہزار سوار جن میں دس ہزار سواران عرب اور دس ہزار قبائل زناطہ کے بربری سپاہی ہیں آپ کے پاس بھی بھیجتا ہوں۔ اور اپنے دورے میں کوشش

کرتا رہوں گا کہ نئی فوجیں برابر جمع ہو ہو کے آپ کے پاس پہونچتی رہیں۔ اس لئے آپ بسم اللہ کر کے اُٹھ کھڑے ہوں۔ اور ابُرطات کے اُس پار جا کے دین اسلام کی تبلیغ اور قلمرو اسلام کی توسیع شروع کر دیں۔"

یہ خط پڑھ کے عثمان کے دل کو گونہ مسرت ہوئی۔ قاصد سے پوچھا بیس ہزار لشکر کہاں ہے جس کے آنے کا حال امیر نے لکھا ہے؟"

قاصد۔ وہ لوگ میری روانگی کے تیسرے دن قرطبہ سے کوچ کرنے والے تھے اُمید ہے کل ہی پرسوں آجائیں گے۔"

عثمان۔ (دل میں) تو پھر میں بھی ان کے آتے ہی دشمنوں کی طرف کوچ کر دوں گا۔

چوتھا باب

پھولوں کی لڑائی

وہ سرزمین جو پیرے نیز یعنی جبال البرطات کے شمال میں واقع ہے اور آجکل فرانس کی متحدہ قلمرو میں شامل ہے۔ اُن دنوں اگرچہ خاص یہی علاقہ ملک "فرنگ" کہلاتا تھا لیکن کسی ایک سلطنت کی قلمرو میں نہیں شامل تھا۔ یورپ میں ان دنوں فیوڈل سسٹم کی حکومت تھی یعنی ہر زمیندار اور ہر چھوٹا بڑا سردار اپنے گھر کا نواب اور اپنا آپ بادشاہ تھا۔ یہ لوگ آپس میں لڑتے بھڑتے اور کٹتے مرتے رہتے لیکن اگر کوئی غیر قوم کا حملہ آور ان کے ملک کا قصد کرتا تو اس کے مقابل میں سب ایک ہو جاتے۔

شمالی دامن میں پیرے نیز کا مشرقی کونہ جس کا صدر مقام شہر زبونہ تھا۔ عربوں نے لڑ بھڑ کے بڑی مشکلوں سے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ جہاں ہمیشہ ان کا زبردست لشکر موجود رہا کرتا۔ مگر مغربی کونے سے شمال میں دور تک اکوئی ٹانی کا علاقہ سمندر یعنی بے آف بسکے کے کنارے کنارے چلا گیا تھا۔ اس پر بڑانے مُراد کی جلین خا شاہی کے یودنیر نام ایک فرمانروا کی حکومت تھی۔ یودنیر ملکی حالت کے لحاظ سے کاؤنٹ (نواب) کا درجہ رکھتا تھا۔ مگر اپنی خاندانی رفعت و منزلت کی وجہ سے بادشاہ کہلاتا اور لوگوں میں نہایت ہی ہر دلعزیز تھا۔ جو حصہ ملک اُس کے قبضہ

میں تھا نہایت زرخیز اور بے انتہا سرسبز و شاداب تھا۔ دریائے مغراوہ سے (جو فی الحال بداس ساؤ کہلاتا ہے) اس کی سرحد شروع ہوتی تھی۔ درمیان میں دریائے اوُدر کی بیسیوں شاخیں شاداب میدانوں اور مرغزاروں کی آبیاری کرتی تھیں شمال میں دریائے غرونہ تھا جس کے کنارے بڑا نا شہر بُرڈی غالہ (جو آج کل بورڈو کہلاتا ہے اور جنگ کے زمانے میں پیرس کو خطرناک حالت میں دیکھ کے دولت فرانس کا صدر مقام قرار دیا گیا۔) اس کا دارالسلطنت تھا۔

شاہ یو دیز وقت کے مشہور بہادروں میں تھا۔ گرد و پیش کے بڑے بڑے کاؤنٹوں اور زبردست حملہ آوروں نے اُس پر متواتر حملے کیے مگر ہمیشہ شکست کھا کے ناکام و نامراد واپس گئے انھیں کے اندیشے سے اُس نے اپنی فوج کو خوب تیار کر رکھا تھا۔ اور ضرورت کے وقت لاکھ فوج میدان میں لاسکتا تھا اندلس کے بعض عرب سرداروں نے بھی اس پر حملے کیے جن میں کبھی اسے فتح ہوئی اور کبھی عربوں کو لیکن اس کی نوبت کبھی نہ آئی تھی کہ اس کی قلمرو کا کوئی حصہ مسلمانوں کے قبضے میں چلا گیا ہو۔

اس زمانے میں شاہ یو دیز موسم بہار کی دلچسپیوں سے لطف اُٹھانے کے لئے اپنے پورے خاندان اور وزرائے مملکت کے ساتھ مغربی حصہ کوہسار پیرینیز کی گھاٹیوں میں آیا ہوا ہے۔ اور پرانے شہر انوس میں مقیم ہے۔ جس کے سامنے سرسبز پہاڑیاں اپنے سبز دامنوں میں صدہا قسم کے خوبصورت اور نازک پھول بھر بھر کے ہر طرف سے پیش کیا کرتی ہیں۔ انوس کی آبادی سے مشرق کی طرف دو میل کی مسافت پر ولی یوحنا کی ایک بڑی بھاری زیارت گاہ ہے۔ جہاں بہار

کے موسم میں جب کہ راستے ہر طرف سے صاف ہو جاتے ہیں ہزاروں لاکھوں خلقت زیارت کو آتی ہے۔ تمام امرائے فرانس نے ثواب سمجھ کے اور شاہ یوڈنیر سے اجازت حاصل کر کے یہاں عالی شان گرچے خوبصورت خانقاہیں اور وسیع و پر شوکت سرائیں تعمیر کرائی ہیں۔ ان میں صدہا راہبوں نے سکونت اختیار کر لی ہے۔ جو پہاڑوں کی خلوت گاہوں میں جا کے چلے کھینچتے۔ ریاضتیں کرتے۔ اور دلکش بہار کی زبانِ خاموشی سے خالق عالم کا نام سن سن کے اپنی عبادت و ریاضت میں خلوص پیدا کرتے ہیں۔ چھوٹی نہر نیو کا منبع اور سرچشمہ اس مقدس زیارت گاہ سے کوئی ایک میل کے فاصلے پر ہے وہاں سے یہاں تک نہر مذکورہ دس بارہ جگہ بلند ہوں سے گرتی اور جابجا آبشار پیدا کرتی ہوئی آتی ہے۔ خصوصاً یہاں کی آخری آبشار جو سنگ مرمر کی ایک سفید چٹان پر گر کے بکھر جاتی ہے نگاہ کے سامنے ایک بہت ہی دلچسپ منظر پیش کر دیتی ہے کسی بزرگ نے عالم رویا میں دیکھا تھا کہ یوحنا حواری یہاں بیٹھے غسل کر رہے ہیں۔ وہی اس مقام کی برکت و حرمت کی ابتدا تھی جس نے اس چشمہ کو نہایت ہی متبرک بنا دیا اور زائرین اس سے پانی بھر بھر کے لے جاتے ہیں اور اسے ہر مرض کی دوا اور ہر بلا کا رد خیال کرتے ہیں۔

زیارت گاہ سے ایک میل اُوپر جہاں سے نہر نیو کا چشمہ پہاڑ کے اندر سے نکلا ہے شاہ یوڈنیر نے ایک عالی شان قصر بنوایا ہے۔ اور اسی قصر میں ہر سال جب ہر ملک کے زائروں کا مجمع ہوتا ہے۔ بادشاہ یوڈنیر یہاں آ کے موسم بہار کے ایام لطف و مسرت میں بسر کرتا ہے۔ قصر کے گرداگرد اس نے ایک وسیع اور روح افزا چمن لگایا ہے جس کے ہر پھول اور ہر بوٹے کی پرورش متبرک نہر نیو کے پانی سے ہوتی

ہے۔ اس لئے کہ اس میں سے چھوٹی چھوٹی نہریں کاٹ کے پانی سارے باغ میں پھیلایا گیا ہے۔ یہ نہریں ہر وقت جاری رہتی ہیں اور باغ میں جس جگہ ٹھہر جایئے آبِ رواں کی زبانِ رفتار سے تقدیس و تحمید باری کے ساتھ حسن و عشق کے سوز الفت سن لئے جا سکتے ہیں۔ یوں تو کوہستان کا ہر حصہ معشوقہ قدرت کا آغوش بنا ہوا ہے مگر اس چمن میں عروس بہار کو انسانی صنعت نے اپنا زیور پہن کے ایسا آراستہ و پیراستہ کر دیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے حسن کی دیوی وینس کا تخت یہیں بچھا ہوا ہے اور کیوپڈ[1] ہر پھول کی آڑ میں بیٹھا اپنی عشق کی کمان سے نشانہ بازی کر رہا ہے۔

اسی چمن میں نہر نیو کے ایک آبشار کے قریب لالہ و نرگس کے خودرو پھولوں کے جھنڈ کے پاس پانچ پری جمال گلعذاریں پھولوں سے کھیل کھیل کے موسم بہار کے مزے لے رہی ہیں۔ اور اس بے رحمی سے پھولوں کو نوچ نوچ کے ایک دوسرے پر پھینکتی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ پھولوں کو اپنے رنگ و بو کا دعویٰ کرتے دیکھ کے بگڑ گئی ہیں۔ اور چاہتی ہیں کہ دم بھر میں سارا چمن اجاڑ کے رکھ دیں۔ لیکن تھوڑی دیر میں اس پھولوں کی لڑائی میں تھک گئیں۔ سب کی سانس پھول گئی۔ گورے گال محبت بھری لڑائی کی اس نازک مشقت سے ارغوانی ہو گئے۔ اور نازک پیشانیوں پر تھکن کی دلاویز پژمردگی نمایاں ہوئی مگر ساری وادی اور چمن کے پھول اب بھی ویسے ہی شگفتہ و شاداب ہیں۔ اور گویا ان

---

[1] وینس یونانیوں کی حسن کی دیوی اور کیوپڈ عشق کا دیوتا جن کو یورپ میں مسیحیت نہ پہلے بھلا سکی تھی اور نہ آج تک بھلا سکی ہے۔

مہ وشوں کی بے بسی کو اپنی فتح کا تصور کر کے کھل کھلا کھل کھلا کے ہنس رہے ہیں جس پر
چڑ چڑ کے اور جھنجھلا کے ان طرحدار حسینوں نے پھر پھولوں کو گستاخی کی سزا دینی
شروع کر دی۔ لیکن اب بجائے اس کے کہ پھولوں کو توڑ توڑ کے ایک دوسرے
کی طرف اچھالیں۔ آنچلوں میں بھر بھر کے لیجاتی اور اپنے ساتھ کی ایک ملائک
ذریب حور وش کے سر پر اچھال دیتی ہیں اس مہ پارہ کا حسن و جمال ان پانچوں نازنینوں
میں وہی فوقیت رکھتا ہے۔ جو چودھویں رات کے چاند کو تاروں پر ہوتی ہے۔
وہ بگڑ بگڑ کے تیوریاں بدل بدل کر ڈانٹتی اور جھنجھلا جھنجھلا کے ڈھیلے ہاتھوں سے
مارتی ہے مگر ساتھ والیاں ایک نہیں سنتیں اور پھولوں کا مینھ برسائے جاتی ہیں

ان سب شوخ ادا گلبدنوں کی وضع ایک ہی سی ہے۔ سب رنگین ریشمی
سادی ساریاں باندھے ہیں۔ جن کی بندش نازآفرینانِ ہند کی ساریوں کی
بندش سے جدا اور نرالی ہے۔ کیونکہ نازک گردنوں سے ایڑیوں تک سارے
بدن کو اس نئے انداز سے چھپائے ہوئے ہیں کہ جا بجا بہت سے جان ستاں
جھول اور دل کو الجھانے والی شکنیں پیدا ہو گئی ہیں۔ سب کی ساریوں کے
رنگ جدا جدا ہیں۔ سنہری زلفیں سنہرے اور روپہلے چھلوں کے ایک خوبصورت
حلقے سے روک کے پیٹھ پر بکھرا دی گئی ہیں جن کے نیچے رنگ برنگ ساریوں کی شوخ
ڈانک عجب زاہد فریب آن بان پیدا کر رہی ہے۔ طلائی اور نقرائی حلقے سب
کی جبینِ ناز پر زریں تاجوں کا کام دے رہے ہیں۔ لیکن وہ سیمتن مہ پارہ جس
پر ہر طرف سے پھولوں کا مینھ برس رہا ہے اوروں سے امتیاز رکھتی ہے کہ
اس کے سر پر زریں حلقے کے اوپر سونے کا ایک مرصع ہلال زلفوں میں اٹکا ہوا

ہے جس کے الماس شعلہ باری میں اسی کی چشم فتاں کے حریف ہیں۔

اب کی جو ایک نازنین نے اس پر پھول برسائے تو اس نے بگڑ کے اور تیوریاں بدل کے کہا "بس سلوریا۔ بس میں نے بہت طرح دی"

سلوریا۔ اچھا تو مان لیجیے کہ آپ ہار گئیں (دوسری ساتھ والی سے جو گود میں پھول بھر کے لا رہی تھی) کیوں فلاوریا ہے نہ؟ جب تک شاہزادی اپنی زبان سے یہ نہ کہہ دیں کہ ہار گئیں ہم کیسے مان لیں گے؟"

فلاوریا۔ ہرگز نہیں۔ اس محبت کی لڑائی میں کسی کی مروت نہیں کیجاتی"

شاہزادی۔ یہ بھی ایک کھیل تھا ہو چکا۔ اتنا نہیں ستاتے کہ انسان گھبرا اٹھے"

فلاوریا۔ اچھا یہ پھول جنھیں میں لا چکی ہوں انھیں تو آپ پر برسا ہی کے رہوں گی (چوتھی ہمسن نازنین سے) رویلدا کیا کہتی ہو؟ اچھالوں؟"

شاہزادی۔ دیکھو میں نے کہہ دیا ہے اب مجھے نہ ستانا میں بہت تھک گئی ہوں"

فلاوریا۔ میں آپ کی تو مروت کروں اور ان خوبصورت پھولوں کا خیال نہ کروں جنھیں توڑ کے لائی ہوں؟ یہ نہ شکایت کریں گے؟"

رویلدا۔ اچھا ایک کام کرو۔ بہن بلشیریا چپکی کھڑی ہیں۔ ان سے پوچھو۔ یہ جو کہہ دیں وہی فیصلہ ہے"

شاہزادی۔ میں کسی کا فیصلہ نہیں مانتی"

بلشیریا۔ اے تو آپ کو میرا بھی اعتبار نہیں رہا۔ میرا فیصلہ سن تو لیا ہوتا"

شاہزادی ۔ اچھا پلشیریا تم انھیں کی سی کہہ دو"

رویلدا ۔ اچھا پلشیریا تم انھیں کی سی کہہ دو ۔ یہ شہزادی ہیں ۔ ہماری سرتاج ہیں مالک ہیں ۔ ان کا کہنا سب پر مقدم ہے ۔ ہاں جو یہ کہیں وہی تم بھی کہو"

شہزادی ۔ میں حکومت کی راہ سے نہیں کہتی ۔ اچھا اگر سب مل کے تمھارے پیچھے پڑ جائیں تو تم کیا کروگی؟"

سلوریا ۔ ہاں ہاں یہ نہ کہو ۔ بلکہ یہ کہو کہ یہ نازک ہیں ۔ بڑی خوبصورت ہیں اس لئے ہم سب کو ان کا ناز اٹھانا چاہیئے"

فلاوریا ۔ لیکن ان کی یہ حکومت تو اس وقت چلے گی جب کوئی ناز بردار پیدا ہو"

پلشیریا ۔ اے ہے ۔ وہ تو دوسرا جھگڑا پیدا ہو گیا ۔ میری کوئی نہیں سنتا"

فلاوریا ۔ تم بھی کہہ ڈالو ۔ اپنا ارمان نکال لو ۔ لیکن یہ نہ ہوگا کہ میں ان پھولوں کو یوں پھینک دوں ۔ جیسے یہ نازک ہیں ویسی ہی نازک بر نچھاور بھی ہوں گے"

پلشیریا ۔ اے تو تمھیں بھی ضد ہے کہ نچھاور ہی کرو تو کرو ۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کی بدھیاں گوندھ کے شاہزادی کے گلے میں ڈال دو"

فلاوریا ۔ منظور ۔ مگر شرط یہ ہے کہ خود شاہزادی اجازت دیں؟"

شہزادی ۔ فلاوریا! تمھارے ایک دفعہ پھول برسا دینے سے میرا کچھ نہ بگڑ جائے گا ۔ تمھیں اختیار ہے جی چاہے ہار بنا کے پہنا دو یا یونہی مجھ پر اچھال دو ۔ غصہ تو مجھے اس پر تھا کہ سب کی سب مل کے میرے پیچھے پڑ گئیں ہزار روکو نہیں مانتیں ۔ منع کرو ۔ بھیا کر مار دو بیٹھو ۔ ایک نہیں سنتیں ۔ اب آدمی بن چکی ہو

تو میں کہتی ہوں کہ جس طرح جی چاہے اپنا ارمان نکال لو۔"

اجازت پاتے ہی فلاور یا نے وہ پھول جو گود میں بھرے تھے شاہزادی کے سر پر برسا دیئے۔ اور شہزادی نے انھیں جھاڑ کے زمین پر گرا کے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا۔ میری سہیلیو۔ اس گلزار کی بہار جی بھر کے لوٹ لو۔ اور جس قدر کھیلا جائے کھیلو۔ کیونکہ ہمارے اطمینان کا زمانہ گزر گیا اور اس باغ میں ہم آج ہی اور مہمان ہیں۔"

بلشیریا۔ کیوں؟ خیریت تو ہے؟ میں جانتی تھی کہ ہر سال کی طرح اب کی بہار کا موسم یہاں ختم کر کے جب برف پڑنے لگے گی ہم اپنے گھر جائیں گے۔"

سلوریا۔ اے ہاں ابھی تو دلی یوحنا کی زیارت کا میلا بھی ختم نہیں ہوا۔"

شہزادی۔ مگر افسوس۔ ایسی مصیبت سر پر آپڑی ہے کہ کسی بات کا خیال نہیں کیا جا سکتا۔"

فلوریا۔ آخر کچھ بتایئے بھی تو ہی۔ ایسی کون سی مصیبت آج آپڑی ہے کہ ہم ایک بارگی یہاں سے چل کھڑے ہوں گے؟"

رویلدا۔ معلوم ہوتا ہے ہماری شہزادی نے کسی کونٹ کے ساتھ شادی منظور کر لی۔ اور اب ہمارے ساتھ نہیں بلکہ اپنے دولھا کے ساتھ یہاں کی بہار سے لطف اُٹھائیں گی۔"

بلشیریا۔ ان کی عقل کے بھی قربان جایئے شادی ٹھہرتی اور ہمیں خبر بھی نہ ہوتی۔ مجھے تو یقین ہے کہ بغیر ہمارے مشورے کے شہزادی کسی کو اپنا دولھا

نہ بنائیں گی۔"

شہزادی۔ اندلوسیہ کے عربوں نے ہمارے ملک پر چڑھائی کر دی۔ آج ہی جاسوسوں نے خبر دی ہے کہ ان کا ایک سردار بڑی بھاری فوج لے کے پیرے نیز کے اُدھر اُتر چکا ہے اور ہفتہ ہی عشرہ میں ان کا لشکر ہماری سرحد کے اندر گھس پڑیگا۔"

فلاوریا۔ اے ہے! میں سمجھی تھی کہ کوئی بڑی خوف کی بات ہوگی اس کا ہمیں کیا ڈر ہو سکتا ہے؟ جس ملک کی شہزادی اور سرتاج ہماری مہ وش اور گل چہرہ مینہ ہوں اُسے کسی دشمن کا کیا خوف؟ جو ہمیشہ ہوا وہی اب بھی ہوگا۔ ہماری شہزادی نے لڑائی کے میدان میں پہونچ کے چہرے سے نقاب اُلٹی اور دشمن سردار غش کھا کے گر پڑا۔ ادھر وہ گرا اور اُدھر ہمارے بہادر سپاہیوں نے جھپٹ کے اس کا کام تمام کر دیا۔"

بلشیریا۔ مگر ہمارے عیش میں تو خلل پڑ گیا؟ یا تو یہاں ان پھولوں کی بہار دیکھ رہے تھے۔ یا یہ سب چھوڑ چھاڑ کے بُردی غال کی گرمیاں برداشت کریں گے عربوں کی منحوس اور کالی کلوٹی صورتیں دیکھیں گے۔"

مینہ۔ اور عیش میں خلل پڑنے کے علاوہ میں کہتی ہوں فرانس کے بادشاہوں اور شاہزادوں کی اور بات تھی وہ میرے حُسن کی تعریف سُن کے اور میرے عاشق ہو کے آئے تھے۔ ان پر زور چل گیا۔ عربوں کے سردار بالکل غیر قوم غیر مذہب غیر زبان اور غیر مذاق کے لوگ ہیں۔ ان پر خدا جانے میرا زور چلے نہ چلے۔"

سلوریا۔ یہ نہ کہیئے۔ مقدس و محترم خاتون مریم نے آپ کو بلا کا حسن دیا

ہے کہ انسان تو انسان حیوان کی بھی بھوک پیاس جاتی رہتی ہے۔"

رویلدا۔ میں تو کئی بار اس کا تماشہ دیکھ چکی ہوں۔ شہزادی لڑائی میں جس وقت دشمن کے سامنے اس پیارے مکھڑے سے نقاب ہٹاتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اندھیری رات میں یکایک ماہتاب نکل آیا۔ سب کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں۔ اور جس پر آپ کی نظر کا کوئی تیر پڑ گیا تو وہ بے دم ہو کے گرتا اور کلیجہ پکڑ کے بیٹھ جاتا ہے۔ فرانس کے دو کاؤنٹوں کا میرے سامنے یہی حال ہوا۔"

پلشیریا۔ خیر اب دعا کرو کہ مسیح اس لڑائی میں بھی یہی اثر ہماری شہزادی کے حسن میں اور یہی توڑ ہماری ملکہ کی نگاہ ناز کے تیر میں پیدا کر دیں۔"

فلاوریا۔ تو اب ہم یہاں سے کب روانہ ہوں گے؟"

مینہ۔ کل ہی صبح کو کوچ ہے۔ اور اب چلو اپنا اسباب وسباب بندھوا کے چلنے کا سامان کریں۔"

حکم پاتے ہی سب سہیلیاں شہزادی کے ساتھ قصر میں گئیں، اور باغ میں سناٹا ہو گیا۔

پانچواں باب

نامرادی میں جوانمردیاں

سپہ گران عرب کا ایک بڑا بھاری لشکر کوہسار پیرے نیز کی ایک مشرقی گھاٹی سے نکل کے شہر طراسقو کی طرف جا رہا ہے جو دامن کوہ سے چھ سات میل کی مسافت پر ہے۔ اس میں چالیس ہزار بہادر نبرد آزما ہیں۔ بیس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادے سواروں میں زیادہ تر جوانانِ عرب ہیں جو مراکو اور اندلس سے سمٹ کے یہاں آئے ہیں۔ اور پیدلوں میں اکثر بربری اور اندلسی مسلمان ہیں جن کی پلٹنیں الگ الگ مرتب اور جدا جدا بیرقوں کے نیچے ہیں۔ ان کے لباسوں میں تو یکسانی اور یکرنگی نہیں ہے۔ مگر اسلحہ سب کے ایک ہی قسم کے ہیں۔ سواروں کے ہاتھوں میں نیزے اور کمروں میں تلواریں ہیں اور ان میں سے اکثر فولادی خود و زرہ پہنے ہیں پیادوں کے ہاتھوں میں چوڑے سیفے۔ شانوں پر کمانیں۔ کمروں میں ترکش اور خنجر اور پیٹھوں پر گول ڈھالیں ہیں۔

یہ لوگ چلتے چلتے جوش میں آکے بار بار صدائے تکبیر بلند کرتے ہیں۔ اور ان کے مہیب نعرے پشت پر اگر پہاڑوں سے ٹکرا کے انھیں پیچھے ہٹاتے ہیں تو سامنے شہروں اور بستیوں میں زلزلہ ڈالتے ہیں۔ اور لوگوں پر رعب ڈال کے انھیں توحید کی طرف بلاتے ہیں۔ جاتے جاتے یہ لشکر طراسقو کے جنوب کی طرف ندی کے سرچشمے کے

پاس پہونچا جو یہاں قریب ہی ایک پہاڑ سے نکل کے آئی ہے۔ اس کا پاک صاف پانی ابھی زمین کے اثروں اور آبادی کی گندگیوں سے میلا اور خراب نہیں ہونے پایا ہے اور اس میں قریب قریب وہی تازگی اور صفائی ہے جو آب باراں میں ہوتی ہے

اس نہر کی روانی کو دیکھ کے امیر الجیش نے جو ہمارا دوست عثمان ابن ابی نسعہ ثقفی خثعمی ہے اپنے پرانے انیس صحبت لیث بن خنظلۂ فہری سے جو سفید علم خلافت بنی اُمیہ کو اپنے ہاتھ میں لئے اس کے ساتھ ہی ساتھ آرہا ہے کہا لیث اب طراسقو تین میل سے زیادہ نہ ہوگا۔ شہر کے اندر داخل ہونے کی ہمیں ضرورت نہیں اور اس سے پاکیزہ چشمہ پھر کہیں نہ ملے گا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آج یہیں پر پڑاؤ ڈال دیں۔ طراسقو ہمارا ہی شہر ہے۔ یہاں سے فقط تھوڑی سی فوج لینا ہے۔ اس کام کے لئے خود ہمارے جانے کی ضرورت کیا ہے؟ ابو عامر کو بھیج دو کہ جتنے سپاہی مل سکیں جا کے لے آئیں۔ اور ہم یہاں ٹھہر کے عصر کی نماز پڑھیں اور جہاد کے متعلق جو انتظامات کرنا ہوں یہیں سے کرلیں"

لیث۔ بہت مناسب ہے۔ ہمارے سپاہی کوہستان کا دشوار گذار اور سخت راستہ طے کر کے آرہے ہیں۔ تھک بھی گئے ہوں گے"

اس مشورے کے مطابق قیام کا حکم دیدیا گیا۔ تمام قبائل اور کل بیرقوں کے سپاہی اپنے اپنے گروہوں میں تقسیم ہو کے اس پایاب ندی کے کنارے دونوں طرف اُتر پڑے۔ دم بھر میں سادے خیمے کھڑے ہونے لگے۔ بہتوں نے اپنی چادریں اور اپنے کمبل تان لئے اور سب نے ٹھہرتے ہی ندی کے کنارے بیٹھ کے پانی پینا اور وضو کرنا شروع کر دیا۔ یہ لوگ آب رواں سے لطف اُٹھا ہی رہے تھے کہ

مؤذن نے صدائے "اللہ اکبر" بلند کی اور سب ہاتھ منہ پونچھتے ہوئے دوڑ دوڑ کے سپہ سالار عسکر کے خیمے کے سامنے ایک وسیع میدان میں جمع ہونے لگے جو نماز کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا۔ چونکہ اس زمانے تک سردار قوم ہی مقتدائے قوم ہوتا تھا اس لئے سب نے عثمان ابن ابی لیسعہ کے پیچھے جماعت سے عصر کی نماز پڑھی بعد نماز سب نے اپنے اپنے خیموں میں جاکے کچھ کھایا پیا۔ اور اس پر فضا مرغزار کی سرسبزی وشادابی کی سیر کرنے لگے۔ جس کی حد بندی جنوب کی طرف کوہستان پیرے نیز کر رہا ہے اور شمال کی طرف اُفق تلک سبزے کے فرش مخملیں سے ہم آغوش تھا جس میں جابجا درختوں کے جھنڈ اور مٹی کے تودے نشیب و فراز پیدا کر رہے تھے اور انھیں کے درمیان میں طراسقو کے چند گرجوں کے نوکیلے کلس نمایاں تھے۔ آسمان کی بررنگی کو ناپسند کر کے ہلکے بے آب ابر نے اسے اپنی سفید پھٹی پرانی اور جابجا سے مسکی ہوئی چادر اُڑھا دی تھی۔ جس میں سے مغرب کا آفتاب کبھی کبھی اپنا منہ نکال کے جھانک لیتا تھا۔ آخر آفتاب یونہی ع

"دیدار می نمائی و پرہیز می کنی"

کی ادائے معشوقانہ دکھاتے دکھاتے پردے ہی میں غائب ہوگیا۔ اور مسلمانوں نے اسی پہلی شان سے نماز مغرب پڑھی۔

بعد مغرب عثمان ابن ابی لیسعہ اپنے خیمے میں چراغ کے پاس بیٹھا۔ قلم دوات منگوا کے قلعہ دار نربونہ خلف بن عباس الخزاعی کے نام اس مضمون کا خط لکھا میں والی ہسپانیہ عبدالرحمن بن عبداللہ الکلبی کے حکم سے فرانس پر جہاد کرنے کے لئے فوج لے کے آگیا ہوں۔ اور ارادہ یہ ہے کہ اگر کوئی طاقتی کی ریاست کو مملکت اسلام

میں شامل کر لیا جائے۔ میرے پاس کافی لشکر موجود ہے۔ اور اگر ضرورت ہوگی بھی تو اندلسیہ سے برابر فوجیں آتی رہیں گی۔ اس لئے بغیر نربونہ میں آئے میں یہیں سے شاہ یودیر کے ملک میں داخل ہوتا ہوں یہاں سے کوچ کر کے سُنتا لیزیر پر حملہ کروں گا۔ اور اسی طرف سے بڑھتے بڑھتے جا کے اس کے دارالسلطنت برُ دی غالہ کا محاصرہ کر لوں گا۔ لہٰذا تمھارا یہ کام ہے کہ جس قدر فوج فراہم کر سکو ساتھ اس کے مدینہ طولوس پر چڑھائی کر دو شہر اغن کو فتح کرتے ہوئے آؤ۔ اور برُدی غالہ کے محاصرے میں میرے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ تاکید جانو کہ اس مہم میں جیسی جلدی مجھے ہے ویسی ہی جلدی اور مستعدی کا تمھیں بھی لحاظ رہے۔ تاکہ جاڑوں کا موسم شروع ہونے سے پہلے ہی یہ مہم پوری ہو جائے“

یہ خط لکھ کے اس نے ایک سوار کو دیا اور حکم دیا کہ اگرچہ چار دن کا راستہ ہے مگر تم گھوڑا اڑاتے ہوئے جاؤ اور دو دن میں پہونچا دو اور زبانی بھی تاکید کر دینا کہ فوراً لشکر لے کے اُٹھ کھڑے ہوں۔ میں ادھر پُرانے شہر نئے دونی نم میں جسے اب نصارا سنتا برطراندہ کہتے ہیں۔ دریائے غرونہ کے پار اُتروں ادھر وہ بھی شمال میں طولوس کو فتح کر کے اسی دریائے غرونہ کے پار ہوں“

ابن ابی نسعہ نے خط کی کارروائی سے فارغ ہو کے سر اُٹھایا تو ابو عامر کی صورت نظر آئی پوچھا تم طراسقو میں گئے تھے؟“

ابو عامر۔ جی ہاں گیا تھا۔ وہاں کے شیخ کو اپنے ساتھ لیتا آیا ہوں۔ آپ خود اُس سے گفتگو کر لیں“

عثمان۔ اس طویل امل کی کیا ضرورت تھی؟ یہ عجلت کا موقع تھا۔ تم نے وہیں

کہہ دیا ہوتا تو وہ سپاہیوں کے فراہم کرنے کی کارروائی کرنے لگتا خیر بلاؤ۔"

ابو عامر جاکے اُسے اپنے ساتھ اندر لے آیا اور عثمان نے صاحب سلامت کے بعد کہا۔ میں جہاد پر جارہا ہوں۔ اور گو کافی فوج میرے ہمراہ موجود ہے۔ اور اندلوسیہ سے اور بھی آئے گی۔ مگر اس موقع پر ہر اسلامی شہر کا فرض ہے کہ جہاد کے لئے کچھ سپاہی دے۔ تمہارا شہر کتنے سپاہی دے سکتا ہے؟"

شیخ۔ یا سیدی! میں تعمیل حکم کے لئے حاضر ہوں۔ مگر یہاں کی رعایا عموماً مسیحی ہے جو جزیہ ادا کرتی ہے اور جہاد میں نہیں شریک ہو سکتی۔ صرف پچاس عربی بربری مسلمان سوار شہر کی حفاظت کے لئے یہاں رکھے گئے ہیں۔ لیکن ان کا یہاں سے ہٹنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔"

عثمان۔ یہاں کے مدرستہ القرآن کا کیا حال ہے؟ اس کی کوشش سے کچھ مسلمان ہوئے؟ آخر تمہارے یہاں نومسلموں کی کس قدر تعداد ہے؟"

شیخ۔ سب ملا کے پانچ سو کے قریب نومسلم ہیں۔ مگر ان میں سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کے قابل دو سو آدمیوں سے زیادہ نہ نکلیں گے۔ اگر حکم ہو تو ان کو میں ساتھ کر دوں۔ لیکن اس کا آپ اندازہ کرلیں کہ یہ لوگ لڑنے کے قابل ہیں یا نہیں۔"

عثمان۔ (ذرا غور کر کے) کچھ مضائقہ نہیں۔ توحید کا مزہ پانے کے بعد پھر کوئی ایسا شامت زدہ ہوگا جو مرتد ہو جائے ورنہ صراط مستقیم سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ تم ان لوگوں کو جمع کر کے کل صبح تک پہونچا دو تو بہتر ورنہ میرے جانے کے اندر روانہ کر دینا تاکہ میں جس شہر میں ہوں مجھ سے آملیں۔"

اب سب رخصت ہوئے۔ اور ابن ابی یسعہ اپنے حرم کے زنانے خیمے میں جا کے سو رہا صبح کو بعد نماز فجر اس لشکر نے مغرب و شمال کی طرف کوچ کیا۔ یہاں سے چار ہی میل پر شاہ یو ڈنیر کی قلمرو شروع ہو گئی تھی۔ اس میں داخل ہونے کے بعد تقریبًا پندرہ سولہ میل کی مسافت اور طے کر کے یہ زبردست لشکر قنصرانی پر پہونچا جس کا فی الحال مسیحیوں نے اپنے ایک راہب اور دلی کی نسبت سے سنتا لیزیر نام رکھ لیا تھا۔ یہاں عیسائیوں کے صرف دو ہزار پیادے تھے جنھوں نے مسلمان کے آنے کی خبر سُن کے مقابلہ کی تیاری کی اور تین ہزار شہر والوں کو بھی ساتھ لے لیا اور پانچ ہزار کی جمعیت سے شہر کے باہر نکلے۔ لیکن جب عربی لشکر کا اتنا بڑا سیلاب عظیم دیکھا تو ایسے گھبرائے کہ بے لڑے بھاگ کھڑے ہوئے اور عثمان نے بغیر کسی مزاحمت کے شہر پر قبضہ کر لیا۔

رات یہاں بسر کر کے علی الصباح لشکر اسلام نے کوچ کیا تو ہوتے ہوتے۔ دریائے غرونہ کے کنارے تھا جس کے اُس پار شہر سنتا برطراندہ کی عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ دریا پار یو ڈنیر کے مغرور لشکر کے ساتھ یہاں کی پانچ ہزار فوج اور بہت سے شہری والنیٹر دریا کے کنارے صفیں باندھے کھڑے تھے کہ اندلوسیہ کے لشکر اسلام کو پار نہ اُترنے دیں مگر عثمان ابن ابی یسعہ کو اپنے جاسوسوں اور رہبروں سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہاں سے قریب ہی دو میل پر دریا بالکل پایاب ہے اس نے پیدل فوج کو تو دشمنوں کے مقابل اس پار جما دیا کہ تیر برسانا شروع کریں اور خود سواروں کے ساتھ نہایت خاموشی سے اس مقام پر پہونچا جہاں دریا پایاب تھا اور پار اُتر گیا۔ یو ڈنیر کے سپاہی حریف کی کوششوں سے غافل

تیراندازوں کو جواب دے رہے تھے کہ ناگہاں ان کے داہنے طرف سے عربوں کا قرنا پھنکا طبل جنگ بجا۔ سوران حرب نے نیزے جھکا لئے اور تکبیر کہہ کے زور و شور سے حملہ کر دیا۔ اس سیل مرگ کو آتے دیکھ کے عیسائی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور شام سے پہلے ہی شہر سنتا برطراندہ بھی بے روک ٹوک عثمان کے قبضے میں تھا۔

مسلسل دو روز معرکہ آرائی کرنے کی وجہ سے عثمان نے پانچ روز تک یہیں قیام کیا اور چھٹے دن نماز جمعہ پڑھ کے آگے کوچ کرنے کو تھا کہ طراسقو کے دو سو نومسلم سپاہی آ گئے جن میں پچیس سوار اور باقی پیادے تھے۔ عثمان نے ان کو اندلسی رسالوں اور پلٹنوں میں شامل کر کے روانگی کا طبل بجوایا۔ اور اس انسانی سیلاب سے پہاڑوں کی دشوار گزار زمین طے کر کے اور تنگ گھاٹیوں کی زحمتوں کو برداشت کر کے دو دن میں تقریباً تیس میل کی مسافت طے کی۔ پہاڑی گاؤں کو لوٹ لوٹ کے رسد فراہم کی اور تیسرے دن مشہور شہر اُن کے سامنے تھا۔ یہاں کے دشمنوں نے مقابلے اور لڑائی کا پورا سامان کیا تھا اور اس کا نبرد آزما سپہ سالار فریڈرک پچیس ہزار فوج لئے ہوئے موجود تھا یہ شہر اُتور کی ایک شاخ کے کنارے آباد تھا۔ اور اُسی کے اس پار فریڈرک کا لشکر پرا باندھے کھڑا تھا کہ اندلس کے لشکر کو پار نہ اُترنے دیں گے۔

ابن ابی یسعہ نے اسی پار پڑاؤ ڈال دیا۔ اور دونوں لشکروں میں دریا کے دونوں کناروں سے تیر و پیکاں کے ذریعہ سے حریفانہ صاحب سلامت ہوئی دریا کا پاٹ یہاں زیادہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہیں قریب ہی کے پہاڑوں سے وہ نکلا ہے۔ مگر پھر بھی ڈوہاؤ تھا۔ اور بغیر کشتیوں کے پار ہونا دشوار تھا۔

لیکن اس کا انتظام عثمان نے یہ کرلیا تھا کہ بہت سے لکڑی کے ٹھوس شہتیر اونٹوں پر لدوا کے ساتھ لائے گئے تھے اور دریائے غرونہ کے ملاحوں سے پندرہ بیس کشتیاں بھی لے کے اونٹوں پر لادلی گئی تھیں۔ یہ لٹھے دریائے میں ڈال دیئے گئے اور ان پر چار پانچ پیدل سپاہی چڑھ کے بانسوں سے کھینچتے ہوئے چلے۔ ساتھ ہی مسلمان سواروں نے گھوڑے پانی میں ڈال دیئے۔ان کے روکنے کی بہت کوشش کی گئی۔ اور بہت سے حملہ آور پانی میں گر گر کے ڈوب گئے۔ لیکن سواروں کے ایک گروہ نے پار پہونچ کے دشمنوں کو ہٹادیا۔ اور اتنا موقع پاتے ہی ہزاروں سپاہی دریا سے اتر گئے اور سب نے ایسی جانبازی سے مقابلہ کیا کہ دشمن دریا کا کنارہ چھوڑ کے ہٹ گئے اور اندلس کا سارا لشکر اطمینان کے ساتھ پار ہوگیا۔

عربوں کی ایسی خطرناک یورش دیکھ کر فریڈرک نے اپنے لشکر کو جمع کر کے ارادہ کیا کہ ایک ہی حملہ میں لڑائی کا فیصلہ کرے۔ ان کے حملے کے ساتھ ہی میدان قیامت گرم ہوگیا۔ جس جوش سے فرانسیسی حملہ آور ہوئے تھے ویسے ہی جوش سے عربوں اور اندلسیوں نے انھیں اپنے نیزوں پر روکا اور دست بدست لڑائی ہونے لگی۔ میمنہ۔ میسرہ، قلب۔ جدھر دیکھئے لوٹ کا بازار گرم تھا۔ زندگی کے رشتے کٹ رہے تھے۔ اور عمریں قضائے مبرم کے فرشتوں کے ہاتھوں سے منقطع ہو رہی تھیں۔ فرانس والے اپنے وطن کے لئے اگرچہ سر پر کھیل کے لڑ رہے تھے اور مر جانے پر آمادہ تھے۔ اور محبتِ وطن کے جوش میں ایک انچ زمین بھی نہ چھوڑتے تھے مگر اندلسی لشکر کی کثرت کا ان پر دباؤ بڑھ رہا تھا۔ سرفروشی کے حوصلوں پر بھی اکثر

اوقات انھیں عربوں کے حملوں کی ٹکر کھا کے چند قدم پیچھے ہٹ ہی جانا پڑتا تھا۔

ایک ایسے ہی موقع پر جب کہ مسیحی مجبور ہو ہو کے اور دباؤ کھا کھا کے ہٹ رہے تھے۔ عثمان ابن ابی لیسعہ نے دو ہزار جرار سواروں کو لے کے تکبیر کہی اور اس زور و شور سے حملہ کیا کہ دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اور آخر ایسے گھبرائے کہ نہایت بدحواسی کے ساتھ بھاگے۔ قلب کے لشکر کی شکست کے ساتھ ہی ساری فوج میں بھگدڑ پڑ گئی۔ عربوں نے تعاقب کیا۔ دس بارہ میل تک ہر طرف خون کا مینھ برس گیا۔ کیونکہ نہ آس پاس کوئی گاؤں تھا نہ گرد و پیش کی کوئی سڑک تھی جہاں حامیان وطن کی لاشیں برہنہ اور بے گور و کفن نہ پڑی ہوں۔ اس لئے کہ قاتلوں نے ستر پوشی کے لئے کپڑا چھوڑ بھی دیا تھا تو اسے وطن کے بے رحم چور اُتار لے گئے۔

فتح کے بعد ابنا ابی لیسعہ اپنی ساری فوج کے ساتھ طرٹیس میں داخل ہوا۔ اور پورے شہر میں ایک گشت لگا کے باہر دریا کے کنارے خیمہ زن ہو گیا۔ ایک ہفتہ کے قیام میں رعایا سے جزیہ وصول کیا گیا۔ اسقفوں راہبوں اور کلیسے والوں کو سند آزادی عطا کی گئی۔ پھر چند وسیع مکان لے کے اُن میں مسلمان زخمی رکھے گئے۔ ایک مدرستہ القرآن کھولا گیا تاکہ وہ توحید کی تبلیغ کے ساتھ زبان عرب کی بھی تعلیم دے مال غنیمت اور لونڈی غلام جو کچھ کہ ہاتھ آئے تھے ان کا پانچواں حصہ امیر اندلیسہ عبدالرحمٰن کے پاس مژدہ فتح کے ساتھ روانہ کر دیا گیا اور باقی حصہ رسدی مسلمانوں میں اس حساب سے تقیسم کیا گیا کہ سواروں کو پیدل

لوگوں کا دونا ملا۔ اسی زمانہ قیام میں تمام سپاہیوں کو کافی موقع مل گیا کہ اگر ضرورت سمجھیں تو اپنا حصہ غنیمت اپنے گھروں میں بھیج دیں۔

اب عثمان کا لشکر بڑی ہمتوں اور زبردست حوصلوں کے ساتھ پرانے شہر ابنِ نور دکی طرف بڑھا۔ جسے ان دنوں اولرون کہتے تھے۔ یہ بہت آباد شہر تھا۔ وہ تمام زائر اور مذہبی عقیدت کیش جو شہر انوس میں دلی یوحنا کی زیارت کے لئے آتے پہلے چند روز اسی شہر میں قیام کرتے۔ اور اس کی سوا دیں ہمیشہ دُور دُور کے آفاقیوں کا مجمع رہتا۔ خود شاہ لوڈیز جب اپنے دارالسلطنت بُردی غالہ سے انوس میں آتا تو اسی شہر میں سے ہو کے گزرتا۔

اولرون دریائے اردونہ کی دو چھوٹی مغربی شاخوں کے بیچ میں اُنکے سنگم کی جگہ پر واقع تھا۔ جو اگرچہ پایاب تھیں مگر بہت ہی تیز بہتی تھیں طرسیس کی شکست کے بعد لوڈیر کی فوجیں یہاں جمع ہوئی تھیں۔ جن کو خود لوڈیر نے نئے لشکر سے کمک پہونچائی تھی۔ اور تمام حامیان وطن اور جان نثاران ملت نے قسم کھائی تھی کہ مسلمانوں کو یہاں سے آگے نہ بڑھنے دیں گے۔

مگر ہمت ہارے ہوئے لوگوں کو از سرِ نو ہمت بندھانا اور ان میں تازہ جوش پیدا کرنا آسان نہیں ہے۔ جس وقت مجاہدین عرب کی فوجیں ان کو دکھائی دیں۔ سفید اندلسی علم نمودار ہوا ان کے قرنا کی رُعب دار آواز کانوں میں آئی سب نے اپنے جسم میں ایک جھرجھری سی محسوس کی اور چہرے اتر گئے۔ مگر ساتھ ہی خیال آیا کہ وطن کی حمایت۔ زن و فرزند کی حفاظت اور دین کی عزت و حرمت سب ہمارے استقلال اور ہماری پامردی سے وابستہ ہیں

افسروں نے پر جوش و خروش کڑ کے کہہ کہہ کے اور جوش دلایا۔ اور اوٹنی کا بچا اسی ہزار لشکر ندی کے پار اتر کے خود ہی آگے بڑھا کہ ان جری لیڈروں سے ان کی دست برد کا بدلہ لے لے۔

دشمن کو تیار دیکھ کے عربوں نے حملہ کر دیا اور بڑی سخت لڑائی ہونے لگی۔ جو میدان بارش کے وقت ندی میں پانی پہونچایا کرتا تھا آج خون سے اس کی آب یاری کر رہا ہے۔ دونو جانب شجاعت اور قومی حمیت کا جوش تھا۔ بہادرانِ جنگ تھک گئے تھے۔ ہاتھ پاؤں شل تھے شام ہونے کو آگئی تھی۔ اور لڑائی سے کسی کا ہاتھ نہ رکتا تھا۔ آخر آفتاب غروب ہو گیا۔ اور رات نے دونوں لشکروں کے درمیان آکے اپنا سیاہ پردہ ڈال دیا دونوں طرف کے تھکے ماندوں میں گھر یا خیموں تک آنے کی کہاں تاب تھی۔ رات تارے گن گن کے عرصۂ جنگ کی خون آشام زمین ہی پر کاٹی اور صبح ہوتے ہی خدا سے بعجز والحاح دعائے فتح مانگ کے پھر مصروف کارزار ہو گئے۔ اور کل کے تھکے ہاتھوں سے جس مستعدی و سرگرمی کی امید نہیں کی جاسکتی تھی پھر دکھادی۔ مگر رات ہی کے اندھیرے میں دس ہزار عربوں کا ایک جرار لشکر جنوب کی طرف پانچ چھ میل بڑھ جا کے دریا کے پار اتر گیا تھا۔ اور تاروں ہی کی چھاؤں میں نہایت خاموشی کے ساتھ شہر اولرون کے قریب گھاٹیوں میں پہونچ کے چھپ رہا تھا۔

صبح کو لڑائی شروع ہوئے دو گھنٹوں سے زیادہ زمانہ نہیں ہوا تھا کہ انھوں نے یکایک پہاڑیوں کی بلندیوں پر طبل جنگ بجوایا۔ عربی قرنا

پھونکے۔ سب نے گھوڑے کو ایڑ بتا کے باگیں ڈھیلی کریں اور للکارتے اور نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے شہر میں اُبڑ پڑے ساتھ ہی شہر کے بازاریوں عورتوں اور بچوں نے گھبرا گھبرا کے چیخیں مارنا اور رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ یہ ہنگامہ سُن کے مسیحی مبازران جنگ کے ہوش جاتے رہے اور لڑنا بھول کے سوچنے لگے کہ ہم بھاگیں گے تو جائیں گے کہاں؟ ساتھ ہی ان کے مقابل حریفوں نے زور و شور کے ساتھ ہر طرف سے حملے شروع کر دیئے۔ حملہ آوران شہر کی تکبیر کی آوازیں مبازران جنگ کی تکبیر دل سے ٹکراتی اور دونوں آوازیں ساتھ مل کے گرد کی پہاڑیوں میں گونجتی تھیں۔ ایک عرصہ حشر بپا تھا جس میں کان پڑی آواز نہیں سُنائی دیتی تھی۔ اور کوئی کسی کی نہ سنتا تھا۔ آخر حامیان وطن قبل اس کے کہ بھاگنے کا راستہ سوچ سکیں بھاگنے لگے۔ افسروں نے للکار کے بہت روکا مگر بدحواس مفروریں کے کان دجہ اور ضرورت کسی بات کا خیال نہ کرتے اور بدحواس بھاگے جاتے تھے۔ عربوں نے یہ حالت دیکھتے ہی اپنے بڑھے ہوئے حوصلوں کے زور میں حملہ میں اور شدت و تعاقب میں تیزی ظاہر کی۔ اور مفرورین کا یہ عالم تھا کہ بھاگتے کو راستہ نہ ملتا تھا، ہزاروں بھاگتے میں مارے گئے اور سیکڑوں دریا میں ڈوب مرے۔ غرض شام سے پہلے اولردن مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔

چھٹا باب

فتح پر تلی ہوئی معشوقہ

پہر دن چڑھے کا وقت ہے۔ آفتاب اُفق مشرق سے بہت بلند ہو آیا ہے اور شاہ یو دیز اپنے قدیم بارونق دار السلطنت بُرڈی غالہ (بورڈو) کے اس عالیشان قصر میں ہے جو لب آب واقع ہے۔ اور دریائے غرونہ اس قصر کے مشرقی جانب بہا ہے۔ اور چونکہ دہانہ قریب ہے اس لئے یہاں اس کا پاٹ دو میل سے کم نہیں ہے جس کے متحرک و متموج پانی پر آفتاب کی کرنیں نور برسا برسا کے پانی میں پارے کی سی چمک اور بے قراری پیدا کر رہی ہے۔

دریا میں صد ہا کشتیاں اور جہاز چل پھر رہے ہیں جن میں اکثر ہزاروں خلقت کو بہاؤ پر لا لا کے شہر میں اُتارتے اور خالی ہو کے واپس جاتے ہیں۔

یو دیز اپنے ایک پرائیوٹ کمرے میں۔ ایک منقش و زرنگار تخت پر پاؤں لٹکائے اور سر جھکائے بیٹھا ہے۔ اور نہایت ہی متفکر و متردد ہے۔ سامنے ایک چھوٹی سی چوکی پر اس کی نازپروردہ بیٹی منینہ بیٹھی ہے جس کی خوبصورت پیشانی پر شکنیں ہیں اور جس کے ہنس مکھ چہرے کی حد سے زیادہ سنجیدگی و متانت ظاہر کرتی ہے کہ باپ کی فکروں میں وہ پوری طرح شریک ہے۔ لیکن باپ کی فکرمندی کو خطرناک اور سلطنت کے حق میں مضر دیکھ کے اُس نے کوشش کی کہ اس کے

دل پر سے فکروں کا بار ہٹائے اور جہاں تک بنے اس کی تسلی وتشفی کرے کہا: "ابا جان! آپ زیادہ پریشان نہ ہوں ۔ آپ کی پریشانی سارے ملک کو پریشان کردے گی۔"

یوڈیر۔ بیٹی پریشان نہ ہوں تو کیا کروں۔ ملک کے سارے جنوبی حصہ پر دشمنوں کا قبضہ ہوگیا۔ میری مملکت کے بڑے بڑے آباد اور پر فضا شہر جو دینی حرمت رکھتے تھے۔ ان کے ہاتھ میں چلے گئے۔ سنتالیریز۔ سنتا برطراندہ قیمرانی الردلوتن اور طربیس سب پر اندلس کے مسلمان قابض ہیں۔ میرے لئے اپنے پسندیدہ ومحبوب ترین شہر انوس کے جانے کا راستہ بند ہوگیا۔ اور یوحنا حواری۔ کی زیارت کو اب جو لوگ جائیں گے۔ ان پر دین کے دشمنوں کی حکومت ہوگی پہلے مجھے اندیشہ نہ تھا مگر طربیس اور اولردان کی لڑائیوں نے میری ہمت پست کردی ہے۔

مینمرہ۔ آپ ہمت نہ ہاریں اور جن لوگوں کے حوصلے پست ہوگئے ہوں انھیں مقابلہ پر آمادہ کریں یہ فرانس کے نواب، یا کونٹ سے نہیں بلکہ ایسے دشمن سے مقابلہ ہے جس کی وجہ سے ہر شخص کی عزت وآبرو اور ساری قوم کا دین خطرہ میں ہے۔ لوگ بڑی خوشی سے لڑیں گے۔ آپ انھیں جمع کر کے روانہ تو کریں۔"

یوڈیر۔ فوج تو میں جمع کر ہی رہا ہوں۔ اور لوگ جوق درجوق آکے میرے جھنڈے کے نیچے جمع بھی ہوتے جاتے ہیں۔ مگر میرا دل اندر سے بیٹھا جاتا ہے۔ اولیردان میں جن لوگوں کو شکست ہوئی وہ میرے بھروسے کے لوگ تھے اور ان کی بہادری پر مجھے ناز تھا۔ جب ان کے قدم اکھڑ گئے تو یہ لوگ جو فوج میں

نئے بھرتی ہو رہے ہیں کیا سامنا کریں گے۔"

منینہ۔ اب لڑائی کا یہ طریقہ نہ رہے کہ ہماری فوجیں میدان میں مقابلہ کر کے ایک ہی لڑائی میں اپنی قسمت کا فیصلہ کر لیا کریں۔ بلکہ اب ان لوگوں سے قلعہ بند ہو کے لڑنا چاہیئے۔"

یوڈنیر۔ یہ تو پہلے ہی ہوتا۔ مگر خرابی یہ تھی کہ ہیرینیز کے ان نشیبی شہروں میں سے کہیں بھی قلعہ نہ تھا۔ ظاہر ہے فوجیں میدان میں نہ لڑتیں تو کیا کرتیں۔"

منینہ۔ خیر مضائقہ نہیں۔ اب ہمارے تین زبردست قلعے اُن کے راستے میں موجود ہیں۔ ایک تو توسیہ جو سمندر کے قریب یہاں سے اسّی میل پر ہے دوسرا سوتیوم جو ملک کے اندرونی حصہ میں ہے یہاں سے ستر میل پر ہے بغیر ان دونوں شہروں اور قلعوں پر قبضہ کئے وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اور وہاں سے بھی بڑھ آئیں تو قرمونہ کا سب سے بڑا زبردست قلعہ روکے گا جو یہاں سے تیس میل پر موجود ہے ان تینوں قلعوں کی فصیلوں کو خوب مضبوط کرا دیجئے اور ان میں اس قدر غلہ اور سامان رسد جمع کر لیجئے کہ کم از کم دو برس کے لئے کافی ہو سکے۔ ہمارے سپاہی اُن میں اطمینان سے بیٹھ کے مقابلہ کریں گے۔ عربوں کا ان پر کچھ زور نہ چلے گا اور وہ وقتاً فوقتاً جب موقع دیکھیں گے نکل کے دشمنوں کو پریشان کر دیں گے۔"

یوڈنیر۔ یہی میں بھی سوچ رہا ہوں اور سوا اس کے مفر ہی کیا ہے مگر اولیرکن کے قبضے سے نکل جانے کا مجھے بڑا قلق ہے۔"

منینہ۔ مگر ابا جان اس بارے میں بھی آپ مایوس نہ ہوں۔ مدت تک قلعہ بند رہ کے جب ہمارے سپاہی عربوں کو تھکا تھکا کے مار لیں گے تو پھر نکل کے

اپنے ان شہروں پر بھی قبضہ کرلیں گے۔"

یودنیر۔ میں نے اس وقت اپنے مشیروں اور سرداروں کو مشورے کے لئے بلایا ہے یقین ہے کہ سب جمع ہو گئے ہوں گے۔ اُن کے سامنے میں اس تجویز کو پیش کرنے والا ہوں اور ارادہ ہے کہ اگر یہ تجویز طے ہو جائے تو کل ہی میں خود ان شہروں میں جا کے قلعوں کی حفاظت اور قلعہ بندی کا انتظام اپنے سامنے کراؤں گا"

مینیہ۔ اباجان آپ قوسیو میں ٹھہریئے جو بُرڈی غالہ پر حملہ کرنے والے کے لئے آخری قلعہ ہے۔ اور قوسیہ اور سوتیوم میں جانے کی مجھے اجازت دیجئے میں وہاں کی حفاظت کا پورا بندوبست کرلوں گی اور آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ مسیح کی درگاہ سے مجھے اُمید ہے کہ دشمنوں کو آپ تک نہ پہونچنے دوں گی"

یودنیر۔ بیٹی ان وحشی عربوں کے مقابلے میں تمھارا جانا مناسب نہیں ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے پاس رہو اور مجھے یونہی مشورہ دے کے میری تسلی کیا کرو"

مینیہ۔ نہیں اباجان۔ میرا جانا ضروری ہے۔ میں نہ جاؤں گی تو نہ ان دونوں قبیلوں کی مضبوطی کا انتظام ہی ہو سکے گا۔ اور نہ کوئی سپاہیوں کی ہمت باندھنے والا ہوگا"

یودنیر۔ اگر تم چلی جاؤ گی تو میرا سارا دل تم میں لگا رہے گا اور مقابلے کا کچھ انتظام نہ کرسکوں گا"

مفتوح فاتح

مینہ۔ کیوں؟ کیا میں کبھی لڑائی پر نہیں گئی ہوں؟ آپ نے خود ہی مجھے جنگ کے میدان میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی ہے؟"

یو دیز۔ میں نے اجازت بھی دی اور تم نے جوانمردی سے مقابلہ بھی کیا مگر وہ لڑائیاں ان لوگوں سے تھیں جن میں انسانیت تھی۔ بوئے اُنس آتی تھی اور جو تمہاری پوری پوری قدر جانتے تھے۔ اور یہ لڑائی آدمیوں سے نہیں وحشی درندوں سے ہے"

مینہ۔ تو کیا میں نے شیر کا شکار نہیں کھیلا ہے اور درندوں سے نہیں لڑی ہوں؟"

یو دیز۔ مگر بیٹی یہ لوگ ان درندوں سے بھی بدتر ہیں"

مینہ۔ ابا جان اس میں آپ زیادہ انکار نہ فرمائیں اور مجھے جانے کی اجازت دیں۔ آپ خوشی سے اجازت نہ دیں گے تو میں چھپ کے بھاگ جاؤں گی۔ مگر اُن لوگوں سے مقابلہ ضرور کروں گی"

یو دیز۔ ایسا ہی شوق ہے تو اس وقت مقابلہ کر لینا جب وہ قریب آجائیں گے"

مینہ۔ مگر میں یہ نہیں چاہتی کہ وہ اتنی دور تک بڑھ آئیں۔ میں انھیں وہیں روکوں گی۔ اور آپ دیکھ لیں گے کہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھنے دوں گی"

یو دیز۔ تمھیں ایسی ہی ضد ہے تو میں مجبور ہوں۔ دل مانے یا نہ مانے خواہ مخواہ اجازت دوں گا لیکن قطعی رائے قائم کرنے میں اتنا صبر کرو کہ میں

آج کی کمیٹی میں اپنے وزیروں اور سرداروں سے بھی اس معاملہ میں مشورہ کر لوں تمہارا کوئی بھائی نہیں ہے۔ اور میری زندگی کی مسرت صرف تمہارے دم سے ہے۔ تم ہی میرے تاج و تخت کی وارث اور مُوَرِّہ اونجی خاندان کی یادگار ہو اس لئے میں اپنی زندگی سے زیادہ تمہاری حفاظت ضروری سمجھتا ہوں۔ بہتر یہ ہوتا کہ تم توسیوں میں ٹھہرتیں اور مجھ سے کہتیں کہ قوقصہ اور سوتیوم میں جا کے عربوں سے مقابلہ کروں؟"

میمنہ۔ اس کو کوئی گوارہ نہیں کر سکتا۔ بادشاہ تک دشمنوں کی رسائی اس وقت ہونی چاہیئے جب کوئی دوسرا باقی نہ رہے؟"

یودیز۔ اچھا تو اب کمیٹی کا وقت آگیا۔ تم اپنی سہیلیوں کو بلالو اور یہیں بیٹھ کے اُن سے باتیں کرو۔ جب تک میں کمیٹی سے فراغت کر کے آجاؤں گا؟"

یہ کہتے ہی خادم کو آواز دی اور ایک بہت ہی کمسن اور خوبصورت پیج[1] جو نہایت پرتکلف اور بھاری کپڑے پہنا تھا سامنے آکے ادب سے کھڑا ہو گیا۔

یودیز۔ دربار کے کمرے میں سب لوگ جمع ہو گئے ہیں؟"

---

[1] فرنگستان کے اس زمانے کے بادشاہوں اور امیروں کا معمول تھا کہ خوبصورت اور کمسن لڑکے جو جنت کے غلمانوں کا نمونہ ہوتے اپنی خدمت میں رکھتے۔ یہ لڑکے پیج کہلاتے ہیں ان کے لباس کے خوبصورت اور قیمتی بنانے اور ان میں طرح داری پیدا کرنے میں ایک ایک سے بڑھ کے حوصلہ دکھاتا۔

بچی۔ زمین بوس ہو کے) حضور سب آگئے اور اب کسی کا انتظار نہیں ہے۔"

یودیز۔ تو میں بھی چلا۔" یہ کہہ کر اُٹھا۔ تیج اس کے پیچھے ہولیا اور اُس

کے جاتے ہی شاہزادی کی چاروں سہیلیاں جو دوسرے کمرے میں بادشاہ کے

جانے ہی کی منتظر بیٹھی تھیں آگئیں اُن کی صورت دیکھتے ہی مئینہ نے کہا "تم سب

کی کیا رائے ہے؟ ابا جان تو میرے جانے کو کسی طرح نہیں منظور کرتے۔"

پلشیریا۔ پھر اُن کے حکم میں کون دخل دے سکتا ہے؟"

سلوریا۔ مگر ہماری شہزادی کے حسن کا امتحان رہ جائے گا۔"

فلاوریا۔ اور مجھے یقین ہے کہ ہماری شاہزادی نے جس طرح اور کئی دشمنوں

کو زیر کیا ہے عربوں کے سردار کو بھی زیر کر لیں گی۔"

مئینہ۔ اور کوئی زیادہ خوف کی بھی بات نہیں ہے۔ میں کہتی ہوں کہ میدان

کی لڑائی ہو چکی۔ اب میں تو قوصرہ اور سوتیوم کے قلعوں میں قلعہ بند ہو کے عربوں

سے مقابلہ کروں ہم لوگ قلعے کے اندر رہیں گے اور دشمنوں کا کوئی زور نہ چلے گا

لیکن انھیں ہم ذرا بھی غافل پائیں گے تو یکایک نکل پڑیں گے اور سخت نقصان

پہونچا دیں گے۔"

رویلدا۔ تھا تو اچھا اگر جب بادشاہ مانتے ہی نہیں تو کیا ہو سکتا ہے؟"

مئینہ۔ مانتے کیسے نہیں۔ میں نے حد سے زیادہ اصرار کیا اور آخر راضی

ہوئے کہ اس معاملہ کو اس وقت اپنے مشیروں کے سامنے پیش کریں گے اور اگر ان

لوگوں نے پسند کیا تو خوشی سے مجھے جانے کی اجازت دے دیں گے۔"

فلاوریا۔ تو آپ جا چکیں۔ اول تو کوئی سردار آپ کا جانا یونہی نہ پسند کریگا

اور جب بادشاہ بھی یہی رائے دیکھیں گے تو سب کے سب خلاف پکار اٹھ دیں گے۔"

مینہ۔ "مگر چاہے کچھ ہو۔ میں جاؤں گی ضرور۔ ابا جان کو اس کی اچھی طرح خبر نہیں ہے کہ میں حریف کو کس طرح بے بس کر دیا کرتی ہوں۔"

ہلیٹریا۔ "فوج کے جن سرداروں نے آپ کا کمال دیکھا ہے انھوں نے بیان نہ کیا ہوگا۔"

مینہ۔ "نہیں کسی نے نہیں کہا۔ ایک، آدھ عورت نے بیان بھی کیا تو انھیں یقین نہیں آیا۔ فوج کے سردار جنھوں نے دیکھا انھوں نے ان فتوں کو اپنی کارگزاریاں بنا کے دکھایا (مسکرا کے) میری تعریف کرتے تو اُن کی جوان مردی میں بٹہ نہ لگ جاتا۔"

سلوریا۔ "مجھے تو یہ مشکل معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ آپ کو لڑائی پر جانے کی اجازت دیدیں۔"

مینہ۔ "وہ اجازت دیں یا نہ دیں میں جاؤں گی ضرور۔ اور تم سب کو بھی میرے ساتھ چلنا ہوگا۔"

فلاوریا۔ "ہم آپ کو چھوڑ کے کہاں جا سکتے ہیں۔ اب تک تو یہ ہوا کہ دشمن سردار جب آپ کا رُخِ زیبا دیکھ کے بدحواس ہوا۔ ہماری فوج کے سپاہیوں نے اُسے مار ڈالا۔ مگر اب کی ہم خود آپ کے ساتھ ساتھ رہیں گے۔ اور جیسے ہی کوئی شکار آپ کے تیرِ نظر کا گھائل اور برق کا نشانہ بنے گا گرفتار کر لیں گے۔ مجھے تو دیکھنا یہ ہے کہ عرب کے لوگ کیسے ہوتے ہیں؟ اور ان پر حسن کا کیا اثر

پڑتا ہے؟"

رویلدا۔ مگر شہزادی بناؤ سنگھار کا سب سامان اور زیب وزینت کی تمام ضروری چیزیں یہیں سے ساتھ لیتی چلے گی وہاں کوئی چیز منگانی نہ پڑے"

پلشیریا۔ (ہنس کے) "یہ بھی کوئی کہنے کی بات تھی۔ شہزادی کا سنگھار دان ہمیشہ ساتھ رہتا ہے۔ اور ان کی مشاطہ بھی کبھی اُن سے جدا نہیں ہوتی"

منینہ۔ مجھے تو تمنا ہے کہ کہیں عربوں کے سرداروں کا اور میرا سامنا ہوجاتا میں تھوڑی دیر تک مقابلہ کر کے یکایک نقاب اُلٹ کے اُسے اپنا چہرہ دکھاتی اور دیکھتی کہ بدحواسی اور آپے سے باہر ہونے میں اس کی کیا حالت ہوتی ہے نہیں معلوم یہ حسن کا جادو اُس پر چلتا ہے یا نہیں"

سلوریا۔ جادو ہے تو چلے ہی گا"

اتنے میں بادشاہ یودیز کونسل سے واپس آ کے تخت پر بیٹھ گیا اور شہزادی کی سہیلیاں اُٹھ کے بادشاہ کے بیچ کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔ یودیز نے تھوڑی دیر تامل کر کے شہزادی سے کہا۔ بیٹی! اس وقت تمام وزیروں اور فوجی افسروں کے مشورے سے قرار پایا کہ آئندہ ہم عربوں سے قلعہ بند ہو کے لڑیں اور پہلے سوتیوم اور توقوصہ کے قلعوں کو مضبوط کیا جائے۔ اور جو پچاس ہزار فوج یہاں جمع ہو گئی ہے کل ہی ان دونوں قلعوں میں بھیج دی جائے۔ اور میں جا کے توسیو کے قلعہ میں ٹھہروں اور جہاں تک بنے اُسے مضبوط کردوں"

منینہ۔ مگر میرے جانے کے بارے میں کیا رائے قرار پائی ہے؟ میں

چاہتی ہوں کہ کل ہی اس فوج کے ساتھ روانہ ہو جاؤں ۔"

یو دیز ۔ تمہارے جانے کو میری طرح اور سب لوگ بھی ناپسند کرتے ہیں اُن کا خیال تھا کہ اگر کوئی یہیں کا دشمن ہوتا تو اس کے مقابلے کے لئے تمہارا جانا موزوں تھا ۔ عربوں سے لڑنے کے لئے ایک فرنگستان کی شہزادی کا جانا مناسب ہے ۔ مگر جب میں نے تمہارا اصرار اور ضد بیان کی تو اکثر نے منظور کر لیا ۔ اور یہ رائے ظاہر کی کہ تمہارے اشارے پر لوگ جان دینے کو تیار ہو جائیں گے "

مینہ ۔ (خوش ہو کے) مجھے جانے کی اجازت ہے ؟"

یو دیز ۔ مگر میں کہتا ہوں کہ تم میرے ہی ساتھ رہو تو اچھا ہے ۔ بجائے سوتیوم اور قوتمہ والوں کے تمہاری بہادری سے میں ہی کیوں نہ فائدہ اُٹھاؤں

مینہ ۔ اگر خدانخواستہ عرب قوسیو کے قلعہ تک پہونچے تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ ان سے پہلے میں آپ کے پاس آجاؤں گی ۔ اور لڑائی کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہوں گی "

یو دیز ۔ (حسرت آلود لہجے میں) ۔ خیر اگر تمہیں جانے کا ایسا ہی شوق ہے تو جاؤ میں تمہیں مسیح اور دوشیزہ مادر محترم اور تمام دلیوں کے سپرد کرتا ہوں "

یہ کہتے ہی یو دیز کا دل بھر آیا ۔ مگر اس نے اپنے جذباتِ رقت کو روکا اور اُٹھ کے چلا گیا ۔ باپ کے جاتے ہی شہزادی نے اپنی سہیلیوں کو بُلا کے روانگی کی تیاریاں کیں اور دوسرے دن علی الصباح نئی فوج کے ساتھ جنوب کی طرف روانہ ہو گئی ۔

ساتواں باب

عثمان ابن ابی یسعہ کی سبقت

شہر اویل رون پر قبضہ کرنے کے بعد عثمان ابن ابی یسعہ نے ایک زمانے تک خود تو وہیں قیام کیا۔ مگر مختلف سرداران عرب کی ماتحتی میں چھوٹی چھوٹی فوجیں بھیج کے قرب وجوار کے گاؤں اور مقابلہ کی طاقت نہ رکھنے والے شہروں پر قبضہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ سمندر کے مشرقی ساحل دامن کوہ پیرے نیز کا پورا علاقہ اُس کے زیر حکومت تھا۔ جہاں دیوانی کے عہدہ دار خراج وصول کر کے فوجداری و دیوانی کے اختیارات عمل میں لانے اور نظم ونسق مملکت قائم رکھنے کے لئے اُس نے مقرر کر دیئے۔

اب عثمان ابن ابی یسعہ کے پاس اندلس سے تیس ہزار لشکر اور آگیا تھا اور جو لوگ گذشتہ لڑائیوں میں شہید ہوئے اُن کی تعداد وضع کرنے کے بعد بھی اس کے ہمراہ عَلم اسلام کے نیچے پچاس ہزار سپہ گرد تھے جن میں زیادہ تعداد سواروں کی تھی جن کے حملوں کی دشمن بہت کم تاب لا سکتے تھے۔

اب اس عرب سپہ سالار کا ارادہ تھا کہ اکوی طائ کے اُن کوہستانی شہروں کی طرف رُخ کرے جو مشرقی پیرے نیز میں واقع تھے۔ تاکہ یہاں کی زیادہ نزہت بخش اور رُوح افزا وادیوں سے لطف اُٹھائے اور اس طرف کی گھاٹیوں سے۔

براہ راست اندلس کا راستہ جاری کرے۔ یہ ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک دن خلف بن عباس الخزاعی کی تحریر ملی اور معلوم ہوا کہ وہ طولوس کو فتح کر کے دریائے غرونہ کے پار اُتر آیا ہے۔ اور شہر لقورہ کے پاس کوشش کر رہا ہے کہ اُسے فتح کر کے دریائے غرس بھی پار ہو اور شہر اغم کی طرف بڑھے۔ یہ خط دیکھتے ہی اس نے دل میں کہا تب تو مجھے بجائے پیرے نیز کی گھاٹیوں میں گھسنے کے شمال کی طرف کوچ کر کے یو دیز کے دار السلطنت بُرڈی غالہ کا ارادہ کرنا چاہیئے تا کہ طے شدہ تجویز کے مطابق توسیوان میں ہم دونوں کے لشکر مل جائیں۔ خلف اگر مجھ سے پہلے وہاں پہونچ گیا تو اُسے بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔ اس پس و پیش میں تھا کہ امیر اندلوسیہ عبد الرحمٰن غافقی کا خط ملا۔ اس نے لکھا تھا۔

تمھاری کارگذاریاں قابلِ تعریف ہیں۔ سارے اندلس میں تمھاری شجاعت کی تعریف ہو رہی ہے۔ اب تم فوراً شمال کی طرف روانہ ہو اور یو دیز کے دار السلطنت پر قبضہ کر کے اس کے ملک کو قلمرو خلافت میں شامل کر لو۔"

یہ خط پانے کے بعد عثمان بن ابی نسعہ نے اپنے جاسوسوں سے دشمنوں کے حالات دریافت کیئے تو معلوم ہوا کہ کوئی طاقت کا کوئی لشکر اب اُس کے مقابلے کو نہ آئے گا۔ جب کہ فرانسیسی فوجیں قلعہ جات سوتیوم اور قوقسہ میں قلعہ بند ہو کے لڑنے کا سامان کر رہی ہیں یہ سن کے اس نے کہا" وہی ہوا جس سے میں بچتا تھا۔ اب خدا جانے کتنے دنوں محاصرہ کیئے پڑا رہنا پڑے۔ اور بڑی مشکل یہ ہے کہ ابن عباس خزاعی سے شہر فوسیوس میں ملنے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر وہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ گیا تو بڑی خرابی ہوگی۔ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ درمیان کے قلعے چھوڑ کے

میں آگے بڑھ جاؤں۔ خیر اب تو جو کچھ ہو پیرے نیز کی گھاٹیوں کو چھوڑ کے مجھے شمال ہی کی طرف بڑھنا چاہیئے۔ اس کے بعد اپنے ہمراہی افسران فوج کو بُلا کے مشورہ کیا اور ان کو بھی شمال کی طرف بڑھنے پر آمادہ پا کے حکم دیدیا کہ پرسوں قوقوصہ کی طرف کوچ ہے۔

اولیرون سے قوقوصہ تقریباً ستر میل کی مسافت پر تھا لیکن خرابی یہ تھی کہ اگر براہ راست وہاں کا مقصد کیا جائے تو راستے میں چار پانچ دریا پڑتے تھے خصوصاً پچھلا عمیق دریا تو ارجیں کے کنارے یودیز کا کثیر التعداد لشکر جو قوقوصہ میں قلعہ بند ہو کے لڑنے کے لئے آیا تھا مزاحمت کرنے کو موجود تھا۔ اور کوسوں تک انتظام کر دیا گیا تھا کہ عرب کسی جگہ دریا کے پار نہ اُترنے پائیں۔ یہ حالات سُن کے عثمان کو اس سفر میں خطرے اور دقتیں نظر آئیں۔ متردد تھا کہ رہبروں سے معلوم ہوا دو بجائے اس سیدھے راستے کے اگر لشکر عرب طربیس میں واپس جا کے شمال کی طرف کوچ کرے اور شہر سوتیوم پر حملہ آور ہو اور پھر وہاں سے قوقوصہ کا ارادہ کرے تو راستے میں کوئی دریا نہ پڑے گا۔ لیکن وہاں اس راستے سے لشکر کو زیادہ مسافت طے کرنا پڑے گی۔ کیونکہ اولیرون سے طربیس پینتیس میل)۔ وہاں سے سوتیوم ساٹھ میل اور وہاں سے قوقوصہ پچاس میل ہے۔ مگر اس راستے سے حملہ کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ سوتیوم کا قلعہ بھی زبردست ہے اور قوقوصہ کے بعد دشمن اسی میں پناہ گزیں ہو کے لڑنا چاہتے ہیں۔ اگر قوقوصہ سے پہلے ہی مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کر لیا تو قوقوصہ کا زور بالکل ٹوٹ جائے گا۔"

یہ حالات معلوم ہونے کے بعد عثمان نے کہا "تو ایک تدبیر کی جائے (اپنے

ایک پُرانے رفیق مجاہد بن علقمہ الشیبانی سے، لشکر کو میں دو حصوں میں تقسیم کئے دیتا ہوں۔ بیس ہزار مجاہدوں کو لے کے تم دریاؤں سے اُترتے ہوئے سیدھے قوقو صہ پر جاؤ۔ کشتیاں اور ٹوکرے[1] اُونٹوں پر لدے ہوئے ساتھ ہی ہیں۔ اُمید ہے کہ تمھاری مستعدی سے زیادہ دشواری نہ پیش آئے گی۔ باقی تیس ہزار فوج کو میں اپنے ساتھ لے کے یہاں سے طربیس اور وہاں سے جلدی جلدی کوچ کر کے سوتیوم پر جا پہونچوں گا۔ ان دونوں قلعوں پر حملہ ہونے سے دشمنوں کی قوت بٹی رہے گی۔ اور کیا عجب کہ دونوں آسانی سے فتح ہو جائیں ''

مجاہد نے اس رائے کو بہت پسند کیا اور تیسرے دن دونوں لشکر اپنے اپنے مقررہ راستوں پر روانہ ہو گئے۔ یوڈیکز کے افسروں کو اس کی اطلاع نہ ہوئی اور جب مجاہد بیس ہزار لشکر عرب کے ساتھ براہ راست قوقوصہ کی طرف روانہ ہوا تو مقابلہ کا جو کچھ انتظام تھا قوقوصہ ہی کے قلعہ میں کیا گیا۔ سوا تھوڑی سی فوج کے جو سوتیوم میں چھوڑ دی گئی تھی کل لشکر قوقوصہ میں چلا آیا۔ اور مسلمانوں کے روکنے کے لئے دریا اتور کے کنارے بڑا بھاری لشکر جمع ہو گیا۔ چار پانچ ہی روز بعد اُس میں اور مجاہد کے لشکر میں تیروں کی لڑائی شروع ہو گئی۔ مجاہد اگرچہ دریا سے اُترنے کا کافی سامان لایا تھا مگر دشمنوں کی تعداد اس قدر

---

[1] دریاؤں کے پار اترنے میں ٹوکرے کشتیوں سے زیادہ بے خطر ہوتے ہیں۔ ان کا رواج بعض جگہ اب بھی ہے لیکن اگلے دنوں ساری دنیا میں تھا۔ جا کرٹ کے بڑے بڑے بنا کے چمڑہ منڈھ دیا جاتا اور ان پر رال کا روغن پھیر کے مسامات بند کر دیئے جاتے ہیں۔

زیادہ تھی کہ کسی جگہ اُسے دریا سے پار اُترنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ اُنھوں نے نہایت ہی ہوشیاری دبیدار مغزی سے دُور دُور تک دریا کی نگرانی رکھی کہ مسلمان جس طرف سے اُترنے کا قصد کریں فوراً پہونچ کے روکا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں پہونچے پورا ایک ہفتہ ہو گیا مگر مسلمان دریا کے اُس پار نہیں اتر سکے۔ دونوں لشکر دریا کے دونوں کناروں پر آمنے سامنے پڑے ہیں۔ اور دن بھر دونوں سپہ گروں کے حوصلے صرف مشق تیر افگنی سے پورے ہوتے ہیں۔

آٹھواں باب

"بڑی بیکر جاسوس"

شاہزادی امینہ اگرچہ بڑی فالت خاص میدان کا ارادہ کر کے آئی تھی مگر سوتیوم میں آ کے ٹھہر گئی اور وہاں کے قلعہ کو اپنی نگرانی میں مضبوط کرا رہی ہے بجائے اس کے کہ توقرمہ میں پہونچ کے عربوں کے مقابلہ میں جوہر شجاعت دکھائے یہاں ٹھہر جانے میں اس کی یہ مصلحت ہے کہ وہ چاہتی ہے ذرا الگ سے کھڑے ہو کے عربوں کی حالت دیکھے۔ ان کے مذاق و معاشرت سے واقف ہو۔ ان کی لڑائی کا رنگ دیکھے۔ پھر اس کے بعد آگے بڑھ کے ان کا سامنا کرے اسی فکر میں ایک دن اپنی سہیلیوں میں بیٹھے بیٹھے ایک لمبی سانس لے کے بولی۔ "کسی طرح سے مجھے یہ معلوم ہوتا کہ عربوں کا سردار کیسے مزاج اور کس طبیعت کا آدمی ہے۔"

بلشیریا۔ اب اس لڑائی کے زمانے میں تو شہزادی یہ بہت مشکل ہے لڑائی نہ ہوتی اور یہ لوگ اندلس میں ہوتے تو میں خود بھیس بدل کے جاتی اور پتہ لگاتی لیکن آج کل تو یہ غیر ممکن ہے۔ ہم میں کوئی اتنا بھی تو نہیں ہے کہ ان کی زبان میں باتیں کر سکے۔"

سلوریا۔ سوتیوم میں تلاش کرادو۔ شاید اندلس کی کوئی ایسی عورت مل جائے جو عربوں کی زبان جانتی ہو یا اُن کے لشکر میں جا سکے۔"

مینونہ۔ بس یہی ایک تدبیر ہے۔ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے"

فلاویا۔ میں یہاں کے حاکم اور قلعہ دار سرویطوس کو بلاتی ہوں۔ شاہزادی انھیں حکم دیں تو دو ہی تین دن میں وہ کوئی ایسی عورت پیدا کر دیں گے"

مینونہ۔ اُن کے ذریعہ سے مل تو جائے گی۔ مگر میں چاہتی تھی کہ کوئی جانی بوجھی اور بھروسے کی عورت ہوتی"

بلیثربا۔ آج کل تو جو ملے گی بھروسے ہی کی ملے گی۔ لوگ عربوں سے اس قدر جلے اور ڈرے ہوئے ہیں کہ ان کے مقابلے میں ہمارے ساتھ سب ہی وفاداری کریں گے"

شاہزادی کا منشا پا کے فلاویا اسی وقت گئی اور سرویطوس کو بلا لائی۔ جو حاضر ہو کے آداب بجا لایا اور شاہزادی نے کہا۔ سرویطوس میں کوئی ایسی عورت چاہتی ہوں جو اندلس کی اور عربوں کی زبان جانتی ہو۔ اور بھروسے کی عورت ہو"

سرویطوس۔ (غور سے تامل کے بعد) حضور ایک عورت نے چند روز ہوئے یہاں آ کے پناہ لی ہے۔ وہ ایک بہت ہی خوبصورت اور کمسن لڑکی ہے اور اس کا بیان ہے کہ اطراف طولوسا کے ایک مسیحی سردار کی بیٹی ہے تربونہ کے عرب ہوائم نے اُس کا گاؤں لوٹ لیا۔ اور اسے گرفتار کر کے عربوں کے اسی سردار کے (؟) جوان کا سب سے بڑا سپہ سالار ہے اور ہمارے مقابلے کو آیا ہے نذرانے کے طور پر بھیج دیا۔ مگر وہ کوئی حکمت کر کے بھاگ آئی۔ اس کے سوا اُس کے اور کچھ حالات میں نہیں جانتا"

مینہ۔ اگر اس کا یہ بیان سچ ہے تو مجھے اس سے بڑی مدد ملے گی۔ مجھے ایسی ہی عورت چاہیئے۔ لیکن آج کل تو ایسا زمانہ ہے کہ کسی ناواقف شخص کو رازدار بناتے ڈر معلوم ہوتا ہے۔"

ملوریا۔ حضور اُسے ضرور بلوائیں۔ اگر خلاف بھی ہوگی تو ہمارا کیا بنا لے گی ہم ہوشیار رہیں گے۔ نہ اس پر کوئی اپنا راز ظاہر کریں گے اور نہ اُس کے کہنے سے کوئی ایسا کام کریں گے جس میں خطرہ نظر آتا ہو۔"

مینہ۔ خیر جو کچھ ہو اُسے بلوانا ضرور چاہیئے۔ مگر سرولیطوس تم اس کا تو پتہ لگاؤ کہ اُسے اپنے گھر بار کی تباہی و بربادی کا جو کچھ حال وہ بیان کر رہی ہے وہ کہاں تک سچ ہے۔ آج کل طولوس اور اُس کے آس پاس کے بہت سے لوگ بھاگ بھاگ کے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ تم کوشش کرو گے تو کچھ نہ کچھ ضرور معلوم ہوگا۔"

سرولیطوس۔ جو حضور کا حکم ہو۔ تو میں اُسے بلواؤں؟ حضور کے سامنے ہی اُس کا اور اُس کے باپ اور وطن کا نام دریافت کرلوں گا۔" شہزادی نے اجازت دی اور وہ تعمیل حکم کے لئے روانہ ہوا۔ سرولیطوس نے اس عورت کے ایسے صفات بیان کئے تھے کہ شہزادی اور اس کی سہیلیوں کو اُس کے آنے کا بے حد انتظار تھا۔ اور انتظار کا زمانہ اسی گفتگو میں گذرا کہ اس عورت سے کیونکر ملیں؟ اور اس کے ساتھ کیا برتاؤ کریں؟۔ چنانچہ طے پایا کہ اصل میں چاہے کسی قدر احتیاط کی جائے مگر ظاہر میں اُسے بالکل دوست اور ہمدم و ہمراز بنا کے اُس سے اسی طرح خلا ملا رکھنا چاہیئے جیسا کہ دوسری سہیلیوں سے ہے۔ کوئی تین گھنٹے کے بعد سرولیطوس

نے حاضر ہو کے اپنی اطلاع کرائی۔ اور باریابی کے بعد اس حسینہ کو لا کے پیش کر دیا۔ یہ ایک نہایت ہی حسین و پری جمال سترہ اٹھارہ برس کی لڑکی تھی جس کے حسن و جمال کو شہزادی اور اس کی ساتھ والیاں دیکھ کے گھبرا سی گئیں۔ ایک ایک شہزادی کے حسن پر تو اس کی خوش حالی کا اثر نہیں پڑتا۔ مگر چاروں سہیلیوں کے چہرے ماند پڑ گئے اس کا چہرہ نہ تھا آتش بازی کی مہتاب تھی کہ اس کے چھوٹتے ہی سارے چراغ بے نور ہو گئے یہ کمسن حسینہ سامنے آکے ادب سے آداب بجا لائی اور خاموش کھڑی تھی کہ شہزادی نے بلا کے اپنے پاس بٹھا لیا۔

سرولیطوس۔ (شہزادی سے) اگر حضور اجازت دیں تو اس حوروش نازنین سے میں چند باتیں دریافت کر لوں؟"

میلنہ۔ "ضرور پوچھو"

سرولیطوس۔ (اس حسین لڑکی سے) تمھارے حالات میں نے مختلف لوگوں سے سُنے ہیں۔ لیکن خود تم سے دریافت کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ ہماری شہزادی میری زبان سے تمھارا ذکر سُن کر تم پر مہربان ہو گئی ہیں اور تمھارے حالات سُننا چاہتی ہیں۔ اس لئے میں جو کچھ پوچھوں اُس کا صاف صحیح اور مختصر جواب دو پہلے مجھے اپنا نام بتاؤ۔"

لڑکی۔ میرا نام ہیلینا ہے

سرولیطوس۔ تمھارے والد کا کیا نام تھا؟ وہ کون تھے؟ اور اُن کا کیا واقعہ ہے؟"

ہیلینا۔ میرے والد کا نام برباطیو تھا طوس سے جنوب و مشرق کی طرف

دریائے عرونہ کے کنارے ایک چھوٹا سا شہر ہے دمار تو سوں میرے والد وہاں کے زمین دار اور سردار تھے۔ اور تمام لوگوں میں مشہور ہے کہ ان اطراف میں سب سے پرانا اور رومیوں کے زمانے کا خاندان ہمارا ہی تھا۔ ہم وہاں اطمینان اور خوش حالی سے زندگی بسر کرتے تھے اور میں نے بہت لاڈ و پیار سے پرورش پائی تھی۔ مگر ایک دن یکایک ہمارے شہر پر نربونہ کے مسلمان حاکم نے زبردست لشکر سے حملہ کر دیا۔ اباجان میں اگرچہ مقابلہ کی طاقت نہ تھی مگر جان و مال اور عزت و آبرو کا معاملہ تھا۔ جتنے آدمی مل سکے ساتھ لے کے مقابلہ کو نکلے۔ اور کئی گھنٹوں تک لڑتے رہے۔ مگر کب تک؟ آخر شہید ہوئے۔ میرے دو بھائی اور کئی عزیز بھی ان کے ساتھ کام آئے۔ جو لوگ ساتھ گئے تھے ان میں سے اکثر مارے گئے اور جو بچے بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب کوئی ہمارا مربی اور بچانے والا نہیں باقی رہا تو دشمنوں نے شہر کو لوٹا اور عورتوں کو پکڑ کے نربونہ میں لے گئے جن میں میں بھی تھی دو ہفتہ تک میں نربونہ کے حاکم کے محل میں رہی اور اس کے بعد اُس نے مجھے عربوں کے بڑے سردار عثمان کے پاس بھیج دیا وہ اُن دنوں شہر الباب میں تھا جو پیرینیز کی گھاٹی کے اندر ہے۔ میں کئی مہینوں تک اُس کی خدمت میں رہی۔ وہاں اس کی لونڈیوں اور غلاموں سے میں نے ربط بڑھایا اور سب کو اپنا دوست بنا کے اتنا اقتدار پیدا کر لیا کہ عثمان جب چند روز کے لیے اندلس کے شہر بشکنش [illegible] گیا تو میں موقع پا کے بھاگ کھڑی ہوئی اور گرتی پڑتی یہاں پہونچی کہ [illegible]

ظلم سے بچوں۔"

سرویلطوس۔ تمھاری داستان بہت ہی افسوس ناک ہے اور مسیح کے فضل سے اُمید ہے کہ ہماری شہزادی کے پاس تمھیں پناہ مل جائے گی اور عربوں سے تمھارا بدلہ لے گی۔ مگر تمھارے شہر کا کوئی شخص بھی یہاں ہے؟"

ہیلینا۔ بہت سے ہوں گے مگر میں کسی کو نہیں جانتی۔"

سرویلطوس۔ تمھارے شہر کے تباہی کا حال تو بہت سے لوگ جانتے ہوں گے؟"

ہیلینا۔ سب ہی جانتے ہیں۔"

سرویلطوس۔ خیر اب تم شاہزادی کی خدمت میں رہو اور آئندہ انھیں کو اپنا حامی و مددگار جانو۔ ان سے تم کو اپنی مظلومی کا بدلہ مل جائے گا (شہزادی سے) اب حضور اجازت ہو تو غلام رخصت ہو؟"

مینہ۔ ہاں اب تم جاؤ۔ تم نے بڑا کام کیا کہ اس مظلوم لڑکی کو مجھ سے ملا دیا۔"

سرویلطوس اجازت پا کے چلا گیا۔ اور شہزادی نے ہیلینا کی طرف توجہ کر کے کہا۔ میں تم سے مل کر بہت خوش ہوئی اور تمھارا حال سُن کے مجھے بڑا افسوس شاید میری صحبت میں رہ کے تم اپنے غم کو بھول جاؤ۔ مگر یہ بتاؤ کہ یہاں تمھارا کوئی عزیز قریب بھی ہے؟"

ہیلینا۔ یہاں کیا کہیں کوئی نہیں ہے۔"

مینہ۔ کہیں تو کوئی ہوگا؟"

ہیلینا۔ کہیں نہیں۔ طولوس میں میری ماں کے قربت دار تھے۔ مگر خدا جانے اُن کا کیا حشر ہوا۔ زندہ بھی ہیں یا نہیں۔ اور اگر ہوں بھی تو اب میں اس حال میں اُن سے ملنا نہیں چاہتی۔"

مینہ۔ یہاں تم بالکل اکیلی رہتی ہو؟"

ہیلینا۔ بالکل اکیلی۔ ایک خانقاہ میں مسافروں کی طرح رہتی ہوں اور ایک نیک بخت نن صاحبہ کی مہمان ہوں۔"

مینہ۔ تو پھر تم میرے ہی پاس نہ چلی آؤ؟"

ہیلینا۔ اس سے زیادہ میری کیا خوش نصیبی ہوسکتی ہے؟"

مینہ۔ تو جاؤ اپنا اسباب لے آؤ (سلوریا سے) تم ان کے ساتھ چلی جاؤ دو ایک غلاموں کو بھی لیتی جاؤ۔ جو کچھ اسباب ہو اسی وقت اُٹھا لاؤ۔ اور یہاں لا کے رہنے کا پورا بندوبست کر دو۔ تاکہ آرام سے رہیں اور کسی بات کی تکلیف نہ ہو۔"

اس حکم کے ساتھ سلوریا ہیلینا کے ساتھ اس کا اسباب لانے کو گئی اور شہزادی نے اپنی دوسری سہیلیوں کی طرف دیکھ کے کہا" مجھے تو بہت ہی نیک بخت سیدھی سادی اور بالکل سچی معلوم ہوتی ہے۔ (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) آہ! ان ظالم وحشی عربوں کے ہاتھ سے کن کن لوگوں پر کیسے کیسے ظلم ہوا ہے ہیں میرے نزدیک تو یہ لڑکی بالکل بھروسے کے قابل ہے۔ تم کیا کہتی ہو؟"

پلشیریا۔ حضور بہت ہی نیک بخت اور بھولی لڑکی معلوم ہوتی ہے۔ اُسے جھوٹ بولنے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے اگر ناواقفیت کی وجہ سے کوئی شبہ بھی ہو تو دو

چار روز میں جاتا رہے گا۔"

اس رائے سے رویلدا اور فلاویا نے بھی اتفاق کیا اور شہزادی پھر فوجی اصلاح اور فصیل قلعہ کی مرمت اور مضبوط کرنے میں مصروف ہو گئی۔ اسی اثنا میں اُسے خبر ملی کہ عربوں کا لشکر قوقوصہ کے قریب آپہونچا۔ فرانسیسی لشکر نے اُسے دریائے اتور کے کنارے روکا ہے اور دونوں جانب سے تیروں کی لڑائی ہو رہی ہے۔

اب ہیلینا کو ایک ہفتہ ہو گیا۔ چاروں سہیلیوں کی طرح شب و روز شہزادی کی صحبت میں ہے۔ شہزادی اور اس کی سہیلیاں جہاں تک بنتا ہے۔ اس کی خاطر داشت کرتی ہیں اور اسے اپنی صحبت میں بے تکلف کرتی جاتی ہیں ایک دن شام کو کھانے کے وقت شاہزادی نے ہیلینا سے پوچھا "تم عربوں کی زبان جانتی ہو؟"

ہیلینا۔ حضور بالکل نہیں (مسکرا کے) تھوڑے دنوں شہر الباب میں رہنے سے دو چار لفظ سیکھ گئی ہوں۔ چند روز اور رہتی تو کچھ نہ کچھ ضرور سیکھ جاتی۔"

مینہ۔ (تعجب سے) تو تم جس عرب سردار کے گھر میں رہتی تھیں اُس سے تم سے باتیں کیونکر ہوتی تھیں؟"

ہیلینا۔ اور اس سے بات کس نے کی میں جتنے دنوں رہی چپکی بیٹھی رہی ایک دن اس نے اس نے اپنی لونڈی ریحانہ کے ذریعہ مجھ سے دو ایک باتیں کیں۔ تھیں ریحانہ اُس کی ایک اندلس کی رہنے والی لونڈی ہے۔"

مینہ۔ کیا وہی تمہارا عرب سردار ہے جو فوج لے کے ہمارے ملک پر آیا ہے؟"

ہیلینا۔ (ہنس کے) میرا کیوں ہونے لگا تھا؟ اب میں زبردستی باندھ کے بھیج دی گئی تو اس کو کیا کروں۔ اتنا جانتی ہوں کہ اس کا نام ابن ابی یسعہ تھا۔ اگر اس کا بھی نام ہے تو یقین جانو کہ وہی ہوگا۔"

بلٹیریا۔ اچھا تم نے تو اُسے دیکھا ہے۔ بتاؤ کیسا اور کس قطع کا آدمی ہے؟"

ہیلینا۔ آدمی تو وہ مجھے بُرا نہیں معلوم ہوتا۔ اپنے نوکروں اور لونڈی اور غلاموں پر مہربان ہے۔ ماتحتوں سے اخلاق کے ساتھ جھک کے اور بہت سادگی سے ملتا ہے۔ مگر اتنا جانتی ہوں کہ ہسپانیہ کے لیے عرب حاکم سے وہ خوش نہیں ہے اُسے اُمید تھی کہ میں ہی سارے ہسپانیہ کا مالک ہو جاؤں گا۔ لیکن یہ آرزو پوری نہیں ہوئی۔ اور کوئی شخص مقرر ہوگیا۔ اس کا اُسے بڑا رنج ہے۔"

رویلدا۔ اور اس کی صورت کیسی ہے؟"

ہیلینا۔ صورت بھی بُری نہیں ہے۔ عربوں میں میں نے ایسا خوبصورت آدمی نہیں دیکھا۔ گورا ہے۔ قد آور ہے۔ بھرے بھرے ہاتھ پاؤں ہیں گول چہرہ ہے آنکھوں میں رسیلا پن ہے۔ چہرے بشاش رہتا ہے۔ اور اس کے ساتھ سب لوگوں پر اُس کی صورت کا رُعب بھی پڑتا ہے۔"

مینہ۔ اے نہیں۔ میں تو عربوں کو وحشی ہوش۔ کالا کلوٹا۔ بدقطع بھیانک اور ان کی صورت ڈراؤنی سنتی تھی۔"

ہیلینا۔ اکثر عرب سپاہی ایسے ہی ہیں جیسا آپ نے فرمایا۔ مگر وہ تو بہت ہی خوبصورت اور قطع دار ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ہنسمکھ بامذاق اور زندہ دل ہے طبیعت میں رنگینی ہے۔ صرف موسم بہار کا لطف۔

اٹھانے کے لئے وہ شہر الباب میں تھا۔ پھولوں کی بہار۔ آبشاروں کی روانی اور مرغزاروں کی تروتازگی دیکھ کے اس کے چہرے پر رونق آجاتی تھی۔ اور گھنٹوں کوٹھے پر سے بیٹھا اسی لطف کو دیکھا کرتا تھا۔ اسے گانے کا بھی شوق ہے۔ اس کی کئی لونڈیاں بہت اچھا گاتی ہیں اور اکثر وہ ان کا گانا سُنا کرتا ہے مجھے تو اس کی طبیعت میں عشق اور محبت کا مادہ معلوم ہوتا ہے۔"

فلادیا۔ (ہنس کے) "سچ مچ! تو وہ تم پر عاشق کیوں نہ ہوگیا؟ تم سی پری جمال حسینہ تو اُسے نصیب نہ ہوگی۔"

ہیلینا۔ اب تم مجھے بنانا چاہتی ہو تو بنا لو۔ مگر میں نہ اس قابل ہوں کہ کوئی مجھ پر عاشق ہو اور نہ ایسی قسمت ہے کہ کسی پر میں عاشق ہوں شاہزادی نے ایک بات پوچھی تھی مجھے جو کچھ معلوم تھا سچ بتا دیا۔"

فلادیا۔ نہیں میں بناتی نہیں ہوں۔ لیکن تمہیں یہ خوب معلوم ہے کہ وہ عاشق مزاج اور رنگین طبیعت کا آدمی ہے؟"

ہیلینا۔ میں نے تو ایسا ہی پایا۔"

منینہ۔ اور لڑائی میں اُس کا کیا حال ہے؟"

ہیلینا۔ اس کا مجھے تجربہ نہیں ہے۔ لیکن وہاں کے لوگوں میں مشہور اور بہت ہی بہادر ہے۔"

منینہ۔ مجھے کسی طرح یہ معلوم ہوتا کہ لڑائی میں اس کا کیا رنگ ہے؟"

ہیلینا۔ افسوس میں آج کل وہاں نہیں ہوں ورنہ یہ بھی بتا دیتی۔ مگر یہ تو معلوم ہی ہوتا رہتا ہے کہ اس نے کن کن شہروں پر قبضہ کر لیا اور کس تیزی سے

بڑھتا چلا آتا ہے۔“

میمنہ۔ مگر اس کی تو خبر نہیں ہوئی کہ لڑائی میں وہ خود میدان میں آتا ہے یا اُس کے افسر آتے ہیں؟ اور آتا ہے تو وہ اپنے لشکر میں کہاں رہتا ہے؟ اور لڑائی کے میدان میں خاص اُس کی پہچان کیا ہے؟“

ہیلینا۔ یہ باتیں تو اُسی کو معلوم ہو سکتی ہیں جو آج کل اُس کے ساتھ ہو۔“

پلیٹیریا۔ ہیلینا تم کہتی تھیں کہ تم نے اس کی لونڈیوں سے میل جول پیدا کر لیا تھا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آج کل جا کے تم اس کی لونڈی سے ملو اور دو چار دن اس کے ساتھ رہ کے یہ حالت دریافت کر لاؤ۔“

ہیلینا۔ اگر شاہزادی کی مرضی ہے تو مجھے جانے میں عذر نہیں۔ مگر حضور یہ خیال کر لیں کہ میں وہاں سے بھاگ کر آئی ہوں سب میری تلاش میں ہوں گے اور اگر ان کے ہاتھ لگ گئی تو پھر مجھے واپس آنا نصیب نہ ہوگا۔“

میمنہ۔ ایسی حالت میں کون کہے گا کہ تم جان بوجھ کر شیر کے منہ میں چلی جاؤ پھر کیا کروں؟ کسے بھیجوں؟ ان باتوں کے معلوم ہونے کی کوئی تدبیر تو ہونی چاہیے۔“

ہیلینا۔ شاہزادی خود میرے جانے میں تو بیشک یہ اندیشہ ہے کہ عرب مجھے قید کر لیں گے۔ لیکن اگر کوئی اور میرے ساتھ جاتا تو میں عربوں کے لشکر کے پاس پہونچ کے کسی جگہ ٹھہر جاتی اور اسے اپنے خط کے ساتھ بھیج دیتی۔ وہ دو چار دن اُن کے لشکر میں رہتا۔ پھر میرے خط کا جواب لے کے میرے پاس آتا۔ اور ہم دونوں شاہزادی کے حضور میں حاضر ہو کے حال عرض کرتے۔“

میمنہ۔ تدبیر تو اچھی ہے۔ مگر تمھیں ساتھ لے جانے کے لئے کوئی مرد چاہیے۔

یا عورت؟"

ہیلینا ۔ کوئی ہو ۔ عورت ہو تو زیادہ اچھا ہے۔ میں اُسے ایک خط عثمان کی معتبر لونڈی ریحانہ کے نام لکھ کر دوں گی ۔ اور ریحانہ نے اگر اسے اپنا دوست بنا لیا تو اسے ساری باتیں معلوم کرنے کا بہت ہی اچھا موقع مل جائے گا"

سلوریا ۔ اچھا تو میں تمھارے ساتھ چلتی ہوں ۔ مجھے لے چلو گی؟"

ہیلینا ۔ تم سے اچھا ساتھی کون مل سکتا ہے"

مینہ ۔ اور خط میں تم کیا لکھو گی؟"

ہیلینا ۔ (دلفریب شرمندگی کے ساتھ) عرب سردار نے میری صورت کی کئی بار تعریف کی تھی اور ریحانہ کہتی تھی کہ وہ مجھ پر عاشق ہے ۔ اپنی طرف سے خط بھیج کے آزماؤں گی کہ اُسے میرے ساتھ سچ مچ محبت ہے یا خالی زبانی باتیں تھیں ۔ اگر حقیقت میں وہ مجھ پر فریفتہ ہے تو پھر جانئے کہ آپ کے اختیار میں ہے اس لئے کہ بہت جلدی ہمارے فریب میں آجائے گا ۔ اس کے سوا میں اُس خط میں یہ ظاہر کروں گی کہ شاہزادی مینہ کی خدمت میں میں پہونچ سکتی ہوں جن کے حسن کی کبھی آپ کے سامنے تعریف کی تھی اگر آپ چاہیں تو ان سے آپ کا نامہ و پیام جاری کرا دوں"

مینہ ۔ کیا تم نے ان کے سامنے میرا تذکرہ کیا تھا؟"

ہیلینا ۔ جی ہاں ۔ میں نے کہا تھا کہ وہ اپنی صورت کی ایک جھلک دکھاتے ہی دشمن کو بدحواس کر دیتی ہیں ۔ اور اس مدہوشی میں ان کے سپاہی کام تمام کر دیتے ہیں"

منینہ۔ (اپنے اوپر ناز کرنے کی ادا سے) اے ہے تو اس کی بھی خبر ہے؟ تمھیں میرا حال کیونکر معلوم ہوا؟"

ہیلینا۔ یہ کوئی چھپی بات ہے۔ سارے ملک میں مشہور ہے اپنے گھر میں عورتوں سے اس کا ذکر سنا تھا۔ جب اس عرب سردار عثمان کے پاس گئی اور اس نے پوچھا کہ تمھارے ملک میں تم سے بھی بڑھ کر کوئی خوبصورت ہے تو میں نے کہا۔ خوبصورت میں نہیں بلکہ شہزادی منینہ ہیں جو دشمن کو ایک ہی نظر میں گھائل کر دیتی ہیں۔"

فلادیا۔ یہ تو بڑی مشکل ہوئی۔ جب اسے ہماری شہزادی کا حال معلوم ہو گیا ہے تو لڑائی میں سامنے کیوں آنے لگا؟ وہ بہت ہی بچتا رہے گا۔"

ہیلینا۔ یہ نہ کہو۔ وہ ایسا عاشق مزاج آدمی ہے کہ اتنا معلوم ہو جائے کہ شاہزادی اس میدان میں ہیں۔ پھر ہر طرف ڈھونڈھتا پھرے گا میری رائے میں تو مناسب یہ ہے کہ شاہزادی اس سے لگاوٹ پیدا کریں۔ اور خود اپنی طرف سے ملاقات کا شوق ظاہر کر کے اندر ہی اندر اس سے رسم پیدا کریں۔ اور بتا دیں کہ فلاں میدان میں ان کا اور اس کا سامنا ہو گا۔ تم دیکھ لینا کہ وہ جان پر کھیل کے آئے گا اس وقت اگر شہزادی اسے اپنے تیر نظر سے مار لیں، تو اس سے کیا بہتر ہے۔ اور اگر زور نہ چلے تو پھر صلح کی گفتگو میں آسانی ہو گی۔"

منینہ۔ تمھاری رائے بہت ٹھیک ہے۔ اب زیادہ کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہے تم اور سلور یا تو قوصرہ میں چلی جاؤ جہاں مسلمانوں کا لشکر ہے اور دس

بارہ دن میں اپنا کام کر کے واپس آجاؤ (ہیلینا سے) مگر تم کس طرح جاؤگی؟"

ہیلینا۔ ہم مردانہ بھیس کر کے اور سپاہی بن کے جائیں گے۔ اپنی اصلی صورت میں جانا ٹھیک نہیں ہے۔"

منبلنہ۔ تو آج ہی دونوں اپنے کپڑے درست کر لو۔ کل میں یہاں سے دو ہزار سپاہی جو آج ہی بُردی غالہ سے آئے ہیں۔ اور ان میں بہت سے نو عمر بے داڑھی مونچھ کے لڑکے ہیں قوقصہ بھیجوں گی۔ انھیں میں مل کے تم بھی چلی جانا۔"

یہ تجویز قرار پاگئی اور دوسرے دن صبح کو یہ دونوں جوان ہمت پری وش لڑکیاں مردانہ لباس جنگ پہن کے اور خوبصورت اور مضبوط گھوڑوں پر سوار ہو کے سوتیوم سے روانہ ہو گئیں۔

انھیں گئے ہوئے تین ہی دن ہوئے تھے کہ یکایک خبر آئی مسلمانوں کا دوسرا زبردست لشکر سوتیوم کے پاس آپہونچا ہے قرب وجوار کے پناہ گزیں دہقانی بھاگ بھاگ کے شہر میں آگئے۔ اور عربوں کے طرح طرح کے ظلم بیان کرنے لگے۔ یہ خبر سن کے شہزادی کے حواس جاتے رہے۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ مسلمانوں کا اندلسی لشکر قوقصہ پر قبضہ کرنے سے پہلے ادھر کا رُخ کر سکے گا۔ اسی اطمینان کی وجہ سے اس نے یہاں بالکل لشکر جمع نہیں کیا تھا۔ یودینز نے بردی غالہ سے جس قدر فوج بھیجی سب کو وہ برابر قوقصہ کی طرف روانہ کرتی رہی۔ عربوں کے ناگہاں آپہونچنے کی خبر سن کے گھبرا اٹھی کہ اب کیا ہوگا فوراً عجلت کے ساتھ ایک طرف ہاب کو خط لکھا کہ جس قدر فوج فراہم ہو سکے فوراً

بھیجئے۔ اگر دو دن کے اندر لشکر نہ آگیا تو سوتیوم پر عربوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ یہاں اتنا لشکر بھی نہیں ہے کہ قلعہ کو ایک ہفتہ بھی دشمنوں سے بچا سکے۔" اسی مکتوب کا حکم اپنے سپہ سالار تو قوصہ ر دلن کو لکھا کہ "چونکہ عرب دوسری طرف سے آ کے سوتیوم کے قریب پہونچ گئے ہیں اس لئے وہاں سے تھوڑی فوج فوراً یہاں بھیج دی جائے تاکہ شہر دشمنوں سے بچایا جائے" مگر اس سے قبل اس کے کہ کافی مقدار میں فوج پہونچ سکے عثمان ابن ابی یسعہ نے بڑھ کے سوتیوم کا محاصرہ کرلیا۔

نواں باب

حسن کی کرشمہ سازیاں

دونوں مہ جبین و گلعذار لڑکیاں ہیلنا اور سلوریا مردانہ بھیس کیے بلکے ترچھے سپاہیوں کی سی دھج بنائے اور بھاری زیور کے عوض براق اور چمکنے والے بھاری خود و زرہ پہنے اکوئی ٹانی کے اس نئے لشکر کے ساتھ جس میں زیادہ تر کمسن اور نوخیز نوجوان ہیں اپنے گھوڑوں پر سوار شہر قوقوصہ کی طرف بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ قوقوصہ کے پانچ میل اس طرف ایک چھوٹے سے گاؤں کے باہر پڑاؤ ڈالا اور دوسرے دن علی الصباح ہوتے سب لوگ قوقوصہ میں پہونچنے والے تھے۔

آخر ماہ ہلال کی اندھیری رات تھی۔ شب کے تاریک آسمان پر تارے خوب کھلے ہوئے تھے جن کو اگلے ہئیات دانوں نے مختلف وحشی درندوں چوپایوں اور چڑیوں سے تعبیر کر کے آسمان کو شکارگاہ کی قندیل بنا دیا ہے دونوں لڑکیاں اپنے مختصر خیمے کے اندر جو سرولطوس کی سفارش اور سالار فوج کی مہربانی سے مل گیا تھا اپنے سفر اور مقاصد سفر پر غور کر رہی تھیں۔ ہر وقت مردوں میں گھرے رہنے کی وجہ سے انھیں اندرونی لباس کی درستی اور بالوں میں کنگھی کرنے تک کا موقع نہ ملتا تھا۔ اس وقت تنہائی اور تاریکی میں موقع پا کے انھوں نے سروں سے خود

اور نازک پنڈلوں سے زرہیں اتاریں اور سُنہری زلفوں میں کنگھی کر رہی تھیں کہ ہیلینا نے چپکے سے کہا" سلوریا کہاں بیٹھی ہو اندھیرے میں تمھاری صورت ہی نہیں دکھائی دیتی۔ ذرا پاس آ کے کنگھی کرو تو ہم کچھ مشورہ کریں۔"

سلوریا۔ (پاس کھسک کے)" میں تمھیں مشورہ کیا دوں گی تمھارے نزدیک جو مناسب ہو وہ کرو۔"

ہیلینا۔ میں کہتی ہوں ہمیں تو قوصہ میں جانے کی کیا ضرورت ہے سنتی ہوں اس گاؤں سے سیدھا راستہ دریائے اتور کو گیا ہے جہاں ہمارا لشکر عربوں کو روکے ہوئے ہے۔ ہم یہیں سے ان لوگوں کو چھوڑ کے بائیں طرف دبتے ہوئے چلیں۔ دریا سے پار ہو کے کسی قریب کے گاؤں میں ٹھہریں اور عربوں کے لشکر میں جانے کی کوشش کریں۔"

سلوریا۔ لیکن ان لوگوں سے الگ ہو گئے بھی ہم سپاہیوں ہی کی وضع میں رہیں۔"

ہیلینا۔ ہرگز نہیں۔ سپاہی کی تو صورت دیکھتے ہی عرب بھڑکیں گے اور ایسے ہی فوجی آدمی بنے رہے تو کیا عجب کہ ہمیں دور ہی سے اپنے تیروں کا نشانہ بنائیں اب ہم عابد و زاہد ننیں بن جائیں گے اور تم لباس کی فکر نہ کرو۔ میں ننوں کے دو جوڑے سفید براق کپڑے اور ان کی وضع کی صلیبیں اپنے ساتھ لیتی آئی ہوں۔"

سلوریا۔ تو پھر کس بات کی فکر ہے؟ اب ہم وہی ننوں کے کپڑے پہن لیں۔ اور ساتھیوں سے الگ ہو کے بجائے داہنی طرف جانے کے بعد سیدھے اتر کی طرف چل کھڑے ہوں۔"

ہیلینا۔ یہی ارادہ ہے پچھلی رات کو جب ماہتاب نکل آئے گا۔ چاندنی پھیلی ہوگی اور سب لوگ غافل پڑے سو رہے ہوں گے۔ اس وقت ہم دونوں چپکے چپکے اس خیمے سے نکل کے کھڑے ہوں گے۔ اور تھوڑی دور جا کے بھیس بدل لیں گے۔"

ہیلینا۔ تو یہیں سے بھیس بدل کر کیوں نہ چلیں؟"

سلوریا۔ نہیں اس میں اندیشہ ہے"

ہیلینا۔ اور اس خود و زرہ کو کیا کریں گے؟"

سلوریا۔ ان کی فکر کی ضرورت نہیں خیمے سے تھوڑی دُور جا کے کسی سنسان گھاٹی میں ننوں کے کپڑے پہنیں گے۔ اور ان فولادی کپڑوں کو کسی کھوہ میں ڈال دیں گے۔"

الغرض یہ سب باتیں طے ہو گئیں اور دونوں گل اندام مہ جبینیں پچھلے پہر کو اپنے خیموں سے نکلیں چپکے چپکے پڑاؤ کے باہر گئیں۔ اور صبح سے پہلے کوہستان کے اندر ایک خاموش گھاٹی میں پہونچ کے خود و زرہ اُتار کے ایک کھوہ میں ڈال دیئے۔ اور بمصداق "ہر لحظہ بہ شکل دگر آں یار برآمد۔ دل برد و نہاں شد" سپاہی سے نازک اندام ننیں بن کے روانہ ہوئیں۔ چاندنی کی بہار دیکھتی ہوئی چلی جاتی تھیں کہ صبح ہو گئی اور وہ ایک دیہاتی گرجے میں جا کے مصروف عبادت ہو گئیں۔

ناگہاں کیا دیکھتی ہیں کہ لودیز کی فوج کے شکست خوردہ سپاہی بدحواس بھاگے چلے آتے ہیں اور مارے خوف کے اس قدر آپے سے باہر ہیں کہ کسی کو ہزار روکو نہیں رُکتا۔ لاکھ حالات پوچھو نہیں بتاتا۔ گرجے کے دروازے پر پہونچ

کے اسلحہ اور فوجی کپڑے اُتار کے پھینک دیئے اور اندر داخل ہوتے ہی صلیب کے سامنے سجدے میں گر کے گڑگڑا کے زندگی کی دعا مانگنے لگا۔ ہیلینا اس کے قریب گئی اور پوچھا "آخر کیا ہوا جو تم اس قدر مضطرب و بدحواس ہو؟"

سپاہی۔ ہم دریائے اتور کے کنارے دشمنوں کو دس بارہ روز سے روکے ہوئے تھے اور کسی طرح اس پار اترنے نہ دیتے تھے۔ آج رات کو ان کے بہت سے آدمی لڑ بھڑ کے اس پار اُتر آئے اور اُدھر کا کنارہ اپنے قبضے میں کر لیا۔ پھر ان کے سارے لشکر نے اُتر کے سخت حملہ کیا اور ہمارے سپاہیوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ مجبوراً ہم سب بھاگے اور عربوں نے ہمارا تعاقب کیا جو دم بھر میں یہاں پہونچا ہی چاہتے ہیں (خوشامد کر کے اور عاجزی سے ہاتھ جوڑ کے) مقدس ماں! آپ اُن سے اتنا کہدیں کہ میں گرجے ہی کے لوگوں میں ہوں۔"

ہیلینا۔ خدا کرے کہ نہ وہ اس بات کو پوچھیں اور نہ مجھے جواب دینے کی ضرورت پیش آئے۔"

یہ کہہ کے وہ سلوریا کے پاس آئی اور کہا "افسوس ہمارے لشکر کو شکست ہو گئی اور غالباً عرب آج تو قوصہ کا محاصرہ کر لیں گے۔ تو اب ہمیں آگے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھنا عرب لوگ گرجے میں آئیں تو اُن سے تم ہی گفتگو کرنا۔ شاید کوئی شناسا نکل آئے اور میری آواز پہچان لے۔"

سلوریا۔ مگر یہ تو بتادو کہ میں کیا باتیں کروں؟"

ہیلینا۔ ان سے دریافت کرنا کہ آپ کے سردار کہاں ہیں تاکہ ہم تارک الدنیا ننیں ان کی خدمت میں حاضر ہو کے اپنی اطاعت و فرمانبرداری ظاہر

گرجا ہے

سلوریا۔ میری زبان وہ سمجھ بھی لیں گے۔"

ہیلینا۔ عرب تو نہیں سمجھتے مگر اکثر اندلس والے سپاہی ہماری زبان جانتے ہیں۔"

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ تعاقب کرنے والے سواران عرب نمودار ہوئے۔ خون آلود نیزے اُن کے ہاتھوں میں تھے اور بہت سے شکست یابوں کو جو اُن کے آگے گرتے پڑتے آ رہے تھے اپنے خون آشام نیزوں سے گونجتے اور مارتے چلے جاتے تھے۔ اس خوفناک منظر کو ان نازک دل لڑکیوں نے دور سے دیکھا تو ڈر کے بھاگیں۔ گرجے کے ایک حجرے میں چھپ کے بیٹھ رہیں اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ فتح مند مجاہد جب گرجے کے قریب آئے تو دو اندلسی سوار گھوڑوں سے اُتر کے گرجے کے اندر آئے اور ایک نے اس شخص کی طرف رُخ کیا جس نے یہاں پناہ لی تھی۔ وہ شخص بدحواسی کے ساتھ ان کے قدموں پر گر پڑا اور رو رو کے کہنے لگے۔

میں سپاہی نہیں گرجے کا آدمی ہوں۔"

سوار۔ مگر تمہاری وضع تو گرجے والوں کی سی نہیں۔

مفرور۔ حضور یہاں کی ننوں سے دریافت کر لیں۔ جو اس حجرے کے اندر ہیں۔"

یہ الفاظ سنتے ہی سلوریا نے ڈر کے دروازہ کھول دیا۔ اور جیسے ہی وہ سوار آیا سلوریا نے کہا "ہم سیاح ہیں۔ دورہ کرنے والی ننیں ہیں۔

اور آج ہی رات کو اس گرجے میں آکے ٹھہرے۔ ہم اس شخص کی نسبت نہیں کہہ سکتے کہ کون ہے"

سوار۔ (اس مفرور کی طرف گھور کے اور اُسے نیزے سے دھمکا کے) تو بے شک لڑائی کا بھاگا ہوا ہے۔ اور گرجے کے باہر غالباً تیرے ہی کپڑے پڑے ہوئے ہیں۔ اس نامردی کے فریب کی وجہ سے تو سب سے زیادہ واجب القتل ہے مگر جا۔ ان خوبصورت اور نیک ننوں کی سچائی کے طفیل میں ہم تیری جان بخشی کرتے ہیں" اس کے بعد وہ دونوں بڑھ کے ان دہشت زدہ لڑکیوں کے قریب آئے اور کہا "تمھاری خوبصورتی اور سچائی کی وجہ سے تمھارے گرجے کو پناہ دی جاتی ہے۔ لیکن ہم مشورہ دیتے ہیں کہ اس تکلیف کی زندگی کو چھوڑ کے ہمارے ساتھ چلو اور دنیا کی لذتوں اور خدا کی نعمتوں سے لطف اُٹھاؤ"

سلوریا۔ ہم نے محترم ماں مریم سے جو عہد کیا ہے اُسے نہیں توڑ سکتے"

سوار۔ تم کو اختیار ہے ہم جبر نہیں کر سکتے۔ مگر اپنے حسن و جمال کو جس بے رحمی سے تم غارت کر رہی ہو اس پر ترس آتا ہے۔ اور ایسے اعلیٰ جوہر کی بے قدری نہیں دیکھی جاتی"

سلوریا۔ ہم اسی لیے پیدا ہوئے ہیں"

سوار۔ اچھا میں چاہتا ہوں کہ تمھاری خوبصورتی اور سچائی کی وجہ سے تمھارے ساتھ کچھ سلوک کروں۔ میں تمھیں امان کی سند دیتا ہوں جسے دیکھ کے ہر مسلمان تم سے ہمدردی کرے گا" یہ کہہ کر ایک سوار نے ایک مہری کاغذ جیب

سے نکال کے سلوریا کے ہاتھ میں دیا اور واپس جانے لگا۔

سلوریا۔ مگر حضرت اتنا تو بتا دیجیے کہ آپ کے سردار کا کیا نام ہے؟ اور وہ کہاں ہیں؟"

سوار۔ تمھیں ان سے کیا کام؟"

سلوریا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کے اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا اقرار کریں۔ اور اس بات کی اجازت حاصل کریں کہ یہاں جس شہر یا گاؤں میں جائیں ہمیں مسیحی لوگوں کی تعلیم و ہدایت کی آزادی حاصل رہے۔"

سوار۔ ہمارے سوار مجاہد بن علقمہ ہیں جو اب تمھیں تو قوصہ میں ملیں گے۔"

سلوریا۔ (تعجب سے) "میں نے تو سُنا تھا کہ اس جنگ کے بہادر فاتح عثمان ہیں؟"

سوار۔ عثمان ابن ابی یسعہ؟"

سلوریا۔ جی ہاں وہی۔"

سوار۔ وہ ہمارے سب سے بڑے سردار اور قائد ہیں۔ مگر وہ یہاں نہیں آئے بلکہ اپنا زبردست لشکر لے کے براہ راست سوتیوم پر گئے ہیں اور غالباً وہاں پہونچ چکے ہوں گے۔"

یہ کہہ کے وہ سوار چلے گئے۔ اور ان کے جانے کے بعد جب ان خوفزدہ لڑکیوں کی جان میں جان آئی تو حجرے کا دروازہ پھر بند کر لیا اور ایک دوسرے

کی طرف حسرت و یاس سے دیکھنے لگیں۔ چند لمحوں کے بعد ہیلینا نے کہا "بڑا غضب ہوا عرب لشکر سوتیوم پر جا پہونچا اور وہاں مقابلہ کے لیے بالکل فوج نہیں ہے جتنی فوج آئی شاہزادی نے توقوصہ میں بھیج دی اور اپنا خیال نہ کیا۔"

سلوریا۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ عرب لوگ توقوصہ سے پہلے وہاں آجائیں گے معلوم نہیں وہاں کیا گذری۔ اچانک عربوں کا پہونچ جانا قیامت ہوگیا۔ خدا جانے ہماری شہزادی کس حال میں ہیں۔"

ہیلینا۔ اب یہ وہیں چل کے معلوم ہوگا۔ بس اب جس قدر جلد ہوسکے ہمیں وہیں پہونچنا چاہیئے۔ یہاں کے سردار سے ملنا بھی بے کار ہے۔ خیر اگر عربوں نے کہیں راستے میں روکا تو ہمیں یہ سند اچھی مل گئی وقت پہ کام دے گی۔"

سلوریا۔ مگر چلوگی کیسے؟ راستے میں تو یہ غدر مچا ہوا ہے۔"

ہیلینا۔ ہم راستہ چھوڑ کے کنارے کنارے چپکے چپکے چلیں گے اور بن پڑا تو آگے بڑھ کے سواری کا کچھ بندوبست کرلیں گے۔ اب دیر لگانے کا وقت نہیں ہے چاہے کیسی ہی آفت کا سامنا ہو ہمیں شاہزادی کی عنایت اور محبت کا حق ادا کرنا ہے چلو اٹھو۔"

دونوں لڑکیاں اپنی عصمت شعاری کا صوفیانہ لباس خوب درست کرکے گرجے سے نکلیں۔ سڑک پر لوٹ مار اور قتل و غارت ہوتے دیکھ کے راستے سے ہٹ گئیں۔ اور تیزی سے قدم بڑھاتی ہوئی مشرق کی طرف روانہ ہوئیں اس فتنہ و فساد اور بدامنی و بدنظمی کے زمانے میں سواری کا کیا انتظام ہوسکتا

تھا۔ نازک پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ چہرے سفر کی شقت اور خون کی حرکت سے ارغوانی ہو گئے۔ مگر شہزادی کی محبت ہمت نہ ہارنے دیتی تھی برابر قدم اٹھائے چلی رہی گئیں۔ اور پچیس میل مسافت طے کر کے ایک گرجے میں دم لیا جس کے پاس ایک چھوٹی سی خانقاہ تھی اور اس میں ننوں نے رہ نوردوں کی آسائش کا کچھ معمولی سا سامان فراہم کر رکھا تھا۔ وہاں ٹھہر کے دونوں نے نماز ادا کی۔ کچھ کھایا پیا اور ایک حجرے میں پڑ کے سو رہیں۔ پچھلی رات کو جب چاندنی نے کھیت کیا تو اٹھ کے پھر چل کھڑی ہوئیں۔ اور دوپہر ہوتے ہوتے بیس میل راستہ طے کر کے سوتیوم کے قریب پہونچیں تو سُنا کہ شہر کو مسلمانوں کا لشکر گھیرے ہوئے ہے اور اندر پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ اس خبر نے انھیں مایوس کر دیا۔ سنتے ہی بے اختیار ان کی زبان سے نکلا۔ "افسوس ہماری ساری محنت بے کار ہو گئی"

دسواں باب

میان عاشق و معشوق رمز لیست

اب یہ دونوں جوان ہمت لڑکیاں حیران تھیں کہ کیا کریں۔ بڑی غالہ سے جا کے شاہزادی کے لئے کمک لے آئیں۔ یا گاؤں گاؤں چکر لگا کے لوگوں کو ملک و ملت کی حمایت کے لئے ابھاریں۔ کیا تدبیر کریں کہ شہزادی منینہ کے پاس کافی لشکر پہنچ جائے۔ یا باہر سے عربوں پر ایسا دباؤ پڑے کہ محاصرہ چھوڑ کے چلے جائیں آخر بہت کچھ غور کرنے کے بعد سیلینا نے دل میں کہا "وہی کام کرنا چاہیے جس کے لئے ہم آئے ہیں۔" سلوریا کو بھی اُس نے اپنا ہم خیال بنایا اور دونوں ایک گاؤں میں جو سوتیوم سے کوئی تین میل ادھر تھا جا کے گرجے کی خانقاہ میں ٹھہر گئیں۔ وہاں کے لوگوں سے شہر کے حالات پوچھے ایک بوڑھی نن سے معلوم ہوا کہ "کل عربوں نے محاصرہ کیا ہے۔ شہر میں بالکل فوج نہ تھی۔ اندلس والونکا لشکر اچانک آگیا مگر شہزادی کو دو روز پہلے خبر ہو گئی تھی۔ انھوں نے بہت ہی پھرتی اور ہوشیاری کے ساتھ آدمی دوڑا کے تھوڑی فوج بڑی غالہ سے طلب کی۔ اور کچھ تو قصبہ سے واپس منگوائی۔ مگر تھوڑا ہی لشکر جمع کرنے پائی تھیں کہ عرب آپہونچے اور انھوں نے قلعہ کے پھاٹک کو بند کر کے مقابلہ شروع کر دیا"

سلوریا۔ تو شہزادی منینہ قلعہ میں موجود ہیں؟"

نن ۔ بہادر اور جانبازی کرنے والی شاہزادیاں کبھی بھاگتی ہیں؟ مگر دوشیزہ ماں ہی کو خبر ہو گی کہ توقوصرہ میں ہماری فوج کا کیا حال ہے۔"

ہیلینا ۔ (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) "کل مسلمانوں نے دریائے اتور سے اتر کے توقوصرہ والوں کو سخت شکست دی۔ اور آج بڑھ کے توقوصرہ کا محاصرہ کر لیا ہو گا۔ آہ میں نے انھیں عیسائیوں کا پیچھا کرتے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ کیا کہوں کیسی بے رحمی سے انھیں قتل کر رہے تھے۔"

نن ۔ تو وہ قلعہ بھی گر گیا۔ مقدس ماں! تمھاری کیا مرضی ہے؟ اس مسیحی سلطنت کو کیا باقی نہ رکھو گی؟ اپنے سپاہیوں کی مدد کرو۔ دیکھو تمھارے پاک نام پر کس بے جگری سے اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں۔"

اب اس نن کی عنایت سے ان دونوں لڑکیوں کو جو ننوں کی متبرک صورتیں بنائے ہوئے تھیں۔ ٹھہرنے کو ایک محفوظ حجرہ مل گیا اس میں تنہائی کا موقع پاتے ہی ہیلینا نے کہا "اب ہمیں اپنا کام شروع کر دینا چاہیے۔ کسی طرح یہ معلوم ہوتا کہ مسلمانوں کے سردار عثمان کے ساتھ اس کی لونڈیاں بھی آئی ہیں یا نہیں سلوریا! بھلا تم سے یہ نہ ہو سکے گا کہ دل مضبوط کر کے لشکر میں چلی جاؤ؟ جو سند خوش نصیبی سے مل گئی ہے اس کے ذریعہ سے اُس کے سردار تک پہنچو۔ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ اور اُسے اتور کی فتح کی خوش خبری سُنا کے خوش کر لو۔ اور اسی درمیان میں اپنے طور پر پتہ لگا لو کہ اُس کے حرم کی عورتیں بھی محاصرہ میں ساتھ ہیں یا نہیں؟"

سلوریا ۔ یہ تو بڑے دل والے کا کام ہے۔ تم ساتھ ہوتیں تو میں جرائت

کر بھی جاتی مگر اکیلے کیسے جایا جائے گا؟"

ہیلینا۔ اب یہ ڈرنے کا وقت نہیں ہے۔ اپنی شاہزادی کے لئے ہمیں جان بھی دینے میں تامل نہ کرنا چاہیئے۔ مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم کچھ نہ ڈرو اور بے جھجک چلی جاؤ۔"

سلوریا۔ اب تم نے شہزادی کا نام لیا ہے تو چاہے جو ہو میں جاؤں گی۔"

ہیلینا۔ بس مسیح کا مبارک نام لے کے اور اپنے آپ کو مقدس کنواری ماں کی امان میں دے کے اُٹھ کھڑی ہو۔ دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔"

سلوریا بے عذر کھڑی ہوئی۔ اپنے پاک دامنی کے کپڑے خوب درست کئے، جان پر کھیل کے خانقاہ سے نکلی اور عربوں کے لشکر کا رخ کیا۔ اس کے جانے کے بعد ہیلینا نے تنہا بیٹھ کے ریحانہ کے نام ایک خط کا مسودہ لکھنا شروع کیا۔ بہت سے کاٹ کوٹ اور ردو بدل کے بعد جو عبارت قائم رہی یہ تھی۔

بہن ریحانہ! میں دل میں یہ اُمید لے کے تمھارے پاس سے بھاگی تھی کہ اپنے عزیزوں سے ملوں گی اور دوستوں کو دیکھوں گی۔ مگر آہ یہاں آئی تو کوئی نہ ملا نہ گھر تھا نہ بار تھا۔ نہ کوئی عزیز قریب تھا۔ نہ کوئی جان پہچان کا تھا۔ اب پچھتاتی ہوں کہ افسوس اپنے آقا عثمان کی محبت کی قدر نہ کی۔ اور دونوں طرف سے گئی گزری ہوئی۔ خیر یہی غنیمت ہے کہ قسمت نے شہزادی کامینہ کی خدمت میں پہونچا دیا جو میرے حال پر ویسی ہی مہربان ہیں جیسے کہ میرے آقا عثمان تھے۔ بہن! کیا تم میرے مالک عثمان سے میرا قصور

معاف کرادوگی؟ اگر وہ مجھے جان کی امان اور اجازت دیں گے تو
میں اُن کے پاس اپنی شہزادی کا پیغام لے کے آؤں گی۔

تمھاری وفادار

ہیلدنا

خط تیار ہو گیا اور وہ حجرے کا دروازہ بند کیے منتظر بیٹھی ہے کہ سلوریا واپس آ ئے اور یہ پتہ لگے کہ عثمان ابن ابی العاص کے حرم بھی اس کے ہمراہ ہیں تو یہ خط دے کے اُسے دوبارہ بھیجے۔ سارا دن اسی انتظار میں گزر گیا۔ اور رات کا بھی ایک پہر گذر گیا مگر سلوریا کا پتہ نہیں۔ اب اُسے تردد پیدا ہونے لگا ہے کہ سلوریا پر کیا افتاد پڑی جو اب تک نہیں آئی۔ کہیں پکڑ تو نہیں لی گئی زمانہ ہمارے خلاف ہے۔ ان دنوں جو ہو جائے تعجب نہ جانو اسی پریشانی اور الجھن میں تھی کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اُٹھ کے دروازہ کھولا اور سلوریا کی صورت دیکھتے ہی دل میں اس کی نسبت ایسے ایسے بُرے اور ہولناک اندیشے گزر چکے تھے کہ بے اختیار گلے سے لپٹ گئی اور کہا "مسیح کا ہزار ہزار شکر کہ تمھیں صحیح وسلامت واپس لائے۔ جوں جوں رات گذرتی جاتی تھی میرے دل کی دھڑکن بڑھتی جاتی تھی۔ خیر اب بتاؤ کہ کیا ہوا؟ کیا دیکھا؟ اور عثمان کی حرموں کا کچھ حال معلوم ہوا یا نہیں؟"

سلوریا۔ یہ سب باتیں معلوم ہو گئیں۔ میں جس وقت یہاں سے گئی ہوں سہمی ہوئی تھی اور کلیجہ بلیوں اُچھل رہا تھا۔ مگر جب عربوں کے لشکر میں داخل ہو گئی تو تسکین سی ہو گئی"

ہیلینا۔ یہی قاعدہ ہے۔ ہر جرات کے کام میں سارے اندیشے اور خوف اسی وقت تک رہتے ہیں جب تک اسے کرنا نہ شروع کردو لیکن جہاں انسان نے شروع کر دیا پھر روح القدس دل مضبوط ہی کر دیتا ہے اور جو جو آگے بڑھتی جاؤ ہمت بڑھتی جاتی ہے۔"

سلوریا۔ میں جیسے ہی عربوں کے لشکر میں گئی کئی اندلسی سپاہیوں نے مجھے آکے پکڑ لیا۔ میں نے انھیں وہ سند دکھائی جسے دیکھتے ہی وہ لوگ مجھ پر مہربان ہو گئے اور پوچھا کیا چاہتی ہو۔ میں نے کہا امیر لشکر عثمان کی خدمت میں باریاب ہونا چاہتی ہوں۔ میری درخواست انھوں نے منظور کی اور اپنے سردار کے خیمے کی طرف لے چلے۔ راہ میں میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ امیر کی حرمیں ان کے ہمراہ ہیں یا تنہا آئے ہیں؟ معلوم ہوا کہ بہت سی حرمیں ہمراہ ہیں۔ اور امیر کے خیمے کے پاس ہی حرموں کے خیمے ہیں۔ پھر جب میں امیر عسکر کے خیمے کے پاس پہونچی تو اطلاع ہوتے ہی اندر بلا لی گئی۔ تم سچ کہتی تھیں کہ عثمان بڑا خوبصورت اور بہت ہی شاندار سردار ہے۔ میری صورت دیکھتے ہی وہ میری نازک بدنی میرے چھوٹے سے قد اور میری خوبصورتی کو دیکھ کر متحیر ہو گیا اور غور سے میری طرف دیکھ کے پوچھا "تم نن ہو؟ اتنی کمسنی میں دُنیا چھوڑ دی؟" میں نے کہا "بچپن سے میں نے تعلیم ہی دینی خدمت کی پائی ہے۔" اس نے کہا یہ سند تم کو کہاں ملی؟ اور کس نے دی؟" میں نے کہا" مجھے نام تو نہیں معلوم لیکن کل صبح کو میں، قوقصہ اور دریائے اتور کے درمیان ایک گرجے میں تھی کہ یکایک دیکھا فرانسیسی لشکر کے سپاہی بدحواس بھاگتے ہوئے آرہے ہیں۔ اور ان کے پیچھے عرب

سوار ہیں جو انھیں قتل کر رہے ہیں۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ مسلمان اُوپر سے اتر آئے اور مسیحی لشکر کو شکست ہوئی۔ اتنے میں دو مسلمان سوار گھوڑوں سے اُتر کے گرجے کے اندر آئے مجھے یہ سند عطا کی اور چلے گئے۔ میں ان کے جاتے ہی گرجے سے نکل کے دوڑتی ہوئی یہاں آئی کہ حضور کو اس فتح کی خوش خبری سُناؤں اور فتح کی مبارکباد دوں۔"

میری یہ باتیں سُن کے وہ بہت خوش ہوا اور اتنی جلد آکے خبر سُنانے اور مبارک باد دینے کا شکر گذار ہوا۔ اور بولا ہمارے یہاں مسیحی راہبوں اور ننوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا ہی سلوک کیا جاتا ہے" میں نے کہا ہم لوگ دورہ کرتے رہتے ہیں اور کہیں گھر نہیں بناتے۔ ہمارا کام ہے کہ گاؤں گاؤں پھر کے ہدایت کریں۔ اور انھیں دین کی باتیں سکھائیں۔ اس لئے اُمیدوار ہوں کہ مجھے حضور بھی ایک سند عطا کریں تاکہ کسی طرح کوئی مسلمان حاکم میری روک ٹوک نہ کرے اس نے کہا کہ تمھارے پاس جو سند ہے بخوبی کافی ہے۔ لیکن تمھارے کہنے سے میں تمھیں بھی آزادی کی سند دیئے دیتا ہوں۔" یہ کہتے ہی اس نے قلم دوات منگوا کے اپنے ہاتھ سے مجھے سند لکھ دی اور اس پر اپنی مہر کر دی (جیب سے نکال کے) لو دیکھو یہ موجود ہے۔"

ہیلینا۔ "تو تمھیں اتنی دیر کہاں لگی؟"

سلوریا۔ اتنی دور گئی۔ مسلمان سپہ سالار سے ملی۔ باتیں کیں اور واپس آئی اس میں دیر نہ ہوتی؟ میں کہیں بیٹھ تھوڑی رہی۔"

ہیلینا۔ "مگر کل تمھیں پھر جانا پڑے گا۔"

سلوریا۔ کیوں؟"

ہیلینا۔ (خط دکھا کے) "تمھیں یہ خط سردار عرب عثمان کی حرم میں پہونچانا اور اس کا جواب لانا ہے۔ تم تو جانتی ہو کہ اسی کام کے لیے ہم آئے ہیں۔"

سلوریا۔ چلی جاؤں گی۔ وہ سارے دھڑکے تو پہلے بار جاتے وقت تھے۔ اب سارا اڈر نکل گیا۔ اور کہو تو دن بھر میں وہاں کے دو چار پھیرے کر آؤں۔" یہ کہہ سلوریا نے خط لے کے پڑھا جسے ہیلینا نے ایک خشک چھلّا پر ساف کر رکھا تھا۔ اور مسکرا کے بولی۔" امیر فوج عثمان تم پر عاشق ہی ہیں۔ ایسا نہ ہو تمھارا نام سنتے ہی اُٹھ کھڑے ہوں کہ جہاں وہ ہوں مجھے لے چلو تو میں کیا کروں گی؟"

ہیلینا۔ اول تو ایسا نہ ہوگا۔ اور اگر ہو تو تم یہ کہہ دینا کہ میں قلعہ کے اندر شہزادی مینہ کے پاس ہوں یہ خط تم خود امیر کے ہاتھ میں نہ دینا اس کے زنانے خیمے کے اندر جا کے اس کے غلام طلیح کو بلوانا اور جب وہ آئے تو اسے یہ خط دینا اور کہنا کہ ریحانہ کے پاس پہونچا دے۔"

یہ باتیں کر کے دونوں لیٹ کے سو رہیں اور صبح ہوتے ہی سلوریا وہ خط لے کے عربی لشکرگاہ میں داخل ہوئی۔ اس کی سندیں دیکھ کے سپاہیوں نے فوراً عثمان ابن ابی لیعہ کے خیمے کے پاس پہونچا دیا۔ زنانے خیمے کے دروازے پر کئی حبشی غلاموں کو ننگی تلواریں کھینچے ٹہلتے دیکھ کے سلوریا آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتی ہوئی ان کے پاس گئی اور ایک سے کہا" امیر عسکر کے غلام

سلہ اس وقت تک کاغذ چین کے سوا کہیں نہ تھا۔ مسلمان چاہے اُس سے چین سے لائے ہوں مگر مغربی دنیا کو اس زمانے کے ایک صدی بعد انھیں نے بتایا۔

طلیح کہاں ہیں؟"

ایک فرانسیسی نن کو طلیح کا نام پوچھتے دیکھ کے حیرت ہوئی اور تھوڑے پس و پیش کے بعد اپنے ایک ساتھی کو بھیج کے طلیح کو بلوایا۔ طلیح بھی یہ سُن کے کہ ایک نن مجھے ڈھونڈھتی ہوئی آئی ہے تعجب کرتا ہوا عثمان ابن ابی لیسعہ کے مردانے خیمے سے نکلا۔ سلوریا نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا اور کہا "طلیح میں ہی ہوں تمھیں مجھ سے کیا کام ہے؟"

سلوریا۔ مجھے دریافت کرنا ہے کہ آپ کے آقا کی لونڈی ریحانہ یہاں ساتھ آئی ہیں یا نہیں؟"

طلیح۔ (نہایت ہی حیرت سے) "ہاں وہ ساتھ آئی ہیں۔ تمھیں کیا ان سے کوئی کام ہے؟"

سلوریا۔ مجھے اسی قدر کام ہے کہ (جیب سے نکال کے) یہ خط ان کے پاس پہونچا دو۔"

طلیح۔ ابھی پہونچائے دیتا ہوں۔ مگر جواب بھی چاہتی ہو؟"

سلوریا۔ جی ہاں۔"

طلیح۔ تو ٹھہرو۔" یہ کہہ کے وہ حرم کے خیمے میں گیا اور سلوریا خیمے کے اُس پاس ٹہلنے لگی چند ہی منٹ ہوئے ہوں گے کہ ریحانہ دوڑتی ہوئی باہر آئی اور سلوریا کے قریب آ کے کہنے لگی۔ "تم ہی یہ خط لائی ہو؟"

سلوریا۔ جی ہاں میں ہی لائی ہوں۔"

ریحانہ۔ اور میلینا جنھوں نے یہ خط بھیجا ہے کہاں ہیں؟"

سلوریا۔ (ذرا تامل سے) "سوتیوم کے قلعہ میں۔"

(اس جواب پر کس قدر مطمئن ہو کے) ریحانہ سلوریا کو حرم کے خیمے کے اندر لے گئی اور ایک قالین پر بٹھا کے کہا "تم ذرا ٹھہرو میں ابھی آتی ہوں۔" اور چلی گئی۔ اب حرم کی بہت سی عربی اور اندلسی عورتوں نے آ کے سلوریا کو گھیر لیا جو اس کی صورت وضع قطع۔ لباس اور حرکات و سکنات ہر چیز کو اس طرح تعجب کی نگاہوں سے دیکھتی تھیں کہ تماشہ بنا لیا تھا۔ اُن کے ہجوم سے سلوریا پریشان تھی کہ دو ایک بیباک عورتوں نے جو فرانسیسی زبان میں دو ایک ٹوٹے پھوٹے لفظ بول لیتی تھیں۔ اس کے لباس و وضع پر اعتراض کرتے ہوئے مذہبی بحث چھیڑ دی اور مسیحی عقائد پر حملے کرنے لگیں۔ آخر مجبور ہو کر سلوریا نے کہا "بی بیو! میں مذہب کی بحث کرنے کو نہیں آئی ہوں۔ میرا دین بُرا بھلا جو کچھ ہے میرے دل کی تسکین کے لئے کافی ہے اور میں اس پر قائم ہوں۔" لیکن معترض عورتیں اور چھیڑنے پر آمادہ تھیں کہ ریحانہ آ گئی۔ اور کہا "چلئے آپ کو ہمارے آقا سیدی ابن ابی یسعہ بلاتے ہیں۔"

سلوریا۔ میں تم سے اس خط کا جواب لینے کو آئی تھی۔ مگر امیر کا حکم بجا لانا ضروری ہے۔ چلو۔" اور ریحانہ کے ساتھ اس خیمے سے نکل کے مردانے خیمے میں داخل ہوئی اُس کی صورت دیکھتے ہی عثمان نے پہچان کے پوچھا "کل تمہیں مجھ سے آزادی کی سند لے گئی تھیں نہ؟"

سلوریا۔ (ادب سے سلام کر کے) "جی ہاں۔ میں ہی حاضر ہوئی تھی۔"

عثمان۔ "تم کو یہ عورت ہیلینا کہاں ملی؟"

سلوریا۔ حضور وہ قلعہ کے اندر رہیں۔ مجھ سے ان سے ملاقات نہیں ہوئی وہ ہفتہ پہلے جب میں یہاں تھی وہ ملی تھیں۔ مگر کل میرے آنے کی خبر انھیں ہوئی تو رات کو ایک عورت کے ہاتھ یہ خط بھیجا اور زبانی کہلا بھیجا کہ میں اسے عربی لشکر میں حضور کی لونڈی ریحانہ کے پاس پہونچا دوں"

عثمان۔ وہ کون عورت تھی جو ہمارے محاصرے سے بچ کے نکل گئی؟ (اطلاع سے) دیکھو تاکید کردو کہ ہوشیاری سے اور آنکھیں کھول کے محاصرہ کریں مرد عورت بوڑھا بچہ کوئی ہو بغیر میرے حکم کے نہ قلعے سے باہر نکلنے پائے اور نہ اندر جانے پائے (سلوریا سے) "تو اب ریحانہ کا جواب تم کیونکر پہونچاؤ گی؟"

سلوریا۔ میں سمجھتی تھی کہ مذہبی لوگ راہب ہوں یا نَنیں آمد و رفت سے نہ روکے جائیں گے"

عثمان۔ نہیں۔ اس کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ میرا تجربہ ہے کہ تمھارے مقتدا اس قابل نہیں ہوتے کہ ان کے اقرار پر بھروسہ کیا جائے۔ وہ مخبری کرتے ہیں جس سے ہمیں کسی حد تک دشواریاں اٹھانی پڑتی ہیں"

سلوریا۔ تو مجبوری ہے۔ میں اپنے گھر میں جا کے چپکی بیٹھ رہوں گی"

عثمان۔ (سوچ کے) "مگر ضرورت ہے کہ اس خط کا جواب ہیلینا کے پاس پہونچ جائے"

سلوریا۔ (لاپروائی سے) "تو حضور خود ہی کسی ذریعہ سے پہونچا دیں میں تو نہیں جا سکتی"

عثمان۔ یہ ممکن ہے کہ تم کو جانے کی اجازت دیدی جائے۔ لیکن اقرار کرو

کہ اس اجازت سے فائدہ اُٹھا کے تم دشمنوں کی مخبری نہ کروگی ؟"

سلوریا۔ اس کا جس طرح حکم ہو میں وعدہ کرنے کو تیار ہوں۔ ہم دو تین نیئں ہیں جنھوں نے عہد کیا ہے کہ سوا دینداری کی تعلیم کے اور کوئی کام نہ کریں گے۔"

عثمان۔ تمھاری وہ دونوں ساتھ والیاں کہاں ہیں ؟"

سلوریا۔ میرے ساتھ ہی رہتی ہیں۔ اور اگر حضور مجھے اجازت دیتے ہیں تو ان دونوں کو بھی اندر آنے کی اجازت ہو کیونکہ میں اکیلی کچھ نہیں کر سکتی۔"

عثمان۔ خیر تمھاری ذمہ داری پر اُن کو بھی اجازت دیدی جائے گی۔ مگر اس شرط سے کہ اس ہیلینا کو اپنے ساتھ یہاں لے آؤ۔"

ریحانہ۔ ہاں ضرور لے آؤ۔ میرا بھی اُن کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے"

سلوریا۔ مگر جان بخشی ہو تو ایک بات عرض کروں ؟"

عثمان۔ کہو۔ تمھیں ہر بات کی اجازت ہے۔"

سلوریا۔ میں ہیلینا کو سمجھا بجھا کے لے آئی اور آپ نے اپنی لونڈی سمجھ کے پکڑ لیا تو پھر میں اُسے کیا منہ دکھاؤں گی۔"

عثمان۔ نہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اُسے کسی بات پر مجبور نہ کروں گا اول تو مجھے خود اس کے دیکھنے کا شوق ہے دل کو اس کے ساتھ لگاؤ ہو گیا تھا جس کی افسوس اس نے قدر نہ کی۔ دوسرے اُس کے ذریعہ سے میں یہاں کی شہزادی میلند کی صورت دیکھنا چاہتا ہوں جن کی میں نے بڑی تعریف سُنی ہے تم نے انھیں دیکھا ہو گا ؟"

سلوریا۔ اکثر دیکھا ہے ان کے حسن کی تعریف نہیں ہوسکتی اور فرنگستان میں ان کی خوبصورتی کا شہرہ ہے۔"

عثمان۔ میں نے سنا ہے کہ ان کی خوبصورتی دیکھتے ہی انسان کے ہوش و حواس جاتے رہتے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟"

سلوریا۔ جی ہاں۔ مشہور تو یہی ہے۔ مگر میں نے کبھی کسی کو بیہوش ہوتے نہیں دیکھا۔"

عثمان۔ خیر اب تم ریحانہ کا خط لے جاؤ۔ اور تم کو مع تمھاری دونوں رفیق ننوں کے شہر اور علاقہ کے اندر آنے جانے کی عام اجازت ہے۔ میں تم کو اس کی سند دیئے دیتا ہوں اور فوج کے تمام سرداروں کو بھی اس کی اطلاع کر دی جائے گی۔" اس کے بعد ریحانہ نے اُسے ہیلینا کے خط کا جواب لکھ کے دیا عثمان ابن ابی یسعہ نے قلعہ کی آمد و رفت کی مہری سند اس کے حوالے کی اور وہ ادب سے سلام کر کے واپس جانے کو تھی کہ عثمان نے کہا۔ دیکھو جلدی آکے مجھ سے ملنا۔ مجھے انتظار رہے گا۔"

سلوریا۔ اب تو میں نے ایسا کام اپنے ذمے لیا ہے کہ اکثر حاضر ہوا کروں گی"

یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔"

گیارھواں باب

حملے کے لئے حسن کی تیاریاں

شہزادی مینہ سوتیوم کے عالی شان شاہی قصر میں ایک اونچے برج کے اندر نقرئی چوکی پر بیٹھی ہے۔ اور بیرون شہر کا مغربی میدان نظر کے سامنے ہے شام ہونے کو دو گھنٹے باقی ہیں۔ جب کہ آفتاب کی حدت کم ہوگئی ہے اور غبارات زمین کے گھٹنے سے مطلع خوب صاف ہوگیا ہے عربوں کے خیمے جو فصیل شہر سے ایک میل کی مسافت پر قائم ہیں۔ قطار در قطار کوسوں تک پھیلے نظر آتے ہیں جن کے سلسلے کو درختوں نے جا بجا سے قطع کر دیا ہے۔ اور اُن کے سامنے اس کثرت سے سوار اور پیدل آتے جاتے دکھائی دیتے ہیں کہ عربوں کی فوجی سرگرمی کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ سیکڑوں تیر انداز ترکش خالی کر کے خیموں میں واپس جاتے ہیں اور سیکڑوں نئے تیر انداز خیموں سے نکل نکل کے باہر آتے اور شہر کی طرف بڑھتے ہیں فصیل شہر کے پاس عربوں نے کئی زبردست منجنیقیں قائم کر دی ہیں جن کو دو دو سو تین تین سو آدمی زور لگا کے کھینچتے اور کھینچ کے اس زور سے چھوڑتے ہیں کہ پہاڑ کے پھٹ پڑنے کی سی آواز بلند ہوتی ہے اور من من ڈیڑھ ڈیڑھ من کے پتھر آ کے فصیل پر اس زور سے پڑتے ہیں کہ شہر کے در و دیوار ہل جاتے ہیں۔

ایک مقام پر سامنے ہی عربوں نے مینڈھے کے ایک زبردست اور مضبوط فولادی سر کو لکڑی کے ایک بڑے بھاری شہتیر کی نوک پر لگایا ہے۔ اس شہتیر کو تین تین چار چار سو آدمی اٹھا کے زور سے دوڑتے ہیں اور دیوار شہر سے لا کے اس زور و شور سے ٹکرا دیتے ہیں کہ اس میں جا بجا رخنے پڑتے ہیں۔ جو لوگ فصیل پر سے تیر اندازی و سنگباری کر رہے ہیں۔ اُن کے قدموں کو لغزش ہو جاتی ہے اور شہر والے سہم کر رہ جاتے ہیں کہ دیوار منہدم نہ ہو جائے۔

منجیقوں اور فولادی مینڈھوں کے چلاتے وقت عرب لوگ ایسا غل مچاتے اور اس طرح زور شور سے تکبیروں کے نعرے بلند کرتے ہیں کہ دشت و جبل گونج اُٹھتے ہیں اور شہر والے خصوصاً ان لوگوں کے جو فصیل پر ہیں کان اُڑ جاتے ہیں اور سارے شہر پر اس شور و ہنگامے کا رعب پڑ رہا ہے۔ اس حالت کو شہزادی دیر تک دیکھتی رہی اور پھر قلعہ دار شہر سے جو داہنی طرف دست بستہ کھڑا تھا کہا "سریطوس تمھارے اندازے میں قلعہ کی دیواریں کتنے دنوں تک ان سخت حملوں کو برداشت کر سکیں گی؟ ان یورشوں اور حملوں کو دیکھ کے تو مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ دو ہی تین دن میں دیواروں کا پتہ نہ لگے گا۔"

سریطوس ۔ حضور ہمارے قلعہ کی دیواریں نہایت مضبوط ہیں دو تین دن کیسے ۔ دو تین مہینے میں بھی عرب ان کو نہ توڑ سکیں گے۔ مگر ایک بات کا اندیشہ البتہ ہے"

منیلنہ ۔ وہ کیا؟"

سریطوس ۔ جن جن مقاموں پر آج کل دیوار بنی ہے اور نئی مرمت ہوئی

ہے۔ وہاں بیشک فصیل کمزور ہے۔ کہیں عربوں کو ان مقامات کا حال معلوم ہو گیا یا اتفاق سے ان جگہوں پر گولہ باری کرنے لگے۔ تو بڑی مشکل پڑ جائے گی وہ مقامات ان حملوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

فلا دیا۔ تو ایک کام کیجئے۔ ان جگہوں پر زیادہ فوج رکھئے تاکہ عرب لوگ اگر اُدھر کا رخ کریں تو اُن پر ایسی سختی سے پتھر اور تیر برسائے جائیں کہ وہ تاب نہ لا سکیں اور ہٹ کے دوسری طرف چلے جائیں۔"

سرویطوس۔ کسی حد تک میں نے اس کا انتظام کیا ہے۔ مگر یہ بھی تو اندیشہ ہے کہ وہاں ہماری زیادہ فوج دیکھ کے عرب جو ہم سب سے زیادہ ہوشیار ہیں یہ نہ سمجھ جائیں کہ دیوار یہاں پر کمزور ہے۔"

منیلہ۔ افسوس! مجھے ایک ہفتہ بھی پہلے خبر ہو جاتی کہ عرب قوقصہ سے پہلے یہاں آ جائیں گے تو یہاں فوج کی اس قدر کمی نہ ہوتی۔"

سرویطوس۔ حضور کی ہوشیاری سے یہ بھی ہو گیا کہ ہمارا قلعہ محاصرے کی تاب لا سکا۔ عربوں کی خبر پاتے ہی حضور نے ایسی پھرتی کے ساتھ قوقصہ اور بُردی غالہ سے فوجیں منگوا لیں کہ اور کسی سے ہرگز نہ ہو سکتا۔"

منیلہ۔ مگر یہ تھوڑی سی فوج کیا بنائے گی۔ اور کب تک لڑے گی عربوں کے مقابلہ کے لئے کم از کم پچاس ہزار لشکر تو ہوتا۔"

سرویطوس۔ شہر میں سب ملا کے آٹھ ہزار فوج ہے۔ تین ہزار سپاہی یہاں موجود تھے اور شاہزادی کے لکھنے کے ساتھ ہی دو ہزار قوقصہ سے اور تین ہزار بُردی غالہ سے آ گئے۔ لیکن مجھے ان لوگوں پر بہت بھروسہ ہے۔ بڑی بہادری

اور جان بازی سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ جس وقت یہ فصیل پر صف باندھ کے کھڑے ہوتے ہیں۔ عربوں کے تیر اندازوں پر تیروں کا منھ برسا دیا کرتے ہیں مگر مجال کیا کہ یہ لوگ اپنی جگہ سے ہٹیں۔"

منینہ۔ (خوش ہو کے) "میں کل صبح کو ساری فصیل پر گشت لگا کے ان بہادروں کی کارگذاریاں دیکھوں گی۔ انھیں انعام دوں گی اور تعریف کر کے اُن کا حوصلہ بڑھاؤں گی۔"

سرولیلوس۔ حضور ہی کی مہربانی و شفقت دیکھ کے وہ جان توڑ کے لڑ رہے ہیں۔"

رولمدا۔ مگر شہزادی اس خالی شہر پناہ پر لڑنے سے کیا فائدہ ہوگا؟ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ ہمارے سپاہی شہر سے نکل کے حملے کرتے۔

منینہ۔ (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) "اتنی فوج ہی نہیں ہے کہ ہم نکل کے مقابلہ کریں۔ اور اگر یہ پورے آٹھ ہزار بہادر مقابلہ کو نکل بھی پڑیں تو شہر کی حفاظت کون کرے گا؟ ساری فصیل سپاہیوں سے خالی ہو جائے گی۔ اور عرب جدھر سے چاہیں گے اوپر چڑھ آئیں گے۔"

فلادیا۔ اب تو ضرورت ہے کہ عورتیں بھی قوم کی عزت اور دین کی حمایت میں اپنی جانیں لڑائیں۔ اور اگر اجازت ہو تو میں شہر کی عورتوں کا ایک لشکر جمع کر دوں۔ وہ اگر میدان میں نکل کے مقابلہ نہ کریں تو اوپر سے تیر اور پتھر برسا سکتی ہیں۔"

منینہ۔ ہاں اس سے شہر کے بچانے کا تھوڑا بہت انتظام تو ہو سکتا ہے

مگر ایسے نازک موقع پر عورتوں کی بہادری پر بھروسہ نہیں کیا جاتا۔ ابا جان نے چار پانچ روز میں بہت سا لشکر جمع کر لیا ہو گا۔ مگر وہ لوگ یہاں تک پہونچ ہی نہ سکیں گے۔"

سرویطوس نے۔ ہم باہر سے اس قدر بے تعلق ہو گئے ہیں کہ کسی بات کی خبر نہیں مل سکتی۔ ورنہ جس وقت ہماری کمک کو نیا لشکر آتا ادھر سے ہم نکل کے حملہ کر دیتے۔ کیا عجب کہ اس تدبیر سے وہ لوگ شہر میں داخل ہو سکتے۔"

مینہ۔ ہم باہر سے اس قدر بے تعلق ہیں کہ کسی بات کی خبر نہیں مل سکتی ورنہ جس وقت سلوریا اور ہیلینا بھی ہاتھ سے نکل گیئں۔ عرب ایسے اچانک اور خلاف امید یہاں آ گئے کہ سارا کھیل بگڑ گیا اور کوئی بات بنائے نہیں بنتی۔"

سرویطوس۔ مگر حضور گھبرائیے نہیں۔ ہمارے جتنے بہادر یہاں موجود ہیں اپنی جانیں لڑا دیں گے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ ہمارے بادشاہ کسی نہ کسی طرح ہمیں کمک ضرور پہونچا دیں گے۔ یوں نہ پہونچ سکی تو خود آئیں گے۔ مگر یہ ممکن نہیں کہ اپنی بیٹی کو مصیبت میں چھوڑ دیں۔"

مینہ۔ خیر اب تم اسی وقت جا کے پوری فصیل اور تمام برجوں کا ایک چکر لگا آؤ اور سب لوگوں کو خبر کر دو کہ کل میں خود آ کے ان کی کارگذاری و جانفشانی اپنی آنکھوں سے دیکھوں گی۔"

سرویطوس۔ بہت خوب میں ابھی جا کے ان میں چکر لگاتا ہوں۔"

مینہ۔ مگر واپس آ کے مجھے بتا بھی دینا کہ تم نے کیا دیکھا۔ اور کسی کو غافل تو نہیں پایا؟"

سرویطوس کے جانے کے بعد مینہ کچھ دیر خاموش رہی پھر سر اُٹھا کے فلادیا کی طرف دیکھا اور کہا "سلوریا اور ہیلینا خدا جانے کس حال میں ہیں؟ تو توصہ پہونچتے ہی انھیں معلوم ہوا ہوگا کہ سوتیوم کو عربوں نے گھیر لیا تو ان کا کیا حال ہوا ہوگا؟"

فلادیا۔ حضور پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہوگی۔"

مینہ۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ عربوں کا بڑا سردار عثمان یہاں آیا ہے یا کہیں اور ہے؟"

ہلیشریا۔ کیوں کہ معلوم ہو؟ چاروں طرف ناکے اس طرح بند ہیں کہ پرند پر نہیں مار سکتا۔ کوئی جاسوس تک تو شہر سے نکل نہیں سکتا۔"

ان باتوں میں شام ہو چکی تھی اور اندھیرا چھا گیا تھا۔ آسمان پر تارے نکل آئے تھے۔ اتنے میں شہزادی کی اردلی کے ایک سوار نے سامنے آکے ادب سے سلام کیا اور کہا۔ حضور دو ننیں آئی ہیں جو شاہزادی کی خدمت میں آنا چاہتی ہیں۔ اور کوئی بہت ضروری کام بتاتی ہیں۔"

مینہ۔ یہیں کی ننیں ہیں؟"

اردلی۔ غلام نے یہ نہیں پوچھا۔"

فلادیا۔ یہاں کی نہ ہوں گی تو کہاں کی ہوں گی۔ بھلا باہر سے آج کل کوئی یہاں آسکتا ہے؟"

مینہ۔ خیر کوئی ہو بلالاؤ۔ کوئی ضروری کام بتاتی ہیں تو اُن سے مل لینا چاہیے۔ شاید ہمارے ہی فائدے کی کوئی بات بتائیں۔ مگر ٹھہرو اندھیرا

چھا گیا ہے اور یہاں ہوا میں چراغ نہیں ٹھہر سکتا۔ میں پیچھے اپنے خاص لوگوں سے ملنے کے بڑے کمرے میں جاتی ہوں تم اُن کو وہیں لے آؤ۔"

اردلی۔ بہت خوب" کہہ کے واپس گیا اور شہزادی اپنی سہیلیوں کے ساتھ زینے سے اُتر کے نیچے آئی۔ کمرے میں ابھی روشنی نہیں ہوئی تھی اس کے انتظار میں برآمدے میں کھڑی تھی کہ اردلی نے ان ننوں کو لا کے سامنے کھڑا کر دیا جو مینہ کو دیکھتے ہی اُسے ترقی و اقبال کی دُعا دینے لگی۔

مینہ۔ آپ کس لئے آئی ہیں؟ مگر آپ سے پہلے میں کہتی ہوں کہ شہر کی عورتوں میں جوش اور دین و وطن کی غیرت پیدا کیجئے اور اس بات پر آمادہ کیجئے کہ کچھ تو مردوں کا ہاتھ بٹائیں۔ ہمارے مرد انہی کے لئے اپنی جانیں نثار کر رہے ہیں۔"

ایک نن۔ (نہایت آہستہ سے اور دبی ہوئی آواز میں) "جو حکم ہو ہم اس کے بجا لانے کو حاضر ہیں۔ حضور عورتوں کی ایک فوج بنائیں۔ خود اس کی سردار بنیں اور اُن کی جاں نثاری کا امتحان کر لیں۔"

مینہ۔ اچھا خیر تم میرے پاس کس لئے آئی ہو؟ (یہ دیکھ کے کہ کمرے میں چراغ روشن ہو گیا) آؤ اندر چل کے بیٹھو۔"

دوسری نن۔ مگر ہمیں ایسی راز کی بات کہنی ہے کہ کسی اور کے سامنے نہیں کہہ سکتے۔"

مینہ۔ میری یہ سہیلیاں میرے سب رازوں سے واقف ہیں۔"

دوسری نن۔ ہوں مگر ہم تو تنہائی میں کہیں گے۔"

مینہ۔ تو پھر یہیں کہہ لو۔ اُس کے بعد اندر چل کے بیٹھیں گے (سہیلیوں سے) تم ذرا اندر چلی جاؤ۔ میں ابھی آئی" تینوں سہیلیاں اندر چلی گئیں۔ اور شہزادی نے ایک قدم آگے بڑھا کے کہا" کہو کیا کہتی ہو؟"

دوسری نن۔ ہمیں حضور کے پاس مسلمانوں کے سردار عثمان ابن ابی یسو نے بھیجا ہے"

مینہ۔ (چونک کے) تو تم باہر سے آئی ہو؟ میں سمجھتی تھی کہ یہیں کی نن ہو۔ خیر تو عثمان کا کیا پیام لائی ہو؟"

دوسری نن۔ (بہت چپکے سے)" انھوں نے حضور کے حسن و جمال کا شہرہ سُنا اور بے دیکھے عاشق ہو گئے۔ اور اس عشق کے ہاتھوں ایسے بے تاب ہیں کہ کسی حال پر قرار نہیں آتا"

مینہ۔ (ہنس کے)" مجھے یہ سُن کے بڑا افسوس ہوا۔ کہنا اپنا علاج کریں دماغ میں اکثر ایسی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کوئی حکیم اُن کی فوج میں نہ ہو تو میں بھیج دوں"

دوسری نن۔ مگر وہ تو کہتے ہیں کہ اس مرض کا علاج آپ کے سوا کسی سے نہیں ہو سکتا"

مینہ۔ (قہقہہ مار کے) تو کیا مشکل ہے۔ ان سے کہو یہاں چلے آئیں میں اچھی طرح اُن کے دماغ کا علاج کر دوں گی"

دوسری نن۔ آپ کہیں گی تو وہ چلے بھی آئیں گے۔ مگر اس وقت تو انھوں نے اپنے درد دل کی تسکین کے لئے یہ علاج سوچا ہے (آگے بڑھ کے اور

شہزادی کے بالکل قریب پہونچ کے) کہ میں ان کی طرف سے آپ کے لب لعلین کا ایک بوسہ لے لوں۔" یہ کہتے ہی وہ نن بوسہ لینے کے لئے بڑھی۔ مگر شہزادی نے دونوں ہاتھوں سے روک کے کہا" یہ غیر ممکن ہے۔"

نن۔ میرے بوسہ لینے میں بھی مضائقہ ہے؟"

میلینہ۔ تم نن ہو۔ دین دار بیوی ہو۔ تم خود جو چاہتیں مجھے اس کے ماننے میں عذر نہ ہوتا۔ مگر عرب سردار کے نام سے نہیں ہو سکتا۔

نن۔ (اور آگے بڑھ کے)" مگر میں تو وعدہ کر آئی ہوں۔ ضرور بوسہ لوں گی۔" یہ کہتے ہی اس نے زبردستی ایک بوسہ لے لیا۔ شہزادی کے غصہ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ طیش میں آ کے سہیلیوں کو آواز دی اور جیسے ہی وہ آئیں کہا" ان دونوں ننوں کو اندر پکڑ کے لے چلو۔ ان کے مقدس ہونے کا ذرا بھی پاس و لحاظ نہ کرو۔ میں تحقیقات کر کے انھیں سزا دوں گی۔" یہ کہہ کے نہایت غیظ و غضب کے ساتھ کمرے میں جا کے تخت پر بیٹھ گئی اور دل میں کہنے لگی" ان ننوں نے سخت گستاخی کی اور مجھے ذلیل کیا۔ میں بے سزا دیئے نہ رہوں گی۔" اتنے میں تینوں سہیلیاں ان دونوں ننوں کو گرفتار کر کے اندر لائیں اور سامنے کھڑا کر دیا۔

شہزادی نے اپنی قہر آلود نظریں اُس نن کے چہرے پر جما دیں جس نے بوسہ لیا تھا۔ اور کہنا شروع کیا کہ" تم بڑی گستاخ ہو۔ اگر تم یہ دینی لباس نہ پہنے ہوتیں تو میں فوراً قتل کر ڈالتی۔ مگر اب تمھارے اس تقدس کا ذرا بھی ادب نہ کروں گی۔" یہ کہتے کہتے اور یہ دیکھ کر وہ نن مسکرا رہی ہے متعجب سی ہوئی

زبان سے نکلا " ابن ہیں کسے دیکھ رہی ہوں " سلوریا " اور بے تحاشہ جھپٹ کے گلے سے لگالیا۔ اور کہنے لگی " اس شرارت سے تمھیں کیا مل گیا؟ اور یہ ساتھ کون ہے ہیلینا ہوں گی! (دیکھ کے) ہاں وہی ہیں " اُسے بھی سینے سے لپٹا کے۔ تم بھی اسکی شرارتیں سیکھ گئیں ؟"

ہیلینا۔ میں نے تو کوئی گستاخی نہیں کی۔ الگ ہی کھڑی رہی "

مینہ۔ تمھارے دل میں بھی شرارت نہ تھی تو یہ فریب کے کپڑے کیوں۔ پہنے ہو؟"

ہیلینا۔ ان ہی کپڑوں نے حضور کے قدموں تک پہونچا دیا ہے "

سب سہیلیوں کو سلوریا اور ہیلینا کے آنے کی بڑی خوشی ہوئی ایک دوسرے سے بھینچ بھینچ کے ملیں اور باہم ہنسی مذاق اور چھیڑ چھاڑ کی باتیں ہوئیں۔

مینہ۔ خیر دل لگیاں تو ہوتی رہی گی اب کچھ یہ بھی بتاؤ گی کہ اتنے دنوں کہاں رہیں؟ کیا کیا؟ اور کیونکر واپس آئیں؟ سلوریا نے اوّل سے آخر تک ساری داستان کہہ سنائی۔ شہزادی سُنتے سُنتے کبھی متحیر ہو جاتی تھی کبھی مغموم واندوہگین ہوتی تھی اور کبھی خوش ہو کے ہنس پڑتی تھی۔ اور جب وہ سارے واقعات بیان کر چکی تو بولی یہ کام تم نے کیا ہے جو نہ کسی جاسوس سے ہو سکتا اور نہ کسی سپاہی سے خیر یہ معلوم ہو گیا کہ عثمان ابن ابی یسعہ یہیں موجود ہو سکتا ہے اور ہاں ہیلینا۔ ریحانہ نے تمھیں جواب میں کیا لکھا تھا؟ یہ تو تم نے بتایا ہی نہیں ؟"

فلادیا۔ اس میں جو کچھ لکھا ہے اُسے یہ کیوں بتانے لگی تھیں۔ میاں عاشق ومعشوق رمزے ہست۔

سلوریا۔ حضور اس گھڑی تک وہ خط مجھے بھی نہیں دکھایا ہے۔ بس لانے کی گنہگار ہوں۔"

ہیلینا۔ (شرما کے اور شرمائے ہوئے سُرخ گالوں پر نیچی آنکھوں کی پلکوں کا سایہ ڈال کے) "میں نے تو اس وقت تک اُسے خود ہی نہیں پڑھا ہے۔ سلوریا نے جیسے ہی لا کے دیا میں نے جیب میں رکھ لیا دل میں کہا اسے حضور ہی کے سامنے پڑھوں گی۔"

مینہ۔ یہ کیوں؟"

ہیلینا۔ (شوخی کے ساتھ) اس لئے کہ اس میں مجھ سے زیادہ حضور کے راز ہوں گے۔ (ویسا ہی بند لفافہ جیب سے نکال کے اور شہزادی کی طرف بڑھا کے) "لیجئے، پڑھ کے دیکھ لیجئے۔"

مینہ۔ (خط ہاتھ میں لے کے) "میرا راز کیوں ہونے لگا تھا؟ مجھے کسی سے مطلب؟"

ہیلینا۔ (اپنی ندامت پر غالب آ کے) "پڑھیئے گا تو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ مطلب ہے یا نہیں!"

مینہ۔ لکھنے کو کوئی ہزار لکھے میں تو پرواہ نہیں کرتی۔ سیکڑوں آدمی لکھ چکے ہیں۔ مگر میں نے خیال بھی نہیں کیا۔"

یہ کہہ کے شہزادی نے خط کھولا اور چپکے چپکے پڑھنے لگی۔ سلوریا نے جو زیادہ بیباک تھی کہا" اس کی سند نہیں ہے۔ آواز سے پڑھیئے۔" آخر سب کے اصرار سے شہزادی نے ذرا آواز سے پڑھنا شروع کیا۔ ہسپانیہ کی زبان میں خط تھا۔

جسے شہزادی اور اس کی سہیلیاں بخوبی سمجھ لیتی تھیں۔ مضمون یہ تھا۔

"دل ستان بہن ہیلینا۔ تم ہمارے آقا حضور عثمان ابن ابی یسعہ کے ساتھ ہم سب کا دل بھی اپنے ساتھ لیتی گئیں۔ ایسی بے مہری اور ایسی بے وفائی یہ تو بے وفائی نہیں ظلم تھا۔ ہمارے آقا کو ہر وقت تم یاد رہتی ہو۔ اور ہر گھڑی تمہارا خیال اُن کے دل میں۔ تمہاری پیاری صورت اُن کی آنکھوں کے سامنے اور تمہارا نام اُن کی زبان پر رہتا ہے۔ یہ ساری فتحیں ایک طرف۔ اور جو شکست انھیں تم نے دی ہے ایک طرف تم نے بڑی عنایت کی جو ہمیں یاد کیا" اب بھی پوچھا تو مہربانی کی۔ اب خدا کے لئے ہمارا قصور معاف کرو اور آکے اپنا جمال جہاں آرا دکھاؤ۔ ہمارے آقا وعدہ کرتے ہیں کہ تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کریں گے۔ جس آزادی سے چاہنا رہنا۔ اور جب اور جہاں جی چاہے چلی جانا۔ وہ حلف سے وعدہ کرتے ہیں کہ تم پر کسی قسم کا جبر نہ کریں گے۔ خصوصًا جب سے تم نے یہ خط لکھ کے اپنی یاد تازہ کی ہے اور یہ معلوم ہوا کہ تم شہزادی مینہ کی انیس وجلیس ہو اُن کی عجب حالت ہو رہی ہے شہزادی کے وہ نادیدہ عاشق ہیں سیکڑوں آدمیوں سے اُن کے حسن کا شہرہ سُنا ہے۔ اور اس تمنا نے بیتاب وبیقرار کر رکھا ہے کہ وہ ایک ہی دفعہ اپنا عالم آشوب حسن وجمال دکھا دیں۔ یہ ساری لڑائی بس اسی لئے ہے۔ جب تک شہزادی مہربان نہیں ہوتیں۔ اُن کی خدمت میں میری طرف سے عرض کرو کہ فتح آپ کے ہاتھ میں ہے پھر آپ کیوں نہیں فتح کرتیں عثمان ابن ابی یسعہ اس فوج اس لشکر اس زبردست قلعے اور اس سارے سامان جنگ سے شکست نہ کھائیں گے۔ انھیں فتح کرنا ہے

تو اپنی نگاہ ناز کے تیر۔ اپنی ابرؤں کی سینہ شگاف تلواروں اور اپنی پلکوں کے جگر چاک کرنے والے خنجروں سے کام لیجئے۔ ملاقات کے لئے شہزادی جو طریقہ پسند کریں منظور کیا جائے گا۔ بس تم ایک دن کے لئے یہاں چلی آؤ۔ شہزادی کی مرضی کے موافق سب باتوں کا انتظام ہو جائے گا"

آپ کی خادمہ "ریحانہ"

خط کا آخری حصہ پڑھتے وقت شہزادی کی زبان رُکنے لگی تھی مگر سب نے زبردستیاں کر کے اُسے پڑھوایا اور غور کرنے لگیں کہ اس کے بعد کیا کارروائی کی جائے۔ پلچیریا نے کہا "سوچنے کی کیا ضرورت ہے یوں لڑائی میں مشکلوں سے عرب سردار کا سامنا ہوتا۔ اور شاید اُس کے قریب تک پہونچنا دشوار ہوتا اور اب کوئی مشکل نہ پیش آئے گی۔ تو کل یہ کیا جائے کہ ہماری فوج قلعہ سے نکل کے دشمنوں پر حملہ کرے۔ اور شاہزادی اپنی قدیم وضع کے موافق چہرے پر نقاب ڈال کر مقابلہ کو نکلیں۔ ہیلینا۔ عثمان مسلمان سردار کو اسی وقت خبر کر دیں کہ کل میدان جنگ میں آپ کو میں شہزادی کا جلوہ دکھاؤں گی۔ لڑائی میں جیسے ہی سامنا ہو ہیلینا اُس سے مل کے اُسے سامنے لائیں اور شہزادی اپنی پوری زدبر دیکھ کے چہرے سے نقاب اُلٹ دیں۔ صورت دیکھتے ہی وہ بدحواس ہو جائے گا اور کوئی تعجب نہیں جو تیورا کے گر پڑے۔ اُس وقت ہیلینا یہ کام کریں کہ اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیں۔ ہم تینوں فوراً جھپٹ کے گرفتار کر لیں گے اور جھٹ پٹ گھوڑے پر ڈال کے قلعہ میں لے آئیں۔ پھر اُس وقت جب وہ پا بہ زنجیر سامنے کھڑا ہو گا۔ خوب مزے کی باتیں ہوں گی اور اُسے عشق کا پورا مزہ مل جائے گا"

ہیلینا۔ مجھ سے تو ایسی دغا بازی نہ ہو سکے گی۔"

بلشیریا۔ لڑائی میں دشمن کے ساتھ وفاداری کون کرتا ہے۔ جب دشمنی ہے اور جانتے ہیں کہ وہ ہماری جان و مال اور عزت و آبرو کا دشمن ہے تو پھر اُس کے ساتھ وفاداری کیسی؟"

سلوریا۔ اچھا یہ نہ جائیں۔ اب تو اس کام کو میں بھی کر لوں گی؟"

مینہ۔ مگر اس لڑائی میں جاتے اور عثمان کا سامنا کرتے میرا جی ہچکچا رہا ہے اور طرح طرح کے خیال دل میں آتے ہیں۔ کوئی ایسی تدبیر نہیں ہے کہ میرے گئے بغیر کام نکل جائے؟"

بلشیریا۔ بغیر آپ کے گئے ہمارا کام نہیں نکل سکتا۔ حضور گھبرائیں نہیں اس کی عاشقی کی چھیڑ چھاڑ سن کے تو مجھے یقین آ گیا کہ وہ ایک ہی نگاہ میں گھائل ہو جائے گا۔"

مینہ۔ اچھا تو اس کو پرسوں پر رکھو۔ کل ہیلینا اُس سے مل کے طے بھی کر لیں گی۔"

سلوریا۔ مگر ہیلینا تو جانے ہی کو نہیں کہتیں۔"

مینہ۔ جائیں گی کیسے نہیں؟ میں بھیجوں گی اور نہ جائیں گی۔"

ہیلینا۔ حضور حکم دیں گی تو میں آگ میں بھی پھاند پڑوں گی۔ اگرچہ اس سے ملنے میں مجھے اپنے لئے طرح طرح کے اندیشے نظر آتے ہیں۔ مگر جاؤں گی۔"

سلوریا۔ اب تمہارے لئے اس میں کوئی خوف کی بات نہیں ہے۔ شاہزادی کا درمیان نہ آیا ہوتا تو البتہ ممکن تھا کہ وہ تمہیں دغا اور فریب سے بلوا کے قید کر

لینا اور اب. تو اگر تم خود نہ آؤگی تو وہ خود ڈھکیل کے بھیجے گا۔"

ہیلینا۔ خیر جو کچھ ہو۔ میں جاؤں گی۔"

غرض شہزادی اور اُس کی چاروں سہیلیوں نے اسی وقت طے کر لیا کہ کل صبح کو ہیلینا جا کے عثمان ابن ابی یسعہ سے ملے۔ میدان میں شہزادی سے ملانے کا وعدہ کرے اور پرسوں سوتیوم کا لشکر نکل کے حملہ کرے۔ اور اس کے ساتھ ہی شہزادی مِلینہ اپنے حسن کے اسلحہ سے کام لے کے مسلمانوں پر فتح حاصل کرے۔ اس تجویز کے قرار پا جانے کے بعد سب نے کھانا کھایا اور بستروں پر سو رہیں۔

بارھواں باب

حُسن کی فتح

آفتاب برآمد ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی ہو گی کہ ہیلینا نے نہا دھو کے خوب بناؤ سنگھار کیا۔ زلفیں نہایت ہی نزاکت سے آراستہ کیں۔ اپنے حُسن کو چمکا کے اُس کی قوت اور کشش بڑھائی۔ اور زنوں کے سادے کپڑے پہن کے شاہزادی مینہ کے پاس گئی اور کہا" اب جاتی ہوں"۔

مینہ۔ جاؤ۔ مگر دیکھو جلدی آنا (ہیلینا کے چہرے کو پریشان دیکھ کے) اکیلے جاتے ڈرتی ہو تو سلوریا کو ساتھ لے لو"۔

سلوریا جو پاس ہی کھڑی تھی بولی" میں ساتھ چلنے کو تیار ہوں"۔

ہیلینا۔ نہیں۔ اب آج اکیلا ہی جانے دو۔ مگر مجھے وہ آزادی کی سند تو دیدو۔ بغیر اس کے ایسی روک ٹوک ہو گی کہ شاید مجھے اس کے پاس تک پہونچنا دشوار ہو"۔

سلوریا۔ لو ابھی لائی۔ یہ کہہ کے دوڑتی ہوئی گئی۔ اور وہ سند لاکے ہیلینا کے ہاتھ میں دی اور بولی" بس اب تو کوئی اندیشہ نہیں ہے؟"

ہیلینا۔ نے اُس سند کو گریبان میں رکھ لیا جو اُن دنوں جیب کا کام دیتا تھا پھر شہزادی اور سب دوستوں سے رخصت ہوئی۔ اور اسی وقت قلعہ سے نکل کے آگے

بڑھی۔ سامنے ہی عربوں نے ایک زبردست منجنیق لگا رکھی تھی اور چار پانچ سو اُندلسی اور عرب اُس کے چلانے میں مصروف تھے۔ ہیلینا کی صورت دیکھتے ہی کئی آدمی غل مچاتے اس کی طرف دوڑے۔ قریب آکے ہاتھ پکڑ کر پوچھا "کون ہو" بعوض جواب کے ہیلینا نے گریبان میں سے سند نکال کے پیش کر دی جسے دیکھتے ہی گرفتار کرنے والوں نے اس کا نازک ہاتھ اس طرح ڈر کے چھوڑ دیا جیسے کسی کا ہاتھ آگ پر پڑ جائے اور وہ گھبرا کے کھینچ لے۔ پوچھا "تم کہیں باہر جاؤ گی یا ہمارے لشکر میں کوئی کام ہے؟"

ہیلینا۔ میں قائد اعظم عثمان ابن ابی یسعہ کے پاس جاؤں گی فوراً دو شخص اُس کے ساتھ ہو لئے اور عثمان کے خیمے پر پہونچا کے اطلاع کرائی۔ طلیح باہر آیا اور بغیر اس کے کہ کچھ بات کرے اُسے اندر لیجا کے سردار کے سامنے کھڑا کر دیا عثمان نے اُس کی صورت غور سے دیکھی دیکھتے دیکھتے چونک سا پڑا اور بولا "بیوفا محبوبہ ہیلینا! تم ہی ہو نہ؟" اور جب طلیح نے اُس کا ترجمہ کیا تو ہیلینا نے جواب دیا "جی ہاں حضور کی لونڈی ہیلینا" عثمان اس وقت چند افسران فوج سے ضروری باتیں کر رہا تھا سب کو فوراً رخصت کر دیا اور ہیلینا سے کہا "تو کیا تم بھی نن بن گیئں؟ (طلیح سے) ریحانہ کو جلدی بلواؤ" طلیح نے ایک غلام کو دوڑا دیا اور خود ترجمانی کا حق ادا کرنے کے لئے حاضر رہا۔

ہیلینا۔ نن نہ ہو جاتی تو کیا کرتی۔ دُنیا نے مجھے چھوڑا! اور میں نے دُنیا کو چھوڑ دیا۔"

عثمان۔ (مسکرا کے) آخر دُنیا کا قصور؟ اور یہ تو تم اُسے تہمت لگا رہی

ہو کر تمھیں چھوڑ دیا۔ ساری دُنیا تمھیں آنکھوں پر بٹھانے کو تیار ہے۔ میں ہی نے تمھارے ساتھ محبت والفت۔ دولت یا کسی چیز میں کمی کی تھی؟"

ہیلینا۔ نہیں مجھے یہاں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔"

عثمان۔ پھر تمھیں انصاف کرو کہ دُنیا کا قصور ہے یا تمھارا؟"

ہیلینا۔ مگر مجھے دُنیا سے دین زیادہ پیارا ہے۔"

عثمان۔ کسی نے یہاں تم سے کہا تھا کہ اپنا دین چھوڑ دو؟"

ہیلینا۔ کہا تو نہیں مگر یہاں مجھے ہر چیز اور ہر شخص کی باتوں میں اپنے دین کی توہین و حقارت نظر آتی تھی۔ اور پھر وطن اور عزیزوں کا شوق اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔"

اتنے میں ریحانہ آگئی اور عثمان نے کہا" لو ریحانہ تمھاری بی بی ہیلینا آگئیں" ریحانہ دیکھتے ہی دوڑ کے لپٹ گئی۔ پھر اپنے آقا عثمان کے اشارے سے اسے لے جا کے اُس کے برابر بٹھا دیا اور وہی گفتگو کا ذریعہ بن گئی۔

عثمان۔ اگر تمھیں اپنے عزیزوں سے ملنے کا شوق تھا تو مجھ سے کہتیں میں تمھیں بڑی عزت و حُرمت کے ساتھ وہاں بھیجتا۔"

ہیلینا۔ خیر میں اپنا قصور مانے لیتی ہوں۔ کیونکہ ندامت ہی تھی جو مجھے پھر حضور کی خدمت میں لے آئی۔"

عثمان۔ (ہنس کے) مگر ایک بات ہے۔ میں نے کبھی کسی امر میں تم پر جبر نہیں کیا ہے۔ مگر اب ایک بات میں مجھے زبردستی کرنا پڑے گی۔"

ہیلینا۔ وہ کونسی بات ہے؟"

عثمان۔ میں تمھارا یہ لباس بدلواؤں گا۔ سب باتیں گوارہ ہیں مگر اس کو نہیں برداشت کر سکتا!"

ہیلینا۔ (شرما کے اور پھر مسکرا کے ایک شوخ ادائی کے ساتھ) اب آپ کو اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

عثمان۔ ضرورت کیوں نہیں (ہنس کے) اور میری ضرورتوں کو تم کیا جانو؟"

ہیلینا۔ میں جانتی ہوں۔ اب تو میں اس لئے آئی ہوں کہ شہزادی مینہ کو آپ سے ملا دوں۔ جو سردار اکوئی لطائی کی شاہزادی کا عاشق ہو اُسے اور سب طرف سے اپنی نظر ہٹا لینی چاہیئے۔"

عثمان۔ کیا یہ شہزادی تم سے زیادہ خوب رو ہے۔ مجھے تو یقین نہیں آتا"

ہیلینا۔ جب اُن کا جمال جہاں آرا دیکھئے گا یقین آجائے گا۔"

عثمان۔ مانا کہ وہ کوہ قاف کی پری یا جنت کی حور ہیں۔ مگر میرے دل سے تمھارے حسن کا نقش نہیں مٹا سکتیں۔"

ہیلینا۔ اچھا تو پہلے اُن کی زیارت کو لیجئے پھر اس کا فیصلہ کیجئے گا۔"

عثمان۔ مگر اُن کی زیارت کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اس میں شک نہیں کہ مجھے اُن کے دیدار کا نہایت اشتیاق ہے۔ اور جو جو اُن کے حسن کی تعریف سُنتا ہوں یہ اشتیاق بڑھتا جاتا ہے۔ لیکن بجائے اس کے کہ انھیں ستا کے اور ان کا دل دکھا کے اُن کی زیارت کروں چاہتا ہوں کہ لطف کی ملاقات ہو۔ اور یہ شاید تمھاری کوشش سے ہو سکے۔ مجھے معلوم ہے کہ شہر میں بہت کم فوج ہے۔ اس کا بھی پتہ لگ چکا ہے کہ قلعہ کی دیوار کہاں کہاں کمزور ہے جدھر سے دھاوا کیا جائے تو ایک

ہی دن میں قلعہ ہمارے قبضہ میں آجائے۔ اور شہزادی ہمارے بس میں ہوں۔ مگر جان بوجھ کے حملہ روکے ہوں۔ تاہم اسی حال میں ایک ہفتہ اور گذر گیا اور اُن سے ملاقات نہ ہوئی تو پھر مجھ میں صبر کی تاب نہ رہے گی۔ اور لشکر عرب زبردستی قلعہ میں داخل ہو جائے گا۔"

ہیلینا۔ (ہنس کے) "اُن سے ملنے کا تو ایسا شوق اور پھر میرے ساتھ محبت کا ایسا دعوٰی ہے۔ مگر مضائقہ نہیں۔ میں شہزادی کی اور آپ کی دونوں کی لونڈی ہوں۔ اُن پر مجھے حسد نہ آئے گا۔"

عثمان۔ اور نہ حسد کی ضرورت یا وجہ ہوگی۔ اچھا تو اب بتاؤ اُن سے کب ملاقات ہوگی؟"

ہیلینا۔ کل ہی ملا دوں؟"

عثمان۔ تو کل آپ اُنھیں دیکھ لیں گے۔"

ہیلینا۔ یہ ہوتا تو پھر کیا تھا؟"

عثمان۔ تو پھر کیوں کر؟"

ہیلینا۔ وہ مقابلے کے لئے قلعہ سے نکلیں گی اور ان کا لشکر زور و شور سے حملہ کرے گا۔ آپ کو چاہیئے کہ اپنے لشکر کے قریب رہیں۔ لڑائی شروع ہونے کے بعد میں اس نئوں کے لباس میں سامنے نمودار ہوں گی۔ مجھے دیکھتے ہی آپ سمجھ جائیں کہ جہاں میں ہوں وہیں شہزادی بھی ہوگی۔ بلا تکلف میرے قریب چلے آیئے بس میں آپ کا اُن کا سامنا کرا دوں گی۔"

عثمان۔ یہی سہی۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ ملنے کے بعد لڑائی رکوا کے اُن سے

صلح کے بارے میں گفتگو کروں۔ تم بھی موجود رہنا۔ اور ریحانہ کو بھی مترجمی کے لئے مردانہ لباس میں ساتھ لیتا آؤں گا۔"

میلینا۔ ضرور لیتے آیئے گا۔ خیر اب تو میں جا کے شہزادی کو خبر کرتی ہوں کہ کل آپ سے اُن سے ملاقات ہوگی۔ اور وہ کل ضرور قلعہ سے نکل کے حملہ کریں

عثمان۔ مگر تم کہاں آئیں اور کہاں چلیں؟ بھلا اس ملاقات میں میری ہو سکتی ہے؟ تمہارے معاملے میں تو ابھی کچھ باتیں ہی نہیں ہوئیں۔"

میلینا۔ میں پھر ملوں گی۔ اب اس وقت جانا ضروری ہے نہ جاؤں گی تو شہزادی سے آپ کی ملاقات کیونکر ہوگی؟ لیکن اتنا کہے دیتی ہوں کہ شہزادی کا سامنا ہوتے وقت اپنے ہوش و حواس درست رکھئے گا۔ اُن کی صورت دیکھ کے بڑے بڑوں کے پاؤں ڈگمگا جاتے ہیں۔"

عثمان۔ خدا مالک ہے۔ لیکن جانے سے پہلے اقرار کرتی جاؤ کہ شہزادی کی اور میری ملاقات کے بعد پھر تم مجھ سے آکے ملو گی۔"

میلینا۔ ضرور ملوں گی۔" یہ کہہ کے میلینا واپس آئی۔ اور شہزادی سے کل حالات بیان کئے۔ پھر کہا "بس اب کل پر فیصلہ ہے۔ مگر خوب سنور کے اور اپنے حسن میں پوری دلفریبی کا زور پیدا کر کے قلعہ سے نکلئے گا۔"

ملینہ۔ اپنے نزدیک تو کوئی بات اُٹھا نہ رکھوں گی۔ لیکن میرا دل اندر سے دھکڑ پکڑ کر رہا ہے۔ یہ عرب لوگ خدا جانے کس قسم کے حسن کو پسند کرتے ہیں۔ اور معلوم نہیں ان پر میری صورت کا اثر پڑتا ہے یا نہیں۔"

میلینا۔ آپ اپنا دل مضبوط رکھیں اور دل میں اس خیال کو آنے ہی نہ

دیں کہ آپ کا حسنؒ و جمال کسی کے دل کو فتح نہ کر سکے گا۔"

میلنہ۔ کاش اتنا ہی معلوم ہو جائے کہ عثمان کس مذاق کا آدمی ہے تاکہ میں ویسی ہی صورت بناتی جیسی کہ اس کو پسند ہے"۔

ہیلینا۔ اُس کا مذاق تھوڑا بہت میں جانتی ہوں۔ وہ اصلی حسنؒ اور قدرتی خوبیوں کا دلدادہ ہے۔ بناوٹ اور تکلف کو بالکل نہیں پسند کرتا۔ اور قدرتی بہار اور پھولوں کی اصلی زیب و زینت پر مرتا ہے۔ حضور اُس سے ملنے کو جاتے وقت نہ کوئی زیور پہنیں اور نہ یہاں کی وضع کا بناؤ سنگار کریں۔"

میلنہ۔ پھر کیا کروں؟"

ہیلینا۔ حضور عربی مہوشوں کا سا بالکل سادہ لباس پہن لیں۔ اور بجائے سونے اور جواہرات کے فقط رنگ برنگ پھولوں کا زیور پہنے ہوں۔ یہاں کے مالیوں کو حکم دیجیے کہ ایسا پھولوں کا لباس تیار کریں جس میں خوبصورت خوش رنگ اور تازے پھول نہایت مناسب ترتیب سے حضور کے سارے بدن پر آراستہ ہو جائیں سر پر بھی ایک نہایت نازک نفیس دلفریب اور بانکا پھولوں کا تاج ہو زلفیں کھول دیجیے اور ان میں مناسب رنگ کے پھولوں کے ہار یوں اُلجھے ہوں کہ معلوم ہو یہ زلفیں نہیں خاص پھولوں کی بیلیں ہیں۔ غرض حضور ایسی بن جائیں کہ دیکھنے والے کو خیال ہو آپ انسان نہیں بہار کی مجسم دیوی ہیں اور خود بہار مجسم ہو کے نظر کے سامنے آگئی ہے۔ پھر اس پہ آب رواں کا باریک آسمانی بُرقع ہو جس کا رنگ آنکھوں میں کھپا جاتا ہو۔ اور اس میں صد ہا سُنہری بوٹیاں کڑھی ہوں۔ گویا آسمان میں تارے روشن ہیں اور اس بُرقع کو پہنیے اس وضع سے کہ اشارے میں اتر جائے

اور دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ یکایک بدلی میں سے چاند نکل آیا"۔

سلوریا۔ "میلینا تم نے ایسی وضع بتائی کہ عرب سردار تو در کنار ہے۔ ہم ہی لوگ دیکھ کے آپے سے باہر ہو جائیں گے"۔

پلشیریا۔ "بس یہی وضع رہے۔ اس سے بہتر نہیں ہو سکتی۔ اور میں اسی وقت حضور کی مشاطہ اور اس کی مدد کے لئے یہاں کی اور ہوشیار مشاطاؤں اور مالنوں کو بلواتی ہوں۔ اور میلینا کو اپنے پاس بٹھا کے اُن کی تجویز کے موافق اپنے سامنے یہ لباس تیار کراتی ہوں۔ اگر مقدس ماں مریم مہربان ہیں تو آپ کو ایسا بنا دوں گی کہ آج تک کوئی دلہن نہ بنی ہو گی اور جو دیکھے گا دیکھتے ہی دیوانہ ہو جائے گا"۔

اس تجویز کے مطابق لباس، پھولوں کا تاج اور بُرقع تیار ہونے لگے۔ جنھیں پلشیریا نے رات بھر جاگ کے اور میلینا سے پوچھ پوچھ کے مکمل کیا۔ فوج کو پہلے ہی سے اطلاع دی گئی تھی کہ کل شہزادی مقابلے کو نکلے گی اور افسرانِ لشکر رات بھر اپنے جنگی لباس اور اسلحہ کی درستی میں مصروف رہے تھے۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی شہزادی نے غسل کیا۔ سارے بدن کو عطر میں بسایا۔ بعد ازاں اُس کے جسم پر وہ لباس آراستہ ہونا شروع ہوا۔ جس کی ترتیب اور آراستگی میں تین گھنٹے صرف ہو گئے۔ مگر اس تین گھنٹوں کی محنت کے بعد شہزادی پر وہ عالم تھا کہ دیکھ کے مجال کیا تھی جو کوئی تاب لا سکے۔ یا اُسے حور یا کوہ قاف کی پری کے سوا انسان خیال کر سکے۔

بناؤ سنگھار لباس کی ترتیب اور پوری سجاوٹ کے بعد شہزادی نے برقع پہنا۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کے محل سے نکلی تو چھ ہزار فوج تیار تھی جسے

لے کے قلعہ کے پھاٹک کے پاس پہنچی۔ اس کے حکم سے پل کا تختہ گرا اور یکایک فرانسیسی لشکر جس کے بیچ میں شہزادی مینہ اور اس کے گرد اس کی سہیلیوں کا جھرمٹ تھا قلعے سے نکل مسلمانوں کے سامنے صف آرا ہوا۔ شہزادی اپنی فوج کے پیچھے ہو گئی جلو کے سپاہیوں نے اُسے ڈھالوں کے سایہ میں کر لیا اور سرویلوس لشکر کے ساتھ تیر اندازی کرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ اندلسی سپاہیوں نے بھی تیر برسانا شروع کر دیئے مگر اپنی لڑائیوں کی عام وضع کے خلاف آج اپنی جگہ پر قائم تھے۔ گویا منتظر تھے کہ حریف قریب آجائے تو دست بدست لڑائی شروع کریں۔ سرویلوس جوش و خروش کے ساتھ اپنے نبرد آزماؤں کو بڑھاتا چلا جاتا تھا اور کوشش کر رہا تھا کہ مسلمان آگے نہیں بڑھتے تو ہم ہی بڑھ کے اُن سے دست و گریبان ہو جائیں۔ اور جوں جوں لشکر آگے بڑھتا گیا شہزادی بھی بڑھتی چلی جاتی تھی۔

اب دونوں لشکر مل گئے اور دست بدست لڑائی ہونے لگی۔ تھوڑی ہی دیر میں دونوں طرف کی تلواریں اور نیزوں کی نوکیں خون آلود ہو کے آفتاب کی شعاعوں سے مریخ کی کرنیں بن گئیں۔ زمین پر خون کا سُرخ شجر بنتے بنتے یہاں تک بن گیا کہ ساری زمین سُرخ ہو گئی زمین پر جوں جوں خون کی کیچڑ ہوتی تھی۔ اندلسی لشکر ذرا پیچھے ہٹ کے صاف اور بے داغ زمین پر آجاتا تھا۔ اور یونہی آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ مسلمان اپنے خیموں کے قریب پہونچ گئے۔ اور سوتیوم کے پھاٹک سے لے کر وہاں تک وہ جانباز غافل پڑے سستا رہے تھے جو خونریزی سے اس قدر متنفر ہو کے سوئے ہیں کہ قیامت تک کروٹ نہ لیں گے۔

اب لڑائی کو دو گھنٹے ہو گئے۔ یکایک ہیلینا ایک نقرئی گھوڑے پر سوار سفید

کپڑے پہنے اور ایک سفید جھنڈی بلند کئے شہزادی کے گروہ میں سے نکلی اور غور کرنے لگی کہ کدھر سے جا کے مسلمانوں کے قریب پہونچے۔ سامنے خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔ داہنی طرف کئی منجنیقوں کی آڑ تھی اور لوگ ان کے چلانے میں اس قدر مصروف تھے کہ اُدھر کا رُخ کرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ بائیں طرف میدان صاف تھا اور فاصلے پر مسلمانوں کا ایک علم بلند نظر آیا۔ دل میں سمجھی کہ عثمان بن ابی یسعہ اسی طرف ہوگا فوراً اسی طرف گھوڑا بڑھایا۔ اور جنگجو صفوں کی حد سے آگے بڑھ کے جھنڈی ہلائی۔ بیس پچیس عرب سواروں نے گھوڑوں کو ایڑ بتائی اور اس تیزی سے آئے کہ گویا اس کے پاس ہی کھڑے تھے۔ ان میں سے دو سوار آگے بڑھ کے قریب آئے جن میں سے ایک عثمان تھا اور دوسری ریحانہ جو مردانہ بھیس اور دولت مند سپہ گروں کے لباس میں تھی۔ عثمان نے آتے ہی پوچھا "شاہزادی آئی ہیں؟"

ہیلینا۔ آئی ہیں اور آپ کی منتظر ہیں"

عثمان۔ تو لڑائی موقوف کرادوں؟"

ہیلینا۔ پہلے میرے ساتھ چل کے اُن سے مل لیجئے۔ پھر لڑائی موقوف کرائیے گا"

عثمان نے اپنے رفیقوں کو وہیں چھوڑا اور بے عذر ساتھ ہولیا۔ صرف ایک ریحانہ ساتھ تھی جو آخر تک اُس کی ہم رکاب رہی۔ اب عثمان شہزادی کے سامنے تھا جو نہایت ہی وقار و متانت کے ساتھ برقع اوڑھے اور دوہری نقاب ڈالے ہوئے رخ زیبا کو چھپائے ہوئے تھی۔ سامنا ہوتے ہی ہیلینا نے رسم تعارف ادا کی۔

شہزادی سے کہا۔ مسلمانوں کے سپہ سالار عثمان یہی ہیں۔ اور عثمان سے کہا "حضور یہی ہماری شہزادی مینینہ ہیں"

مینینہ۔ (عثمان سے) "مجھے آپ کے دیکھنے کا بڑا شوق تھا"

عثمان۔ تو میں بڑا خوش نصیب ہوں۔ مگر اتنی عنایت سے میری تسکین نہیں ہوتی"

مینینہ۔ جو تسکین کی صورت ہو وہ فرمایئے"

عثمان۔ میں اس رُخ زیبا کے دیکھنے کا مشتاق ہوں یہ نقاب ہٹے۔ تو آفتاب کا جلوہ نظر آئے"

مینینہ۔ اچھا ہوتا کہ مجھ میں آپ میں فقط صلح و جنگ کے متعلق باتیں ہوتیں"

عثمان۔ مگر اس رُخ زیبا کے سوا اور کوئی چیز صلح کا ذریعہ نہیں ہو سکتی"

بلنیریا۔ اس حسن پر کسی کی نظر نہیں ٹھہرتی۔ آفتاب پر کسی کی بھی نظر ٹھہری ہے؟"

عثمان "__________ مگر بے اس کے دیکھے کسی سے رہا بھی نہ جاتا"

اب اس کی سب سہیلیاں عثمان کو گھیر کے کھڑی ہو گئی تھیں۔ اور اُسے اپنے حلقے میں کر لیا تھا جس کا عثمان نے کچھ خیال نہ کیا۔ بلکہ خود ہی موقع دیدیا۔ اتنے میں اس کی نظر سلوریا پر پڑ گئی۔ اور پہچان کے بولا!" اخاہ! تم بھی موجود ہو؟ تم ہی میری سفارش کر دو کہ شہزادی دولت حسن کے لٹانے میں اتنا بخل نہ کریں" سلوریا۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ اس عالم آشوب حسن کو آپ دیکھیں گے مگر

دل مضبوط کر لیجئے۔"

ساتھ ہی شاہزادی کے ایک اشارے میں نقاب اور بُرقع غائب ہو گیا اور عثمان نے ایسی پیکرِ تصویر دیکھی جس کے اس دنیوی زندگی میں دیکھنے کی قطعاً اُمید نہ تھی۔ بے اختیار اُس نے گھبرا کے دل دونوں ہاتھوں سے تھام لیا اور بولا سارے خیال بُرطات کی بہار سمٹ کے یکجا ہو گئی ہے یا خود موسم بہار مجسم ہو کے نظر کے سامنے آ گیا ہے؟" اب اُس کے دل پر ایک ربودگی اور بے خودی سی طاری ہو گئی اور سینہ پر ہاتھ مار کے کہا" آہ! میں شہید ہو گیا ہوں اور یہ جنت کی حور میرے سامنے کھڑی ہے۔" یہ کہتے ہی وہ بے ہوش ہو کے تیورایا اور گھوڑے سے گررہا تھا کہ ہیلینا نے ہاتھ پکڑ لئے اور سلوریا نے لپک کے اپنے ہاتھوں پہ لیا۔ روملدا نے بجلی کی سی پھُرتی کے ساتھ اسے اپنے گھوڑے پر ڈالا اور پلشیریا ایک جست میں اپنے گھوڑے سے عثمان کے گھوڑے کی پیٹھ پر تھی۔ لگام اپنے ہاتھ میں لیلی ساتھ ہی روملدا اور فلادیا نے چند ہمراہی مرد سواروں کی مدد سے ریحانہ کو بھی گرفتار کر لیا۔ اور سب کی سب گھوڑوں کو موڑ کے قلعے کی طرف بھاگیں اور شہزادی ان کے پیچھے ہوئی۔ اُس وقت وہ شکار کے زندہ اسیر کر لینے پر نازاں اور بہت ہی خوش تھی۔ قلعہ دُور تھا اور اُن سب کے گھوڑے ہوا میں باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ پھاٹک کے قریب پہونچ کے کیا دیکھتی ہیں کہ کئی ہزار سواروں کا عربی لشکر راستہ روکے کھڑا ہے۔ دوسری طرف مڑیں اُدھر بھی عرب سوار موجود تھے۔ پیچھے پلٹنے کا ارادہ کیا مگر جب تک اُدھر بھی عربی سواروں کا ایک زبردست لشکر آ گیا۔ یہ دیکھتے ہی سب کے حواس جاتے رہے۔ نازک دل

خوف سے دھڑک رہے تھے اور مبہوت و ششدر کھڑی تھیں کہ ایک سوار نے کہا ” بس ہتھیار ڈال دو ۔ تم سب ہماری اسیر ہو “ شہزادی نے پھر اپنے قدیم حربے سے کام لینا چاہا ۔ اور اس سوار کی طرف رُخ کر کے نقاب اُلٹی کہ اسے بھی اپنی نگاہ کا گھائل کر دے مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا ۔ بلکہ ایک سوار نے ہنس کے اندلسی زبان میں کہا ” یہ حسن مجھ پر اثر ڈالنے کے لئے نہیں ہے “ مجبور اً سب نے ہتھیار ڈال دیئے اور گرفتار ہو گئیں ۔ اب اس سوار نے عثمان بن لیسو کے گھوڑے پر سے بلیز یا کو اُتار کے عثمان کو سنبھالا ۔ اُسے سنبھال کے گھوڑے پر بٹھا رہا تھا کہ عثمان نے آنکھیں کھولدیں اور کہا ” لیث بن خنظلہ مرحبا ۔ تم نے اپنا کام نہایت عمدگی سے پورا کیا ۔ جو تدبیر کی گئی تھی پوری اتری ۔ اور گو میں شاہزادی کا مفتوح تھا مگر تمھاری مدد سے فاتح ہوں “

تیرھواں باب

حور وش میزبان

سنبھلنے اور نازنین فرنگ کی قید سے رہا ہونے کے بعد عثمان نے لیث کو حکم دیا کہ ان سب عورتوں کو لے جا کے میرے خیمے میں رکھو اور گرد پانچ سو بہادران غرناطہ کا پہرہ مقرر کر دو اور تاکید کر دو کہ خبردار نہ کوئی ان کے پاس جانے پائے۔ اور نہ ان میں سے کوئی خیمے کے باہر نکلنے پائے پھر ریحانہ سے کہا" تم جا کے ان ہی کے پاس ٹھہرو۔ اور خیال رکھنا کہ انھیں کسی بات کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ اور دیکھو شہزادی کے ساتھ شاہانہ آداب سے پیش آنا اور ان کی راحت کا پورا سامان کر دینا۔"

یہ کہتے ہی عثمان نے ان تمام سواروں کو جنھوں نے شہزادی کو گھیر کے اسیر کیا تھا اپنے ساتھ لے کے سوتیوم کی فوج پر حملہ کیا۔ جو اس کے پہونچنے سے پہلے ہی اندلسی فوج میں گھر چکی تھی۔ اور ہزاروں سپاہیوں کے کٹ جانے پر بھی جان پر کھیلنے والوں کی طرح بے کار ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ عثمان نے نفیبوں سے پکروا کے انھیں لڑائی سے روکا اور کہا" تمھارا جو افسر ہو ہماری طرف متوجہ ہو۔" فوراً اسردیطوس جو بہت سے چرکے کھا کے نیم جان ہو چکا تھا قریب آ کے بولا" میں متوجہ ہوں۔" عثمان۔ شہزادی منینہ اور ان کی سب ساتھ والیاں ہمارے ہاتھ میں

ابھرتیں اور تمہارا دشمنوں کے اتنے بڑے سمندر میں غرق ہو کر زندگی کے لئے ہاتھ پاؤں مارنا جنون ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ اس بے نتیجہ لڑائی سے ہاتھ روکو اور ہتھیار ڈال دو۔"

مردلیطوس۔ شہزادی قلعے میں ہوں یا قید میں ہیں ان سے سروکار نہیں ہم تو فتح کے لئے نہیں بلکہ اپنے وطن اور دین پر اپنی جانیں فدا کرنے کے واسطے لڑ رہے ہیں۔"

عثمان۔ تو جب انھیں آزادی ملے اور پھر قوت حاصل ہو جی بھر کے لڑ لینا ----- میں شرفِ شہزادی مینہ کے پاس خاطر سے وعدہ کرتا ہوں کہ نہ تمہاری جانیں لی جائیں گی نہ تمہارے ہتھیار چھینے جائیں گے اور اس کے بعد چھوڑ دیئے جاؤ گے۔"

یہ الفاظ سنتے ہی تمام فرانسیسوں نے بغیر اس کے کہ مردلیطوس کی اجازت ہو ہتھیار ہاتھوں سے پھینک دے اور بقیۃ السیف لشکر جس کی تعداد چار ہزار تھی گرفتار ہو گیا۔

اس کامیابی کی خوشی میں جنگ کی کارروائی موقوف کر دی گئی تمام منجنیقیں جو فصیل شہر پر سنگباری کر رہی تھیں رکوا دی گئیں۔ عثمان ابن ابی یسعہ دو دن کے لئے التوائے جنگ کا حکم دے کے پرانے رفیق لیث بن خنظلۃ الفہری کے ساتھ اپنے خیمے میں آیا۔ لباس جنگ اتارا اور لیث سے کہا۔" میں نے غلطی تو کی تھی مگر تمہاری مستعدی نے بچا لیا۔ اور اسی لئے میں نے تم کو پہلے سے ادھر مقرر کر دیا تھا۔"

لیث۔ آپ نے تو اس طرح ہاتھ پاؤں ڈال دیئے۔ کہ مجھے اور میرے تمام ساتھیوں کو حیرت ہوگئی۔"

عثمان۔ ہاں میں نے ہاتھ پاؤں ڈال دیئے۔ شہزادی کی صورت نے مجھے بیہوش نہیں کیا۔ مگر اس میں کچھ ایسی دلفریبی و دلربائی تھی کہ خود بخود جی چاہا اس کی تمنا پوری کر دوں۔ وہ مجھے اپنے تیر نظر کا نشانہ بنانا چاہتی تھی اور میں بن گیا۔"

لیث۔ لیکن جہاد اور غزا میں ایسی عشق بازی نہایت خوفناک ہے۔"

عثمان۔ (مسکرا کے) یہ کمزوری تو مجھ میں ہے۔ میں اچھی صورت دیکھ کے سب باتیں بھول جاتا ہوں۔ اور اپنی اس کمزوری ہی کے دور کرنے کیلئے میں نے تمھیں ادھر بھیج دیا تھا۔ اب چلو شہزادی سے ملیں۔ اور دیکھیں وہ کیا کہتی ہے۔"

لیث۔ چلیے۔ مگر خبردار پھر ایسی کمزوری نہ دکھایئے گا۔"

یہ باتیں کرتے ہوئے دونوں اس خیمے میں آ گئے جس میں شہزادی مقیم تھی۔ جو لوگ پہرے پر تھے انھوں نے کہا" السلام علیک یا امیر عثمان نے جواب میں" وعلیکم السلام" کہا تھا کہ ریحانہ نے آ کے سلام کیا۔

عثمان۔ شہزادی اور اس کی سہیلیاں کس حال میں ہیں؟"

ریحانہ۔ چپکی بیٹھی ہیں۔ نہ کچھ بولتی ہیں نہ کچھ بات کرتی ہیں۔ میں نے کئی بار کھانے کو پوچھا مگر جواب ہی نہیں دیتیں۔"

عثمان۔ خیر مضائقہ نہیں۔ طلحہ سے کہہ دو کہ میرے لئے کھانا یہیں لے آئے

میں اپنے ساتھ کھلاؤں گا۔ مگر حکم دے کے تم میرے ساتھ اندر چلو۔ بغیر تمہارے شاہزادی سے باتیں کیونکر ہوں گی؟"

ریحانہ۔ مجھے تو اُمید نہیں کہ وہ بات کریں" یہ کہہ کر اُس نے پہرے کے سردار سے کہا کسی کے ہاتھ طلح سے کہلا بھیجو کہ یہیں لا کے دسترخوان بچھا دے" اور عثمان، لیث کے ساتھ خیمے کے اندر داخل ہوئی۔ شہزادی اپنے اسی لباس میں بُرقع اُتارے بیٹھی تھی۔ عثمان کی صورت دیکھتے ہی تعظیم کے لئے کھڑی ہو گئی۔ عثمان نے اصرار کر کے بٹھایا۔ اور پوچھا" آپ کو کسی بات کی تکلیف تو نہیں ہے؟"

ہیلینا۔ شہزادی کہتی ہیں کہ قید میں جیسی جیسی راحتیں ہوتی ہیں سب حاصل ہیں پھر شکایت کس بات کی کریں؟"

عثمان۔ شہزادی بھلا کیا گرفتار ہوں گی۔ کس کی مجال ہے کہ انھیں قید کرے؟ مجھے تو اُلٹے یہ نظر آرہا ہے کہ میں ہی اُن کی زلف گرہ گیر میں گرفتار ہوں اور میرا دل اُن کی مٹھی میں ہے"

ہیلینا۔ تو پھر یہ پہرہ اور حراست کیوں ہے؟"

عثمان۔ (مسکرا کے) اس لئے کہ مجھے اپنے گرفتار کرنے والوں میں وفا نظر نہیں آتی۔ جس کی خود تم شاہد ہو" اس جواب پر ہیلینا نے ندامت سے آنکھیں نیچی کر لیں۔

سلوریا۔ (ایک ٹھنڈی سانس لے کے)" جی ہاں زمانہ کا عجب رنگ ہے جیسے عاشق ویسے معشوق بھی ہوتے ہیں"

اب عثمان کے نادم ہونے کی باری تھی۔ مگر اس نے اپنی ندامت کے دور کرنے کے لئے کہا" بیشک ! جیسے عاشق ہیں ویسے ہی معشوق ہیں اور ویسی ہی ننیں اور مذہبی کنواریاں بھی ہیں۔ خیر اب اس ذکر کو جانے دو اور شاہزادی سے کہو کہ آرام سے بیٹھیں۔ دل میں سمجھ لیں کہ یہ قید نہیں ہے۔ وہ یہاں اپنے دشمنوں پر حکومت کرنے اور انھیں اپنا غلام بنانے کے لئے آئی ہیں۔ اور اسی میں خدا کی کوئی بڑی مصلحت ہے"

پلشیریا۔ شہزادی کہتی ہیں کہ آپ کے نزدیک ضرور مصلحت ہوگی۔ مگر اکوئی طائر کی قسمت پلٹ گئی"

عثمان۔ ایسا نہ کہیئے اگر شاہزادی یہاں نہ آتیں تو خدا جانے کس قدر خونریزی ہوتی۔ اور کیسے کیسے بہادر اور قدر کے قابل سردار جان سے مارے جاتے۔ شہزادی کے والد کو نہیں معلوم کیا کیا مشکلیں پیش آتیں۔ اب بہت آسانی سے ملک میں امن و امان قائم ہو جائے گا۔ اور شہزادی جن شرطوں پر چاہیں گی صلح ہو جائے گی۔ مجھے تو اس لڑائی میں یہی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ شہزادی دین اور وطن کی حمایت کے جوش میں میدان میں آتی۔ اور قلعہ کی فصیل پر گشت لگاتی رہتی ہیں ایسا نہ ہو اُن کے دشمنوں کو کسی قسم کا آزار پہونچ جائے۔ اسی خیال سے میں نے یہاں لڑائی روک رکھی"

پلشیریا۔ تو آپ چاہتے کیا ہیں؟"

عثمان۔ یہ تو بعد میں بتاؤں گا مگر اس وقت تو میں چاہتا تھا کہ لڑائی موقوف ہوتی ہم سب سوتیوم کے اندر چل کے آزادی سے رہتے اور اس لڑائی کا لُطف و

محبت پر خاتمہ ہو جاتا"

پلشیریا۔ آپ کا یہ مطلب ہے کہ ہمیں دھوکہ دے کے سوتیوم پر قبضہ کر لیں"

عثمان۔ سوتیوم کوئی مضبوط قلعہ نہیں ہے۔ اور اب تو چند ہی گھنٹوں کی لڑائی میں عربی لشکر اس میں داخل ہو سکتا ہے۔ اور ایسی صورت میں قبضے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ تمام سپاہی پکڑ کے قتل کر ڈالے جائیں۔ شہر کے سارے باشندے لوٹے جائیں مکانوں میں آگ لگائی جائے شہر پناہ مسمار کر دی جائے اور عورتیں اور لڑکے پکڑ کے لونڈی اور غلام بنائے جائیں۔ جیسا کہ ہر جگہ ہوا۔ برخلاف اس کے میں چاہتا ہوں کہ شہر میں بالکل امن و امان قائم رہے۔ شاہزادی اسی طرح اس کی مالک اور حکمراں رہیں۔ رعایا کی جان و مال سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔ بلکہ عربی لشکر باہر ہی پڑا رہے۔ اور میں صرف دو ہزار سواروں کے ساتھ اندر چل کے شہزادی کا مہمان ہوں اور نہایت آزادی و اطمینان کے ساتھ شہر میں عیش و نشاط کی صحبت گرم ہو۔ کیا تم اسی کو قبضہ کہتی ہو؟ یہ تو قبضہ کرنا نہیں بلکہ خود اپنے تئیں آپ کے قبضہ میں دینا ہے"

پلشیریا۔ اس اقرار کے خلاف تو نہ ہوگا؟"

عثمان۔ اہل عرب نے آج تک کبھی بد عہدی نہیں کی ہے"

پلشیریا۔ (شہزادی سے چپکے سے مشورہ کر کے) "اچھا یہ تو نہ ہوگا کہ شہزادی پر کسی بات میں جبر کیا جائے؟ اور وہ اپنی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے پر مجبور کی جائیں؟"

عثمان۔ ہرگز نہیں۔ میں التجا کا کام جبر سے لینا نہیں چاہتا"

بلشیریا۔ اور ہماری فوج کے جو لوگ گرفتار ہوئے ہیں ان کے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟"

عثمان۔ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے۔"

بلشیریا۔ اگر آپ اس قدر عنایت اور ایسے شریفانہ اخلاق پر آمادہ ہیں تو شہزادی بڑی خوشی اور احسان مندی کے ساتھ آپ کی درخواست کو قبول کرتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ آج ہی شام کو ہم سوتیوم کے اندر چل کر کھانا کھائیں۔"

عثمان۔ تمہارے اور اوروں کے ذریعہ سے بہت باتیں ہو چکیں مگر اس بات کو میں چاہتا ہوں خود شاہزادی کی زبان سے سنوں۔" جب اس کا ترجمہ ریحانہ نے کیا تو شہزادی میلنہ سن کے ہنسی اور ندامت کے ساتھ بولی میں خود اپنی زبان سے اقرار کرتی ہوں کہ آپ کی یہ تجویز مجھے منظور ہے اور امید ہے کہ سوتیوم کی دعوت و میزبانی کو آپ پسند کریں گے۔"

شہزادی کے جواب دینے سے ابن ابی لیسعہ بہت ہی خوش ہوا اور کہا تو پھر اس کا جلدی انتظام ہونا چاہیئے اور اس وقت آپ سب میرے ساتھ کھانا تناول فرمائیں۔" انکار کا موقع نہ تھا اس لئے شہزادی نے قبول کیا۔ اور عثمان کا اشارہ ہوتے ہی دسترخوان بچھا اور سب نے کھا کے ہاتھ دھوئے اور عثمان نے پھر یاد دلایا کہ اب قلعے کے اندر چلنے کا سامان ہونا چاہیئے۔"

شہزادی۔ ہمارے لشکر کا سپہ سالار سردیطوس اگر زندہ ہے تو غالباً گرفتار ہوگا۔ اُسے بلوائیے تاکہ اس کی تدبیر کی جائے۔"

عثمان نے لیث سے کہا کہ میں یہاں بیٹھا ہوں تم جا کے سرویطوس کو لے آؤ۔ غالباً وہی زخمی شخص ہو گا۔ جس سے گفتگو ہوئی تھی" لیث گیا اور عثمان نے شہزادی سے کہا" اب آپ کسی امر کا اندیشہ نہ کریں۔ اور یقین کر لیں کہ میں آپ کا تابع فرمان ہوں۔ لیکن ہاں اس بات کی تمنا ہے کہ آپ شگفتہ ہو کے باتیں کریں اور خلوص اور سچائی کے ساتھ ملیں"

شہزادی۔ مجھے آپ بے وفا نہ پائیں گے۔ اس وقت سے میں آپ کی خادمہ ہوں اور آپ کے کسی حکم سے باہر نہ ہوں گی۔ مگر اتنا خیال رہے کہ میں اپنے والد کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتی"

عثمان۔ اور میں بھی ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا"

شہزادی۔ آپ نہایت ہی شریف اور انتہا سے زیادہ خلیق ہیں آپ کا خلق اور آپ کی یہ محبت بھری باتیں میرے دل پر عجب اثر کر رہی ہیں کیا آپ سچ مچ ایسے ہی ہیں جیسے کہ نظر آ رہے ہیں؟ آپ نے میری قوم کو فتح کر لیا میرے ملک کو فتح کر لیا۔ خود میرے جسم کو فتح کر لیا مجھے خوف ہے کہ یونہی باتوں میں آپ میرے دل پر بھی نہ قبضہ کر لیں"

عثمان۔ (نہایت ہی مسرت سے)" تو میرے لئے اُمید ہے شاہزادی یہ صرف ظاہری فتحیں ہیں۔ اصلی فتح مند آپ ہیں اور مفتوح میں مگر مفتوح پر کوئی فاتح اتنا مہربان نہ ہو گا جتنی کہ آپ ہیں"

اتنے میں لیث سرویطوس کو لے کے آگیا۔ شہزادی کو اسیری میں دیکھتے ہی اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ شہزادی نے اُسے بُلا کے اپنے قریب

بٹھایا۔ آہستہ آہستہ اس سے کل واقعات بیان کرکے عثمان ابن ابی نسعہ کی تجویز پیش کی جسے سُن کے وہ کچھ دیر تک سر جھکائے غور کرتا رہا اور پھر گردن اُٹھا کے بولا" اس سے بہتر اور کون سی صورت ہو سکتی ہے۔ حضور ضرور منظور فرمائیں۔"

شہزادی۔ تو پھر تم ہی اکیلے شہر میں جا کے لوگوں سے حال بیان کرو اور پھاٹک کھلوا کے ہمیں لے جاؤ۔"

سرویلطوس۔ اگر مجھے آزادی دی گئی تو ضرور جاؤں گا۔"

عثمان۔ تم کو اور تمہارے سارے لشکر کو آزادی ہے۔ اپنے کل ساتھیوں کو جس طرح مسلح لائے تھے اسی طرح لے جاؤ اور میری طرف سے سب کو اطمینان دلا کے آؤ تاکہ ہم سب تمہارے ساتھ چلیں۔"

سرویلطوس۔ مگر حضور اس کا وعدہ فرماتے ہیں کہ اندلس کا لشکر باہر ہی رہے گا اور اندر نہ جائے گا؟"

عثمان۔ بیشک ہمارا لشکر باہر ہی رہے گا۔ مگر میرے ساتھ کم از کم دو ہزار سوار اندر چل کے میری طرح آپ کے مہمان ہوں گے۔"

سرویلطوس۔ اور وہ لوگ کسی قسم کی لوٹ مار تو نہ کریں گے؟"

عثمان۔ ہرگز نہیں۔"

سرویلطوس۔ اس کا بھی خیال رہے کہ میں آپ کو اور شہزادی کو لینے آؤں گا تو کم از کم پانچ ہزار لشکر میرے ہمراہ ہوگا اور ان کا جھنڈا اکوئی طانی ہوگا۔"

عثمان ۔ میں خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔"

سرویطوس ۔ اب مجھے یقین آیا کہ آپ سچے بہادر اور بڑے مہربان فاتح ہیں" تو میرے ہمراہیوں کو رہائی کا حکم دے دیجیے تاکہ انھیں لے کے میں قلعے میں جاؤں۔"

عثمان ۔ میں خود چل کے انھیں چھوڑتا ہوں۔" یہ کہہ کے لیث کو ساتھ لیے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو کے لشکرگاہ کی پشت پر اسیرانِ جنگ کی قیام کی طرف روانہ ہوا ۔ راستہ میں لیث نے کہا" میں دیکھتا ہوں کہ آپ ضرورت سے زیادہ مہربان ہوتے جاتے ہیں۔"

عثمان ۔ فتح تو آپ کر ہی چکے۔ لیکن اصلی فتح وہ ہے جو دلوں پر ہوتی ہے گی۔"

لیث ۔ یہ نہ کہا جائے کہ شہزادی پر فریفتہ ہو کے آپ اپنے نیک، و بد اور لوازمِ فتح مندی کو بھول گئے۔"

عثمان ۔ کون کہے گا؟ عبدالرحمن امیرِ اندلس؟ مگر وہ میدانِ جنگ کے مصالح کو جان سکتا ہے؟ فوجی کارروائیوں کا ذمہ دار میں ہوں۔"

لیث ۔ امیرِ اندلس تو بعد کو کہے گا پہلے آپ کے ہمراہی سپاہی کہیں گے کہ ہم نے شہر کو فتح کیا مگر امیر الجیش نے شہزادی کے عشق میں مبتلا ہو کے اور اپنے دل کا شوق پورا کرنے کے لیے ہمیں مالِ غنیمت اور اپنا حق جہاد پانے سے محروم رکھا۔"

عثمان ۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ اول تو گذشتہ فتحوں میں وہ بہت کچھ

پا چکے ہیں۔ علاوہ بریں صلح کے وقت تھوڑی بہت رقم لوڈریق سے دلوا دوں گا۔" اب وہ قیدیوں کے پاس پہونچ گیا تھا۔ اس افسر کو جس کی حراست میں قیدی تھے بلا کے حکم دیا کہ یہ سب چھوڑ دیے جائیں۔ ان کے اسلحے بھی دے دیے جائیں اور انھیں اجازت ہو کہ فتح ہو کے عزت کے ساتھ واپس جائیں۔" پھر عیسائیوں سے کہا "تم اپنے لوگوں کو پوری طرح آراستہ کر کے لے جاؤ۔"

یہ حکم دے کے وہ اپنے خیمے میں واپس آیا۔ اور سردار طیفور اپنے کل ساتھیوں کو جن میں اکثر زخمی تھے لے کے قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ پھاٹک کے قریب پہونچ کر اس نے شہر پناہ والوں سے کہا "پھاٹک کھول دو۔" فوراً پھاٹک کھل گیا اور قلعے میں داخل ہو کے اس نے حکم دیا کہ پھاٹک کھلا ہی رکھا جائے۔ پھر زخمیوں کو قلعہ ہی میں چھوڑا اور رومی فوج جمع کی۔ اہل شہر کا ہجوم تھا اور ہر ایک شہزادی کا حال دریافت کرتا تھا۔ اس نے سب کو اطمینان دلایا۔ شہزادی کی خیریت بتائی۔ اس بات سے مطلع کیا کہ عربوں سے صلح ہو گئی۔ اور اس فوج کو لے کے میں لڑنے کو نہیں بلکہ شہزادی کے لانے کو جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کے اس نے قصر شاہی کو صاف و درست کر کے استقبال کا بہت بڑا سامان کرنے کا حکم دیا۔ داروغہ باورچی خانہ کو بلا کے کہا کہ نہایت ہی لذیذ اور اعلیٰ درجہ کا کھانا تیار رہو۔ اور جہاں تک ہو اندلسی اور عربی غذائیں تیار کی جائیں۔ جن چیزوں سے مسلمانوں کو پرہیز ہے وہ دسترخوان پر ہرگز نہ لائی جائیں۔ یہ احکام دے کے وہ تو شہر کے باہر نکلا اور پھاٹک کے کھلا رکھنے کی تاکید کر کے عربی لشکرگاہ میں آیا۔ مگر قلعہ والوں کو اس کے بیان کا یقین

نہ تھا اور سب کے سب شہزادی کے گرفتار ہو جانے کے خیال سے نہایت ہی پریشان تھے یہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ شہزادی کی گرفتاری کے بعد کسی مناسب شرائط پر صلح ہو سکے گی۔ بلکہ ہر ایک کو یقین تھا کہ دم بھر میں اندلسی سپاہی اندر گھس کے شہر لوٹیں گے۔ اور قتل و غارت کا بازار گرم ہو جائے گا۔"

چودھواں باب

شادی کا پیغام

اسی دن شام سے پہلے عثمان ابن ابی یسعہ اور شاہزادی مینہ بڑے پُر شوکت جلوس کے ساتھ سویتومم میں داخل ہوئے۔ آگے آگے سرولیطہ مع پانچ ہزار فرانسیسی فوج کے ساتھ تھا۔ اس کے بعد عثمان اور ان کے رفقا، شہزادی اور اُس کی سہیلیاں عربی و اندلسی سواروں کے جھرمٹ میں تھیں اور دو متخاصم فریقوں کے مل کے شیر و شکر ہو جانے سے اتحاد اور امن و اماں کا عجیب دلکش جلوہ نظر آ رہا تھا یہ مشرقی فاتح جو مغرب سے ہو کے آئے تھے شہر میں داخل ہوئے تو دیکھنے کے لئے سڑکوں پر اہل شہر کا ہجوم تھا۔ لوگ اس دوستی و یکجہتی پہ خوشی کے نعرے بلند کرتے تھے اور قتل و غارت کا اندیشہ جو شہر والوں کے دلوں میں سمایا ہوا تھا دُور ہوتا جاتا تھا۔ آخر یہ جلوس شہر کی آباد سڑکوں کا ایک چکر لگا کے ایوان شہریاری کے سامنے پہونچا جہاں استقبال کا بہت کچھ سامان کیا گیا تھا۔ ہر طرف سے خوشی کے نعرے اور جوش مسرت کے کلمات سُن کے اور تماشائیوں کے مسرور و بشاش چہروں پر ایک اجمالی نظر ڈال کے عثمان نے اپنے دُوست لیث سے کہا ہم فتح کر کے صدہا شہروں میں داخل ہوئے۔ دشمن زبردست بہادروں کو مغلوب کر کے ان کے قلعوں پر قابض ہوئے اور ان کے بُرجوں

پر اپنے جھنڈے نصب کئے۔ مگر اس سے زیادہ پُر لطف داخلہ بھی آج تک کہیں ہوا تھا؟ دیکھو ان لوگ جو ایک گھڑی پیشتر ہمارے دشمن تھے اب کیسے خوش ہیں؟ اور ہمیں کیسی محبت کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں؟"

لبنیٰ۔ "بیشک یہ نہایت ہی دلکش اور فرحت بخش منظر ہے۔ مگر مجھے اندیشہ ہے کہ اعیدانی سے گذری ہوئی مہربانی کوئی بُرا نتیجہ نہ پیدا کرے ——" یہ لوگ بے وفائی کریں یا خود اندلس کی حکومت بے وفائی کرے۔ حالت خطرے سے خالی نہیں ہے"۔

عثمان۔ "اونھ جو کچھ ہوگا میں سمجھ لوں گا"۔

اب عثمان قصر شاہی میں اُترا۔ جہاں شہزادی منینہ میزبان تھی اور وہ مہمان تھا۔ پہلے محل کے ایک بیرونی ہال میں ٹھہر کے وہ سوتیوم کے تمام معزز سرداروں۔ فوجی افسروں۔ پادریوں اور اُن کے تمام لوگوں سے جو حاضر تھے۔ ہر ایک سے اُس کے حسب حیثیت باتیں کیں۔ اور سب کی تسلی و دلدہی کی یہاں تک کہ مغرب کا وقت آگیا اور یہ پہلا دن تھا کہ فوجی موذن نے سوتیوم کے قصر میں اذان کے لئے کھڑے ہوکے نعرہ "اللہ اکبر" بلند کیا۔ اور قصر کے بیرونی صحن میں سب نے عثمان کے پیچھے جماعت سے نماز ادا کی۔ شاہزادی اُس کی سہیلیوں اور تمام معززین سوتیوم نے حیرت و مرعوبیت کی نظر سے دیکھا۔ خاصتہً اس بات کو کہ جو شخص مسلمانوں کا سپہ سالار ہے وہی اُن کا امام اور پیشوا بھی ہے"۔

بعد مغرب عثمان ابن ابی نسعہ محل کے اندرونی کمروں میں گیا جو خاص اس کے ٹھہرنے کے لئے مخصوص کئے گئے تھے۔ دو ہزار عرب سپاہی جو ہمراہ تھے

اُن میں سے اکثر نے محل کے صحن میں اپنے خیمے کھڑے کر لئے اور بعضوں کو قریب کے مکانوں میں جگہ دی گئی جو اُن کے لئے خالی کرا لئے گئے تھے۔ اب وہ اپنے کمرے میں لیٹ اور زید ایک اور عربی سواروں سے باتیں کر رہا تھا کہ شہزادی میمنہ نے آ کے کہا "آپ اب ہمارے مہمان ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ جہاں تک بنے آپ کی راحت کا سامان کریں۔ مہربانی کر کے فرمایئے کہ آپ کو یہاں کسی بات کی تکلیف تو نہیں ہے؟"

عثمان۔ ایک بات کی تکلیف ہے اور سخت تکلیف۔"

میمنہ۔ جس بات کی تکلیف ہو ضرور ارشاد فرمایئے۔"

عثمان۔ آپ ہمارے پاس جم کے نہیں بیٹھتیں اور بار بار اُٹھ کے چلی جاتی ہیں؟"

میمنہ۔ (ندامت سے نظریں نیچی کر کے) "میں حاضر ہوں" یہ کہہ کے عثمان کے قریب بیٹھ گئی۔ اور اس کی سہیلیاں بھی اس کے برابر خاموش آ بیٹھ گئیں۔

عثمان۔ آپ یہاں موجود رہیں تو پھر نہ کسی بات کی تکلیف ہے اور نہ کسی چیز کی ضرورت۔"

میمنہ۔ مگر میں یہاں بیٹھی نہ ہوں گی تو آپ کی خدمت کون کرے گا؟"

عثمان۔ خدمت کرنا ہمارا کام ہے۔ ہمارے لئے اس سے بڑا کوئی لطف نہیں کہ آپ یہیں بیٹھی رہیں۔ لیکن ہاں ایک بات اور ہے۔"

میمنہ۔ وہ کیا ہے؟"

عثمان۔ وہی لباس جسے زیب بدن کر کے آپ نے میدان جنگ میں جلوہ

دکھایا تھا اسی کو پھر ایک دفعہ پہن کے وہی جلوۂ حسن پھر دکھا دیجیے۔ ع۔

"قربان نگاہ تو شوم باز نگاہے"

مینہ۔ (خندۂ ناز کے ساتھ) "وہ لباس تو وہیں کے لئے تھا اور اب مجھے اس لباس میں کوئی نہ دیکھ سکے گا۔"

عثمان۔ تو میری یہ تمنا دل ہی میں رہے گی؟"

مینہ۔ نہ ہونے والی چیز کی تمنا ہی کیا۔"

عثمان۔ مگر یہ تمنا تو دل سے نہیں نکل سکتی۔ کبھی تو وہ جلوہ پھر نظر آجائیگا جس نے ایک ہی نظر میں مجھے از خود رفتہ کر دیا تھا۔"

مینہ۔ اب ایسی گستاخی کی مجھے جرأت نہیں ہو سکتی۔"

فلاد یا جو شہزادی کے برابر ہی بیٹھی تھی بولی" ہماری شہزادی کو اس لباس میں اب وہی دیکھے گا جو اُن کا ہاتھ پکڑے گا۔ اُن کا دولہا بنے گا۔"

عثمان۔ یہ خوش نصیبی خدا جانے کس کی قسمت میں ہے۔"

مگر یہ کہہ کے عثمان خاموش ہو رہا اور شہزادی نے ٹالنے کے لئے کہا اب اجازت ہو تو دسترخوان چُنا جائے؟" عثمان نے اجازت دی اور خدام اور غلاموں نے نہایت سلیقہ کے ساتھ پاس کے کمرے میں کھانا چُنا اور سب نے ساتھ بیٹھ کے کھانا کھایا۔ اس کے بعد بھی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔

اور جب زیادہ رات آئی تو سب اپنے بچھونوں پر جا کے سو رہے۔

دوسرے دن عثمان نے تڑکے ہی ایک فوجی افسر کو بلا کے حکم دیا کہ تو فوراً میں جا کے لیڈٹ کو حکم دو کہ لڑائی موقوف کر کے مع اپنے تمام لشکر کے یہاں چلے

آئیں۔ اب ہم سے سلطنت الکوئی لڑائی سے صلح ہو گئی ہے" تھوڑی دیر کے بعد شہزادی منینہ نے آکے مزاج پوچھا۔ اور اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں جن میں عثمان بار بار اپنے شوق اور عشق کو ظاہر کرتا اور شہزادی ٹالنے کے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگتی۔ چنانچہ ایک دفعہ اسی ٹالنے میں اُس نے پوچھا معلوم نہیں توتوصہ کا کیا حال ہے؟ وہاں تو لڑائی ہو رہی ہوگی"

عثمان۔ "مجھے نہیں معلوم کہ آخری چار دنوں کے اندر وہاں کیا ہوا؟ اس سے پہلے ہماری فوج محاصرہ کئے ہوئے تھی۔ اور شہر والوں نے نکل نکل کے مقابلہ کیا۔ لیکن اس کا کچھ نتیجہ نہیں ہوا۔ اب آج میں نے حکم بھیج دیا ہے کہ لڑائی موقوف کی جائے اور وہاں کی فوج یہاں چلی آئے"

منینہ۔ "وہاں آپ کی کتنی فوج ہے"

عثمان۔ "بیس ہزار آدمیوں کا لشکر وہاں میں نے بھیجا تھا اور اب اُمید ہے کہ ہسپانیہ سے کچھ اور لشکر بھی آ گیا ہوگا"

منینہ۔ "اب اس صلح کے بعد ان شہروں کے بارے میں کیا کارروائی ہوگی جن پر آپ قبضہ کر چکے ہیں؟"

عثمان۔ "مناسب یہ ہے کہ اس بارے میں ہم سے اور آپ کے والد سے ایک معاہدہ ہو جائے۔ میں آج ہی ایک خط شاہ یودیز کو لکھتا ہوں۔ اگر مضائقہ نہ ہو تو آپ بھی یہ سب حالات جو گزرے ہیں لکھ بھیجئے"

منینہ۔ "میں تو اپنی گرفتاری اور آپ کی دوستی اور ان تمام مہربانیوں کا حال انھیں رات ہی کو لکھ کے بھیج چکی اور ایسا تیز قاصد گیا ہے کہ آج ہی

کسی وقت ان کو خبر ہو جائے گی۔ مگر آپ انھیں کیا لکھیں گے؟"

عثمان۔ (ہنس کے) "میرا جو جی چاہے گا لکھوں گا۔ آپ کو اس سے کیا غرض؟"

یہ کہہ کے اس نے قلم دوات منگوا کے لکھنا شروع کیا۔ اور مکمل کر کے چپکے چپکے اُسے پڑھا تو اُس میں یہ الفاظ تھے۔

جلیل القدر شاہ الکونی طائی۔ سلام شوق۔ میں جس طرح یہاں تک پہونچا ہوں اُس کا حال آپ کو اپنی فوج کے افسروں سے معلوم ہوتا رہا ہوگا۔ سو تیوم کے چند روز کے محاصرے کے بعد جس طریقہ سے میں قلعہ اور شہر کے اندر داخل ہوا ہوں اس کا حال غالباً آپ کو اپنی صاحبزادی کی تحریر سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ شہزادی مینہ کی خوبیاں اور اُن کا بے نظیر حسن و جمال اتحاد و دوستی کا باعث ہو گیا۔ اب میں صلح پر آمادہ ہوں اور تو قع ہے آپ بھی حکم بھیج دیا ہے کہ لڑائی بند کی جائے۔ لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ ہم میں آپ میں صلح کی شرطیں کیا ہوں۔ آپ کا جتنا ملک لیا گیا ہے واپس کر دیا جائے۔ عربی عساکر اور حکام آپ کے ان تمام شہروں سے ہٹا لیے جائیں گے جو ہمارے قبضہ میں ہیں۔ مگر اس کے معاوضہ میں میں صرف چند باتوں کا خواستگار ہوں۔ اول تو یہ کچھ تھوڑی سی رقم ہمارے سپاہیوں کو دیدی جائے۔ تاکہ وہ اپنی اس زحمت کا کسی قدر

معاوضہ پا جائیں۔ دوسرے یہ کہ کچھ یونہی سا برائے نام سالانہ خراج مقرر کر دیا جائے تاکہ میں والیٔ اندلس اور خلافت اسلامی کو اپنی کارگذاری کے متعلق اطمینان دلا سکوں۔ مگر اپنے لئے آپ سے ایک بہت ہی قیمتی چیز کا آرزومند ہوں جو آپ کو جس قدر زیادہ عزیز ہے اسی قدر میری نظر میں باوقعت ہے۔ اور اُمید ہے کہ اس کے دینے میں آپ بخل نہ کریں گے اس لئے کہ صلح کا دارومدار اسی شرط پر ہے۔ وہ چیز آپ کی پری جمال و مہ جبیں بیٹی شہزادی منینہ ہیں بہتر ہو کہ ان مراتب کے طے کرنے کے لئے آپ خود یہاں تشریف لے آئیں۔ اور مجھے اپنی زیارت کا موقع دیں۔

آپ کا مخلص

عثمان ابن ابی یسوالخمی الخثعمی۔

اب اس نے ایک مترجم کو بلا کے کہا "اس خط کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کر دو۔ اور اسی وقت صاف کر کے دو۔ شہزادی منینہ عثمان کو لکھنے میں مصروف دیکھ کے چلی گئی تھی۔ جب فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہو کے صاف ہو چکا تو اُس نے ریحانہ کو بھیج کے شہزادی کو بلوایا اور جیسے ہی وہ آئی کہا "لیجئے یہ خط تیار ہو چکا۔ پڑھ لیجئے۔ میں نے صلح کے شرائط لکھ دیئے ہیں۔ اگر کوئی بات ناپسند ہو تو نکال ڈالئے" یہ کہہ کے خط شہزادی کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے کھول کے پڑھا۔ آخر پر پہونچ کے پڑھتے پڑھتے شرما گئی اور مسکرا کے کہا "اس پچھلی شرط کو پہلے مجھ سے طے کر لیجئے پھر ابا جان سے طے کیجئے گا۔ ہمارے یہاں اس کا اختیار

خود لڑکیوں کو ہوا کرتا ہے۔"

عثمان۔ تب تو میں بڑا خوش نصیب ہوں۔ آپ میری محبت کی قدر سب سے زیادہ کریں گی۔"

مینہ۔ جی میں ایسے فقروں میں نہیں آتی۔ ابھی میں آپ کے مذاق مزاج اور طبیعت سے بالکل واقف نہیں ہوں۔ کیونکر سمجھ لوں کہ آپ کے ساتھ میرا نباہ ہو جائے گا؟ یوں آپ نے فتح کر لیا ہے۔ اپنی لونڈی بنا لیجئے مگر بی بی بنانا مشکل ہے۔"

عثمان۔ اور میں بی بی بنانا چاہتا ہوں۔ مگر وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی کوئی امر آپ کی مرضی اور خوشی کے خلاف نہ ہوگا۔"

مینہ۔ مگر میں اپنی سہیلیوں اور اپنے دوستوں سے مشورہ کئے بغیر حامی نہیں بھر سکتی۔"

عثمان۔ مجھے امید ہے کہ شاہ یودیز میری سفارش کریں گے۔ آپ یہ خط تو ان کی خدمت میں بھیجنے دیں گے۔

مینہ۔ بھیجئے۔ مگر کیا وہ مجھ پر جبر کریں گے؟"

عثمان۔ ان کو اختیار رہے۔ چاہے جبر کریں چاہے آپ کو سمجھائیں مگر میں ان سے سفارش ضرور اٹھواؤں گا۔" یہ کہہ کے عثمان نے ایک افسر کو بلا کے حکم دیا کہ دس اندلسی سواروں کو ساتھ لو اور یہ خط کل شام تک بُرج دی غالہ میں شاہ یودیز کے پاس پہونچا دو۔ اور نرسوں تک مجھے جواب مل جائے۔"

اب اطمینان اور امن و امان کا زمانہ تھا۔ دونوں لشکر آرام اور اطمینان

کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ خصوصاً ابن ابی یسعہ کو شہزادی کی صحبت اور اس کی محبت بھری مہمان نوازی میں ایسا لطف آرہا تھا کہ تمام باتوں کو بھولا ہوا تھا اُسے نہ اپنے قومی وملکی فرائض یاد تھے اور نہ دنیا و مافیہا کی خبر تھی

یہاں اُسے سب سے زیادہ الوس ہیلینا کے ساتھ ہونا چاہیئے تھا جس پر وہ دل وجان سے فریفتہ تھا اور ایک زمانے سے اُس کی محبوبہ تھی جس پر قلعہ سوتیوم کے اندر وہ اس سے رُکا ہوا نظر آتا ہے شہزادی کی سب سہیلیوں سے بولتا ہے مگر اُس سے بات نہیں کرتا۔ اس حال کو جب دو دن گذر گئے تو ہیلینا نے بھی اسے محسوس کیا۔ پہلے وہ سمجھی کہ شہزادی کے حسن وجمال نے امیر عرب کو میری یاد بھلادی ہے۔ مگر یہ بات دل میں نہ جمتی تھی دوسرے دن رات کو کھانے کے وقت عثمان شہزادی کے دل پر اپنی وفاداری کا نقش بٹھا رہا تھا کہ سلوریا نے شوق کی وضع سے کہا" شہزادی حضور ان باتوں میں نہ آئیں اول تو مردوں کی محبت کا اعتبار ہی کیا اور ہو بھی تو ان کا اعتبار بالکل ہی نہیں ہے"

عثمان ۔ کیوں؟ تم نے مجھے کیونکر بے اعتبار جان لیا؟"

سلوریا۔ (شہزادی سے)" ابھی چار روز ہوئے یہ ہماری دوست ہیلینا پر جان دیتے تھے۔ اُن کے لئے بیتاب تھے۔ اور اب حضور کا چاند سا مکھڑا دیکھ لیا تو جیسے ان سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ انھیں تو ان کی خوشی کا یہاں تک خیال ہے کہ انھوں نے جنوں کے کپڑے ناپسند کئے تھے۔ انھوں نے فوراً اُتار کے پھینک دیئے مگر ان کو ذرا بھی پرواہ نہیں "

عثمان۔ (متانت کے ساتھ جس میں کس قدر اندرونی تکلیف کی خلش بھی تھی) "اس کا ذکر جانے دو۔"

سلوریا۔ کیوں نہیں۔ اب تو اُن کا نام سُننا بھی ناگوار ہے۔"

شہزادی۔ ارے ہاں۔ کیا آپ ان سے خفا ہو گئے ہیں جو کبھی بات نہیں کرتے۔"

عثمان۔ میں ان سے بات کرتے ڈرتا ہوں۔"

یہ جملہ سُن کے ہیلینا چونک پڑی اور بولی "کیوں؟ میں ہوا کیوں ہو گیا ہے؟"

عثمان۔ میں نے تم سے محبت کی۔ تم پر جان دی۔ تمھارے لئے ہر بار گوارہ کی۔ اور جہاں تک ہو سکا تمھاری ہر خواہش کو پورا کیا۔ اور بعد آنے کے بعد بھی جب تم نے خط کے آنے پر آمادگی ظاہر کی تو اُسے میں اپنی خوش نصیبی سمجھا۔ مگر افسوس یہ سب میری غلطی تھی اور میں نے ان باتوں کا غلط اندازہ کیا تھا۔"

شہزادی۔ (متحیر ہو کے) "آخر کچھ ان کا قصور بھی بتائیے گا؟"

عثمان۔ وہ نہ جانتی ہوں تو بتاؤں۔"

شاہزادی۔ (ہیلینا سے) "کیوں تم جانتی ہو کہ انھیں کس بات کا ملال ہے؟"

ہیلینا۔ کچھ کہا ہو تو جانوں۔ اور یوا مجھے پہیلیاں بوجھنا تو نہیں آتا۔"

عثمان۔ ان کو میں اپنا بہی خواہ سمجھے ہوئے تھا۔ مگر جب آپ کی نگاہ ناز کے تیر اور آپ کے حسن کے جلوے نے مجھے از خود رفتہ کر دیا۔ تو سب کے پہلے جس نے میرا ہاتھ پکڑ کے مجھے گرفتار کرانا چاہا وہ یہ تھیں۔ حالانکہ میں انھیں آپ کی صحبت میں اپنا ہمدرد خیال کرتا تھا۔ آپ کی تمام سہیلیوں اور موتیوم کے ہر سپاہی کو حق تھا کہ مجھے گرفتار کرے۔ مگر یہ ان کا کام نہ ہونا چاہیئے تھا۔"

میلنہ۔ (مسکرا کے) "اس کی وجہ یہ تھی کہ اب یہ میری صحبت میں اور میری نوکر تھیں۔"

عثمان۔ یہی میں بھی کہتا ہوں کہ یہ اب میری نہیں رہیں بلکہ آپ کی ہو گئیں"

ہیلینا۔ یوں بھی آپ کی لونڈی تھی اور یوں بھی آپ کی لونڈی ہوں اور امید ہے کہ شہزادی کے لئے اگر میں قصوروار ہوئی ہوں تو وہی میرا قصور معاف کرا دیں گی"

سلوریا۔ مگر میں پوچھتی ہوں کہ وہ محبت کہاں چلی گئی؟"

عثمان۔ (ہنس کے) "مجھے محبت ہے۔ یہ خوبصورت چہرہ دل پر اب بھی اپنا نقش بٹھائے ہوئے ہے۔ مگر پہلے ایک خوشنما پھول سمجھا تھا اور اب خوبصورت شمع خیال کرتا ہوں جس کے پاس ہاتھ لیجانے میں جل جانے کا اندیشہ ہے۔"

ہیلینا پھر کچھ کہنا چاہتی تھی مگر شہزادی نے اشارہ سے روکا اور کھانے کے بعد جب سونے کو اپنے کمرے میں گئی تو اسے تنہائی میں سمجھا دیا کہ ابھی چند روز خاموش رہو۔ موقع دیکھ کے میں صفائی کرا دوں گی۔

پندرھواں باب

صلح اور صبح وصال

دو چار روز تک یہی لطف و محبت کی صحبتیں رہی تھیں کہ خبر آئی شاہ یودیز خود ہی آ رہے ہیں۔ اور پرسوں سوتیوم میں داخل ہوں گے خبر کے ساتھ ہی اُس کے استقبال کا سامان ہونے لگا اور تیسرے دن عثمان ابن ابی یسعہ اور شہزادی اور دیگر فرانسیسی اور عربی سرداران فوج اُس کی پیشوائی کے لئے شہر سے باہر کئی میل تک چلے گئے۔ اور جیسے ہی عثمان کا اور اُس کا سامنا ہوا دونوں گھوڑوں سے اُتر کے گرم جوشی سے ملے۔ بیٹی کی صورت دیکھ کے یودیز آبدیدہ ہو گیا اور کہا "میں کہتا تھا کہ میرے ساتھ رہو افسوس تم نے نہ مانا۔ اور کیا بتاؤں کہ جب تمہارے محصور اور اختیار سے باہر ہو جانے کا حال سُنا ہے تو میری کیا حالت ہوئی ہے۔ مگر مسیح کا ہزار ہزار شکر ہے کہ پھر تمہاری صورت دیکھنا نصیب ہوئی۔"

مینہ۔ (عثمان کی طرف اشارہ کر کے) "یہ فقط ان کی مہربانی سے ہوا انھوں نے مجھے اسیر کرنے کے بعد یہ مہربان ہو گئے۔ میری ہر شرط مان لی اور فتح کرنے کے بجائے ایک مہربان دوست بن کے ہمارے مہمان ہوئے ہیں"

یودیز۔ یہ ان کی اتنی بڑی فتح ہے جس کا جواب نہیں ہو سکتا اس

فتح سے انھوں نے ہم سب کو غلام بنا لیا۔ اور افسوس ایسا غلام بنایا کوئی بات ہمارے بس کی نہیں رہی۔"

عثمان۔ آپ ایسا نہ فرمائیں۔ ہر چیز یہاں تک کہ میں بھی آپ کے اختیار میں ہوں۔"

یو دیز۔ یہ آپ کی نیکی اور شریف النفسی ہے۔"

ان باتوں کے بعد یو دیز قصر شاہی میں آیا اور جب بیٹی سے تنہائی میں ملاقات ہوئی تو کہا "مینہ۔ افسوس میں نہ چاہتا تھا کہ تو ایک عرب مسلمان کی بیوی بنے۔ اور اسی لیے مجھے نہیں گوارہ تھا کہ تو عربوں کے مقابلے کے لئے میدان جنگ میں آئے۔ مگر تو نے نہ مانا اور واقعات نے ایسی صورت پیدا کر لی کہ کچھ زور نہیں چل سکتا۔"

مینہ۔ ابا جان آپ ملال نہ کریں۔ میں نے اول ہی میں کہہ دیا تھا کہ سب چیزیں ابا جان کے اختیار میں ہیں۔ اور اُن کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہوگا۔ آپ جس بات کو ناپسند کریں اُس سے انکار کر دیں۔ اُمید ہے وہ بد عہدی نہ کریں گے۔"

یو دیز۔ کاش تو نے عرب سردار کو مہمان بنا کے اپنے قصر میں نہ رکھا ہوتا قید رہتی مگر اس کو گوارا نہ کرتی کہ دشمن کے احسانات ہم کو اور ہماری فوج کو غلام بنا لے اس کی خواہش ہے کہ تجھے اپنی بی بی بنا لے۔ اور جو احسان وہ کر چکا ہے۔ اُن کے بعد ہمارے لئے انکار یا کسی قسم کے عذر کی گنجائش نہیں باقی رہی۔ اب مجھے اس معاملہ میں فقط تیری خوشی دریافت

کرنی ہے ۔"

مینہ ۔ میری خوشی سے زیادہ مقدم سلطنت کی مصلحتیں ہیں ۔ پہلے آپ اُن کا خیال فرمائیں ۔"

یودیز ۔ دو باتیں ہیں ۔ ملکی مصلحت کے لحاظ سے اس سردار عرب کے ساتھ تیری شادی ہونے میں ہر طرح کے فائدے ہیں ۔ عربوں سے دوستی اور تعلقات قائم ہو جانے سے ہماری سلطنت کو استقلال ہو جائے گا ہمارے سامنے سے تمام خطرے دُور ہو جائیں گے اور اُن کی مدد سے چند ہی روز میں ہم فرانس کے تمام نوجوانوں اور حکمرانوں کو شکست دیدیں گے اور ایک سلطنت قائم کرلیں گے جس کی سرحد مشرق میں رومہ سے اور شمال میں جرمانیا سے ملی ہوگی ۔ لیکن قومی زبان کا خیال اس کے بالکل خلاف ہے ۔ سلطنت کو اس شادی سے چاہے کیسی ہی قوت حاصل ہو جائے مگر خاندانی عزت اور شرافت خاک میں مل جائے گی ۔ ہم اپنے وطن کے حکمرانوں سے چار آنکھیں کرنے کے قابل نہ رہیں گے ۔"

مینہ ۔ (افسردگی کے ساتھ) "مگر عزت سب پر مقدم ہے ۔"

یودیز ۔ عزت مقدم ہے ۔ لیکن حکومت اور قوت سے تھوڑی بہت تسلی ہو سکتی ہے یا کم سے کم یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص ہمارے منہ پر ہمیں بُرا نہ کہہ سکے گا ۔ اس لئے اس بے عزتی کو میں گوارہ کر سکتا ہوں بشرطیکہ تو خود اس عرب سردار کی بی بی بننا پسند کرتی ہو ۔"

مینہ ۔ اس معاملہ میں بھی مجھے آپ ہی مشورہ دیں ۔ اس کی صورت

اس کی مہربانیاں اور لطف و محبت کی باتیں۔ پھر اس کے احسانات۔ اور جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے اس کا مذاق اور اُس کی وضع قطع۔ ان سب باتوں نے میرے دل کو اس کا گرویدہ بنا دیا ہے۔ وہ رحمدل اور خلیق ہے جس سے اُمید پڑتی ہے کہ میرے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرے گا۔ وہ پھولوں اور موسم بہار کی دلچسپیوں کا عاشق اور کوہستان پیرنیز کی بہار دیکھنے کا رسیا ہے۔ جو باتیں خاص میرے مذاق کی ہیں اور صورت شکل میں بھی ان سب کاؤنٹوں اور ڈیوکوں سے اچھا ہے جو اس گھڑی تک مجھ سے شادی کرنے کے آرزومند ہو چکے ہیں۔ یہ بھی جانتی ہوں کہ اس کی بی بی بننے میں مجھے جیسی حکومت حاصل ہو جائے گی اور کسی طرح نہیں نصیب ہو سکتی۔"

یلودیز۔ (افسردگی کے ساتھ) "تو یہی کیوں نہیں کہتی کہ اس مسلمان سردار کو تو اپنا دل دے چکی اور اس کی ظاہری خوبیوں پر فریفتہ ہے"

مینہ۔ آپ اسے دل دینا یا فریفتہ ہونا جو چاہیں کہیں۔ میں نے اپنے دل کی حالت بیان کر دی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتی ہوں کہ اگر آپ ناپسند کریں گے یا آپ کے نزدیک مصلحت کے خلاف ہو گا تو میں اس خیال کو چھوڑ دوں گی اور آپ حکم سے باہر نہ ہوں گی۔"

یلودیز۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ تیری شادی تیری مرضی کے خلاف کروں۔ یہ میں آج ہی نہیں کہتا ہوں بلکہ ہمیشہ میں نے یہی کہا ہے۔ لیکن تو نے اس کا بھی خیال کر لیا ہے کہ عثمان مسلمان ہے اور ہمارے دین کو بُرا اور کفر سمجھتا ہے۔"

میمنہ۔ جی ہاں وہ مسلمان ہے۔ مگر مسیحیہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنا اس کے عقیدے میں جائز ہے۔ رہا یہ کہ وہ میرے دین کو جھوٹا سمجھتا ہے تو دل میں چاہے سمجھے مجھے یقین ہے کہ اپنے خلق اور محبت کی وجہ سے میرے سامنے وہ مسیحیت کی نسبت کوئی ایسا لفظ اپنی زبان پر نہ لائے گا۔ جو مجھے ناگوار ہو۔"

یودیز۔ میں نے مانا کہ اس بارے میں وہ تیری خاطر داشت کرے گا لیکن مسلمان کسی ایک بی بی کے پابند نہیں ہوتے۔ ایک ہی وقت میں چار چار بی بیاں رکھتے ہیں اور لونڈیوں کی کوئی حد و انتہا نہیں ہوتی جتنی چاہیں اپنے محل میں بھر لیں۔ کیا تو اسے بھی برداشت کرے گی؟"

میمنہ۔ ایک گھڑی کو بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ مگر وہ وعدہ کرتا ہے کہ مسلمانوں میں چاہے رواج ہو مگر وہ میرے سوا کسی عورت سے تعلق نہ رکھے گا۔ اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ اپنے وعدہ میں سچا ہے"

یودیز۔ اس کا بھی تجھے خیال ہے کہ عثمان کی بی بی ہونے کے بعد تو اپنے وطن میں نہ رہ سکے گی۔ ماں باپ۔ گھر بار قوم اور مذہب سب کو چھوڑ کے ہسپانیہ میں جانا ہو گا اور اگر دمشق کے خلیفہ نے اُسے کسی اور ملک میں بھیج دیا تو پھر تو بھی اُس کے ساتھ دنیا کی خاک چھانتی پھرے گی۔ سُنتا ہوں کہ عربوں کی حکومت ہندوستان اور چین تک ہے اگر وہاں جانا پڑا تو تو کیا کرے گی؟"

میمنہ۔ عثمان وعدہ کرتا ہے کہ مجھے ہمیشہ کو ہسار پیرینز کی جانفزا

گھاٹیوں میں رکھے گا۔ اور اگر اس ملک کے چھوڑنے پر وہ مجبور کیا گیا تو اس کے ساتھ جاکے دنیا کی خاک چھاننے میں مجھے تامل نہ ہوگا۔ میں سفر کی شوقین ہوں۔ اس کے ساتھ سفر بڑے لطف میں کٹے گا۔ اور دور و دراز کی سیر میں میرا دل خوب لگے گا۔"

یودیز۔ (مایوسی کے ساتھ)" تو پھر تامل کرنے کی کیا وجہ؟ میں اس کے ساتھ تیری شادی کر دوں گا۔ مگر آہ! میری یہ تمنا تھی کہ اگر غیر ملک اور غیر قوم میں تیری شادی ہوتی اور تجھے قربان کر کے قومی بے عزتی گوارہ بھی کی جاتی تو پھر کسی ایسے تاجدار کی ملکہ بنتی جس سے زیادہ عزت کسی دوسرے کی نہ ہو۔ عثمان صرف ایک فوجی افسر ہے۔ اور گو آج وہ فتح کے جھنڈے اڑا رہا ہے مگر کوئی ذاتی عزت نہیں رکھتا۔ وہ امیر ہسپانیہ کا ماتحت اور خلیفۂ دمشق کا غلام ہے۔ کاش تو دمشق کی ملکہ اور اس عربی خلیفہ کی بی بی بنتی۔"

مینینہ۔ میں محبت کی بھوکی ہوں اور محبت چاہتی ہوں۔ عثمان میں محبت ہے اسی لئے مجھے اس سے محبت ہے۔ اور اس محبت بھری الصحبت عیش کی ایک گھڑی بھی مجھے اس زندگی بھر کی حکمرانی و جہاں پناہی سے زیادہ عزیز ہے۔ جس میں مجھے ایک ایسے تاجدار کے پہلو میں بیٹھنا پڑے کہ اُسے نہ مجھ سے محبت ہو اور نہ مجھے اُس سے۔"

یودیز۔ تو اب زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں ہے۔ تجھے اس شادی میں اپنی فلاح نظر آتی ہے اور میں بھی مروت کی وجہ سے انکار کی جرات

نہیں کر سکتا تو آج ہی رات کو اس سردار سے طے کر لوں گا اور کل ہی تم دونوں کی شادی ہو جائے گی۔ اس کام کو کرنا ہے تو جلدی کرنا چاہیئے"

مینہ۔ میری باتوں سے آپ کو بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا کہ میرے دل کو عثمان بن ابی لیسعہ کے ساتھ کیسا لگاؤ ہو گیا ہے۔ لیکن اس پر بھی اگر آپ کے نزدیک مصلحت نہ ہو یا آپ خوشی سے اجازت نہ دیتے ہوں تو میں اپنے دل کو روکوں گی۔ اور وہی ہو گا جو آپ کہیں گے"

یودیز۔ میں خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔ میرے خیالات بدل گئے اور صاف نظر آرہا ہے۔ کہ میرا اور تیرا دونوں کا نفع اسی میں ہے"

اس گفتگو کے بعد یودیز اپنے پرائیوٹ کمرے میں گیا اور مینہ عثمان ابن ابی لیسعہ کے پاس آکے بیٹھ گئی۔ اس کی سہیلیاں بھی یہیں تھیں پلشیریا اپنی شہزادی کی صورت دیکھتے ہی کہنے لگی "حضور کہاں جاکے بیٹھ رہی تھیں؟ آپ کے مہمان بار بار یاد کرتے تھے اور ہم پر تاکید تھی کہ جہاں ملیں ڈھونڈھ لاؤ"

مینہ۔ ابا جان کی باتوں میں دیر ہو گئی۔ ان سے بہت کچھ کہنا سننا تھا"

اس وقت نہ ریحانہ تھی اور نہ کوئی اور ترجمہ کرنے والا پاس تھا اور اس کا بالکل اندیشہ نہ تھا کہ ان کی زبان سے جو کچھ نکلے گا فاتح قائد عرب کی سمجھ میں آسکے گا اس لئے اس موقع سے فائدہ اٹھا کے سلوریا نے پوچھا "تو پھر کیا ہوا اور حضور کب دلہن بنیں گی؟"

تے ہوتے نہیں معلوم خوش مگر لیا کر منظور تو نے جان ابا -منینہ

سلوریا۔ اس رشتہ سے تو ظاہر میں کوئی بھی خوش نہ ہو گا۔ لیکن

ایک طرف تو مجبوری ہے۔ اگرچہ یہ کہتے بھی ہیں کہ زبردستی نہ کریں گے۔

مگر یہ فقط دکھانے کا اخلاق ہے۔ دوسری طرف ان سے دوستی اور یگانگت

ہو جانے میں ہماری سلطنت کا فائدہ کتنا بڑا ہے؟ کیا ان باتوں کا وہ

نہیں خیال کرتے؟"

منینہ۔ اسی خیال سے تو مجبور ہو کے راضی ہوئے ہیں۔

پلشیریا۔ مجھے تو بس یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ اپنے دین میں

کس قدر مضبوط ہیں۔"

منینہ۔ میں اپنا دین تو ہرگز نہ چھوڑوں گی مسیح کو چھوڑ کے محمد صلعم

کی پرستش نہیں کر سکتی۔"

پلشیریا۔ تو شادی ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مجھے اُمید ہے

کہ آپ اپنے اثر سے اپنے دولھا کو بھی عیسائی بنا لیں گی۔

منینہ۔ چاہتی تو یہی ہوں۔ اور اس کی کوشش بھی کروں گی۔"

فلادیا۔ اور آپ کا ان پر اثر اس قدر ہے کہ آپ کے کہنے سے باہر

نہ ہوں گے۔"

پلشیریا۔ اسی لئے تو کہتی ہوں کہ ثواب کا کام ہے (فلادیا سے) چلو

کل صبح کو ہم سب بادشاہ کو سمجھا کے راضی کر لیں۔

منینہ۔ راضی تو وہ اب بھی ہیں۔ مگر انہیں خوش کرنا ہے۔"

قلادیا۔ ہم خوش بھی کر لیں گے۔"

اتنے میں ریحانہ آگئی اور اس گفتگو کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ دوسرے دن عثمان ابن ابی نسعہ نماز پڑھ کے بیٹھا تھا۔ کئی سرداران عرب صحبت میں تھے اور اس امر میں گفتگو ہو رہی تھی کہ فوج کے لئے کس قدر روپیہ یوڈنز سے طلب کیا جائے۔ اور اُس کے ذمہ کس قدر سالانہ خراج واجب الادا کیا جائے۔ تھوڑی دیر کی رد و بدل میں طے ہو گیا کہ فوج کے لئے کم سے کم پانچ لاکھ اشرفیاں مانگی جائیں اور پچاس ہزار اشرفیوں کا سالانہ خراج مقرر ہو۔ اتنے میں لیث بن خطلہ الفہری آگیا۔ اس کے دیکھتے ہی عثمان نے کہا "خوب آئے اس وقت تمہارے ہونے کی ضرورت تھی۔ ہم نے فوجی نذرانہ کے بابت پانچ لاکھ اور سالانہ خراج کی پچاس ہزار اشرفیاں تجویز کی ہیں۔ تمہاری کیا رائے ہے؟"

لیث ۔ میرے نزدیک تو یہ رقم کم ہے۔ لیکن آپ یہی مناسب سمجھتے تو مضائقہ نہیں۔ لیکن میں اس وقت یہ عرض کرنے حاضر ہوا ہوں کہ ابھی ابھی دریائے غرونہ کے کنارے سے خلف بن عباس الخزاعی کا قاصد خط لے کے آیا ہے اور بیان کرتا ہے کہ وہ دریائے غرونہ کے اُس پار اتر آئے ہیں اور قوسیو دس فرسخ پر ہے جس پر وہ کل حملہ کریں گے" عثمان نے فوراً قاصد کو بلوا کے خط لیا۔ اُسے کھول کے پڑھا اور کہا" خلف نے بڑی بہادری سے کام لیا۔ ہمارے برابر ہی وہ بھی آپہونچا۔ ہم نے اُس سے قوسیو میں ملنے کا وعدہ کیا تھا نہ؟ خیر اب صلح ہو گئی تو یہ اں

سوتیوم میں آکے ملے گا۔"

لیث۔ اگر آپ کی مرضی کے خلاف نہ ہو تو اُسے قوسیو پر قبضہ کر لینے دیجئے۔ یودیز یہاں آیا ہوا ہے۔ بردی غالہ میں کوئی فوج جمع کر کے بھیجنے والا موجود نہیں ہے۔ اور اکوئی طائی کی ساری سپاہ اِدھر اُدھر منتشر پڑی ہے۔ موقع بہت اچھا ہے۔ اسی سلسلہ میں اس شہر پر بھی قبضہ ہو گیا تو پھر ان لوگوں کو کہیں قدم جمانے کا موقع نہ ملے گا۔"

عثمان۔ لیکن اب لڑائی روک دی گئی ہے تو ایسی بدعہدی نہ کرنی چاہیئے۔ تاہم میں غور کر کے جواب دوں گا۔"

اتنے میں خبر آئی کہ شاہ یودیز امیر الجیش عثمان سے ملنے کو آتا ہے۔ عثمان نے اُٹھ کے دُور تک استقبال کیا۔ تعظیم و تکریم سے لا کے بٹھایا اور اپنے اُن سرداران فوج سے ملایا جو صحبت میں حاضر تھے۔ ریحانہ بھی مترجم کی خدمت ادا کرنے کے لئے حاضر ہو گئی اور باہمی سوال و جواب کا ذریعہ بنی۔ تھوڑی دیر کے بعد یودیز نے تنہا ملنے کی خواہش کی اور تخلیہ ہو گیا۔ سب لوگوں کے اُٹھ جانے کے بعد عثمان نے کہا "میں خود ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والا تھا۔ ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ ہمارا ایک سردار فوج خلف بن عباس جو نربونہ سے فوج لے کے شمال کے شہروں پر قبضہ کرتا ہوا آرہا تھا دریائے غرونہ سے اُتر چکا ہے اور کل تک شہر قوسیو کا محاصرہ کر لے گا۔"

یہ سُنتے ہی یودیز کا چہرہ اُتر گیا۔ اور اندازہ لینے کی وضع سے بولا

تو کیا میں یہاں اسی لئے بُلایا گیا ہوں کہ بڑدی غالہ میں واپس جانیکے قابل بھی نہ رہوں؟ میں یہاں گھیر کے پکڑ لیا جاؤں اور دھوکے میں توسیو اور بڑدی غالہ پر قبضہ کر لیا جائے؟"

عثمان ۔ (ندامت کے ساتھ) "اس کا تو خیال بھی نہ کیجئے گا کہ ایک عرب سے کسی قسم کی دغابازی ظاہر ہوگی ۔ خلف کو التوائے جنگ کی خبر نہیں ہے ۔ جس وقت یہاں سے حکم جائے گا فوراً حملہ سے باز آئے گا ۔"

یودیز ۔ "تو کب یہاں سے حکم جائے گا؟ جب وہ توسیہ پر حملہ کر چکے گا؟"

عثمان ۔ "اس کا قاصد اسی لئے روک لیا گیا ہے ۔ آج ہی میرا حکم لے کے جائے گا ۔ اور خلف یہیں آکے آپ سے ادب و تعظیم کے ساتھ ملے گا ۔"

یودیز ۔ "تو جلدی بھیجئے ۔ ایسا نہ ہو کہ وہاں کی رعایا پر کوئی ظلم ہو جائے ۔"

عثمان ۔ "ابھی بھیجتا ہوں ۔ میں تو اب تک حکم بھیج چکا ہوتا ۔ مگر مناسب معلوم ہوا کہ شرائط صلح طے ہو جائیں تو ایک ہی ساتھ اسے تمام امور کی خبر کر دوں ۔"

یودیز ۔ "اور اسی لئے میں اس وقت آیا ہوں ۔ پہلے یہ بتائیے کہ فوج کے نذرانے میں آپ کس قدر رقم چاہتے ہیں؟"

عثمان ۔ آپ کو کس قدر روپیہ دینے میں آسانی ہوگی؟"

یودیز ۔ ملک تباہ ہو رہا ہے ۔ خزانے میں کچھ ہے نہیں ۔ جو کچھ دینا پڑے گا اسی کو تباہ شدہ رعایا سے جبراً وصول کیا جائے گا ۔ میں تین چار لاکھ اشرفیوں سے زیادہ نہ دے سکوں گا۔"

عثمان ۔ میں نے سردارانِ فوج کو پانچ لاکھ پر راضی کیا ہے"

یودیز ۔ خیر آپ کی خوشی ہے تو پانچ ہی لاکھ کی رقم فراہم کر دی جائے گی ۔ اور سالانہ خراج آپ کس قدر مانگتے ہیں ۔؟"

عثمان ۔ میں تو شہزادی کے خیال سے کچھ بھی نہ مانگتا مگر خلافت کو اطمینان دلاتا ہے ۔ آپ کس قدر آسانی سے ادا کر سکیں گے؟"

یودیز ۔ زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ اشرفیاں۔"

عثمان ۔ میں نے اس سے بھی کم یعنی صرف پچاس ہزار تجویز کی ہیں"

یودیز ۔ نہایت مہربانی وعنایت ۔ میں اسے خوشی اور شکریہ کے ساتھ قبول کرتا ہوں ۔ اب صرف مینہ کی شادی کا معاملہ باقی ہے۔ اس میں اگرچہ ہمارے مسیحی شہروں میں میری بدنامی و رسوائی نظر آتی ہے مگر اسے بھی میں خوشی سے قبول کرتا ہو ۔ لیکن ایک شرط ہے"

عثمان ۔ وہ شرط بھی ارشاد ہو۔"

یودیز ۔ ہم سے آپ کا یہ معاہدہ ہو جائے کہ ہمارے ملک پر فرانس کے مسیحی حکمرانوں میں سے کوئی حملہ کرے یا ہم ہی کسی دشمن پر چڑھائی کریں تو عربی لشکر پوری قوت سے ہمارا ساتھ دے اور ہماری مدد کرے ۔ تاکہ آپ کی مدد

سے میں سارے فرانس کا بادشاہ ہو جاؤں"

عثمان ۔ اس کی میں ذمہ داری کرتا ہوں۔ میں ہمیشہ آپ کا ساتھ دوں گا۔ اور میرا سارا لشکر آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوگا"

یوڈیز ۔ بس اب مجھے کوئی عذر نہیں مینہ خود بھی راضی ہے۔ اس لئے مہربانی کر کے اسی وقت معاہدہ لکھ کے ہم دونوں دستخط کر دیں۔ اور اس کی ایک ایک نقل مرتب کرا کے ہم اور آپ اپنے قبضے میں کر لیں۔ اس کے بعد آج ہی رات کو گرجے میں شادی ہو جائے"

عثمان ۔ معاہدہ اسی وقت مکمل کئے دیتا ہوں۔ مگر شادی گرجے میں نہیں یہیں ہوگی۔ اور اسلامی اصول کے مطابق ایجاب و قبول ہوگا"

یوڈیز ۔ اگر آپ کی یہ خوشی ہے تو مجھے اس میں عذر نہیں"

اس قرارداد کے مطابق اسی وقت اچھے خوشنویس بلوائے گئے فرانسیسی اور عربی زبانوں میں معاہدہ لکھا گیا جس پر دونوں فریقوں نے دستخط کئے تمام امرائے عرب و فرانس موجود تھے ان کی گواہیاں لکھوائی گئیں۔ اس معاہدے کے مکمل ہوتے ہی یوڈیز اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا" اب آپ شادی کی تیاریاں کریں۔ میں آج ہی رات کو عقد کر دوں گا۔ اور ایک ہفتہ کے اندر آپ کو نذرانے اور ایک سال کے خراج کی رقمیں وصول ہو جائیں گی"

یہ کہہ کے یوڈیز چلا گیا۔ اور عثمان نے خلف بن عباس کے قاصد کو اس مضمون کا خط دے کے واپس کیا کہ" اب سلطنت اکوئی ٹائی سے ہم سے صلح ہو گئی ہے۔ لہٰذا لڑائی موقوف کی جائے۔ اور تم مع اپنے لشکر کے سوتیوم میں آ کے مجھ

سے ہوتا کہ بہادروں کو ان کی کارگزاری کا انعام دیا جائے۔

قاصد کے جانے کے بعد عثمان نے ریحانہ سے کہا "آج شہزادی نہیں آئیں جاؤ اور انھیں فرصت ہو تو بلا لاؤ" وہ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد شہزادی مینہ کی سہیلیوں نے آکے شادی کے طے ہو جانے پر مبارک باد دی اور کہا اب شہزادی شادی کے بعد آپ سے ملیں گی۔"

عثمان۔ تو آج کا دن ہجر و فراق کی تکلیف میں کٹے گا۔ مجھے یہ معلوم ہوتا تو شام سے پہلے ہی ان باتوں کو انجام دے لیتا۔"

ہیلینا۔ انتظار میں بھی لطف ہے۔ آج کا مبارک دن شادی کے اہتمام اور انتظام میں صرف کیجئے۔ بغیر ہجر کے وصال میں مزہ نہیں ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اتنا بھی انتظار نہ کرنا پڑے اور وصل ہو جائے۔"

عثمان بن ابی لیسو ہیلینا سے یہ سن کے خاموش ہو رہا۔ اور اپنے افسروں اور دوستوں کو حکم دیا کہ شادی اور دعوت کا سامان کرے۔ دن گرمجوشی اور ہر قسم کی آرائشگی اور محفل عقد کی تیاریوں میں صرف ہوا۔ بعد مغرب عثمان نے پر تکلف کپڑے پہنے اور دو سو معززین عرب کے پر تکلف جلوس سے اس قصر زرنگار میں گیا جس میں دلہن کی طرف سے استقبال و دعوت کا سامان کیا گیا تھا۔ خود یودیرک کی وکالت سے قاضی ابو ساعد خولانی نے جو عساکر اسلام کے قاضی تھے۔ ایجاب و قبول کے بعد خطبۂ نکاح پڑھا۔ مبارک سلامت کا غل ہوا اور سنت رسالت کے زندہ کرنے کے لئے چھوہارے جو بڑی جستجو سے فراہم کئے گئے تھے حاضرین میں لٹائے گئے۔

اس شادی نے عثمان اور یودیز میں تعلقات قرابت کے ساتھ ایسی یکجہتی اور ہم آہنگی پیدا کر دی کہ عرب کا حسن پرست سپہ سالار۔ فرانس کی زندہ دل رعایا میں یودیز سے بھی زیادہ ہر دل عزیز تھا۔ اُمرائے سوتیوم جوش و خروش سے اس کی دعوتیں کرتے جن میں دونوں دولہا دُلھن جاتے اور لوگ اُنھیں سچے خلوص اور نہایت ہی تعظیم و تکریم سے سروں پر بٹھاتے

شادی کے پانچویں دن صبح کو عثمان بعد غسل و نماز اپنی مہ جبین بی بی کے پاس بیٹھا تھا۔ اور اس کی انیس و جلیس اور شوخ ادا خواصیں گھیرے ہوئے تھیں۔ اب وہ تھوڑی بہت فرانسیسی زبان بھی سمجھنے لگا تھا اور بغیر کسی ترجمان کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنا مطلب نکال لیتا۔ شکستہ الفاظ میں کہا سوتیوم پر اب ہماری فوج کا بار پڑ رہا ہے۔ پچاس ہزار سے زیادہ لشکر پڑا ہوا ہے۔ ضرورت ہے کہ میں ان سب کو اندلس میں واپس لے جاؤں "

فلادیا۔ اب آپ ہماری شہزادی کو چھوڑ کے کہاں جا سکتے ہیں۔ سب سپاہیوں کو یہیں سے حکم دے دیجیے کہ واپس چلے جائیں "

عثمان ۔ یہ غیر ممکن ہے۔ مجھے خود واپس جا کے والی اندلس کو اس مہم کی کیفیت بتانا ہے "

فلادیا۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ آپ شہزادی کے ساتھ جا کے ہنی مون کا مہینہ بردی غال میں بسر کریں گے۔ مگر آپ اُلٹے گھر جانے کو کہتے ہیں "

عثمان ۔ ہنی مون کیا ؟ "

فلادیا۔ اے ہے۔ کیا ہنی مون آپ کے وہاں نہیں ہوتا ؟ شادی کے

بعد پہلے چاند بھر دولھا دُلھن کسی نہایت ہی دلچسپ اور خاموش مقام میں رہتے اور ایک دوسرے کی صحبت سے لُطف اُٹھاتے ہیں اسی چاند کو ہنی مون کہتے ہیں"

عثمان۔ طریقہ تو لُطف کا ہے۔ شادی کی اور سب رسمیں تو عربوں کے طریقے سے ہوئیں۔ مگر مسیحیوں کی اس رسم کو میں ضرور ادا کروں گا۔ لیکن میرا ہنی مون پیرے نیز کی وادیوں اور مرغزاروں کا ہو گا۔"

پلٹیریا۔ تو پھر انتظار کس بات کا ہے؟"

عثمان۔ خلف بن عباس قوسیو سے آجائے تو اُسے اپنے ساتھ لیکے واپس روانہ ہوں اتنے دنوں میں بادشاہ وہ رقم بھی بھیج دیں گے جس کا فوج والے انتظار کر رہے ہیں۔"

اس جواب پر سب خاموش ہو رہے۔ اور یہ خبر یو دیز کو پہونچ گئی جس پر اتنی کثیر التعداد فوج تھی رسد رسانی کی وجہ سے ایک آفت نازل ہو رہی تھی۔ دوسرے ہی دن اس نے رقم مطلوبہ فراہم کر کے بھیجدی۔ اور اتفاقاً اسی وقت خلف بن عباس بھی اپنے تیس ہزار لشکر کے ساتھ آگیا اور عثمان تمام سرداران عرب کو جمع کر کے انعام تقسیم کرنے میں مصروف ہوا لیکن اب شہر والوں پر بجائے پچاس ہزار کے اسی ہزار فوج کا بار پڑ گیا تھا جو بالکل ناقابل برداشت تھا۔ باپ کو مصیبت میں دیکھ کے شہزادی مینمہ نے دوسری شب کو تنہائی میں موقع پا کے عثمان سے کہا" ہنی مون نہ ہونے سے میں اپنی قوم میں رسوا ہو رہی ہوں۔ مجھ میں اور ایک لونڈی میں کیا فرق ہے؟ یہی ہنی مون کا امتیاز تھا تو اس کا آپ کو خیال نہیں۔"

عثمان ۔ میں ہنی مون کو اس قدر ضروری نہیں جانتا تھا۔ اچھا تو کل ہی یہاں سے کوچ کر کے ہم شہر الباب میں چلیں گے جہاں کی بہار دیکھنے کے قابل ہے۔"

منینہ ۔ میں آپ کو ایک ایسی بہار کی جگہ لے چلوں گی جس کے سامنے الباب یا بیرے نیز کے کسی مرغزار کی اصل و حقیقت نہیں۔ آپ میرے ساتھ اسی پہاڑ کے اندر شہر الوس میں چلیں اور نہر نیو کی بہار دیکھیں۔ اس سے زیادہ بہار کی جگہ ساری دُنیا میں نہ ہوگی اور ادھر ہی سے ہسپانیہ کو سیدھا راستہ بھی گیا ہے۔"

عثمان ۔ اچھا تمھاری خاطر سے وہیں چلوں گا۔ مگر ایک شرط سے جس وضع سے تم نے پہلے پہل موسم بہار کی ملکہ اور حُسن کی ایمان شکن دیوی بن کے میدان جنگ میں مجھے جلوہ دکھایا تھا اسی وضع میں ایک بار اور جلوہ دکھا دو۔ پھر جو کہو گی بے عذر اس کے کرنے کو تیار رہوں۔"

منینہ ۔ اگر تمھیں ایسا ہی شوق ہے تو وہ جلوہ بھی دکھا دوں گی گر وہیں چل کے۔ اس وضع کے لیے اس سرزمین سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔"

عثمان ۔ تو کل ہمارا اسی طرف کوچ ہوگا۔ میں اپنے تمام سرداران فوج کو اسی وقت روانگی کا حکم دیئے دیتا ہوں۔ تم بھی مع اپنی سہیلیوں کے تیار ہو جاؤ۔"

راتوں رات سفر کی تیاریاں ہو گئیں۔ اور دوسرے دن عثمان ابن ابی یسعہ نے اپنے سسر شاہ یودیز اور دیگر معززین شہر سے رخصت ہو

کے جنوب کی راہ لی۔ لیث کو ایک ہزار منتخب آدمیوں کے ساتھ ہمراہ لیا باقی فوج کو حکم دیا کہ ابو عامر کے ساتھ الباب ہوتی ہوئی اسپین واپس چلے اور سب لوگوں کو واپس کی اجازت دے دی۔ اور خلف بن عباس کو نربونہ واپس جانے کی اجازت ملی۔ غرض ایک ہی دن میں سوتیوم اس عظیم الشان لشکر سے خالی ہوگیا۔

سولھواں باب

انجام بد کے آثار

ہم ان سب لوگوں کو یہیں چھوڑ کے اندلس کے دار السلطنت شہر قرطبہ میں آتے ہیں جو عبدالرحمٰن بن عبداللہ الکلبی کی خوش تدبیری اور اس کی زبردست حکومت کی وجہ سے نہایت ہی بارونق اور امن و امان کا آغوش عیش بن گیا ہے۔ عبدالرحمٰن ملک کا پورا دورہ کر کے اور تمام سرکشوں اور باغیوں کو مغلوب و مقہور کر کے اپنے دار السلطنت میں واپس آیا ہے۔ اور سارے شہر میں ایک زندہ دلی پیدا ہو گئی ہے۔

اس وقت وہ قصر امارت میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے ہم صحبت قاضی ابوالفرح عدی بن زیان محمد بن سلام شیبانی۔ ابوبکر بن کلثوم الطائی عبد الواحد بن عمر بن حارث القریشی اور دیگر امراء و سرداران فوج اور اکثر عائد شہر حاضر ہیں۔ مختلف معاملات میں گفتگو ہو رہی ہے جس میں اکثر مباحث کا خاتمہ امیر حال کی بیدار مغزی و خوش تدبیری کے اثبات اور اس کی تعریف پر ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں عبدالواحد نے کہا "الحمدللہ کہ تمام جھگڑے طے ہو گئے اور اب ملک میں ہر جگہ امن امان ہے۔"

ابو بکر۔ اگر چند روز بھی یہاں کے انتظامات کی طرف سے اطمینان رہے تو

ہم بہت جلد فرانس پر قبضہ کرلیں۔ ہم جتنی جلدی فتح کر لیتے ہیں اتنی جلدی انتظام نہیں کر سکتے اور ہم میں یہ بڑا عیب ہے کہ بہادر فاتح تو کثرت سے ملتے ہیں مگر خوش تدبیر مدبر سلطنت بہت کم ملتے ہیں۔"

قاضی ابو ساعد۔ اس کمی کو بفضلہ تعالیٰ ہمارے امیر نے پورا کر دیا۔ لیکن فرانس پر قبضہ کرنے کے لئے غالباً دربار خلافت سے منظوری لینی پڑیگی۔"

عبدالرحمٰن۔ اس کی مطلق ضرورت نہیں۔ جہاد کے لئے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔ ہمیں البتہ تیار ہو جانا چاہیئے۔ میرا تو ارادہ ہے کہ جس قدر جلد بن پڑے پیرینیز کے ادھر کے ملکوں کو فتح کر لیا جائے۔"

عدی بن زبان۔ عثمان بن ابی یسعہ تو اس مہم پر گئے ہوئے ہیں اور وہ بڑے زبردست سپہ سالار اور نامور شجاعوں میں ہیں۔"

عبدالواحد۔ ہاں اس کام کے لئے وہ ہر طرح موزوں ہیں۔ مگر انمیں بڑا نقصان یہ ہے کہ بہادر ہونے کے ساتھ عیش طلب ہیں۔"

عبدالرحمٰن۔ مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کوہسار کی بہار دیکھنے اور مہ جبین عورتوں سے ہم آغوشی کے سوا اور کسی کام میں ان کا دل نہیں لگتا میں انھیں بڑا مستعد اور زبردست قائد خیال کرتا تھا۔ لیکن تجربہ اس کے خلاف ہو رہا ہے۔ محمد بن عبداللہ اشجعی نے چند ہی روز میں یہاں کے لوگوں کو خوب پہچان لیا تھا۔ جب انھوں نے عثمان کی نسبت یہ رائے ظاہر کی تو مجھے یقین نہ آتا تھا۔ مگر اب دیکھتا ہوں تو وہ بالکل سچ کہتے تھے۔"

عدی۔ اب وہ کہاں ہیں؟ اور کیا کر رہے ہیں؟ فوج تو ان کی کمک

کے لئے برابر جا رہی ہے۔"

عبدالرحمٰن۔ اکوئی ٹائی کے حاکم یوڈیز سے مقابلہ ہو رہا ہے۔ اس کے بہت سے شہروں پر قبضہ کر لیا ہے۔ مگر شہر سوتیوم پر پہونچ کے خدا جانے کیا ہو گیا کہ وہاں سے قدم آگے نہیں بڑھتا۔ بعض لوگ جو وہاں سے آتے ہیں ان کا بیان ہے کہ کسی حسین عورت کے پھیر میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور عشق بازی نے جہاد بھلا دیا ہے۔"

عدی۔ اگر ایسا ہے تو بڑے غضب کی بات ہے۔ اُنھوں نے عربوں کے نام کو داغ لگا دیا۔ فوراً انھیں واپس بُلا کے کسی دوسرے سردار کو بھیجیے جہاد میں جس قدر دیر ہوتی ہے اسی قدر مجاہدوں میں بد دلی پیدا ہوتی ہے مجاہدوں کی لڑائی نبرد آزمائی پر ہوتی ہے دو چار روز بھی لڑائی رک گئی تو فاقے کرنے لگتے ہیں۔"

عبدالرحمٰن۔ اس کی انھیں پرواہ نہیں۔" یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ حاجب دربار نے ایک نئے شخص کو لا کے اس تقریب کے ساتھ پیش کیا کہ انھیں حاکم نربونہ خلف بن عباس خزاعی نے ایک ضروری اور رازداری کا خط دے کے بھیجا ہے اور تاکید کر دی ہے کہ حضور کے سوا اور کسی کے ہاتھ میں نہ دیں" عبدالرحمٰن نے اس شخص سے سلام علیک کر کے وہ خط لیا اور زبانی پوچھا خلف کہاں ہیں؟ اور ہماری فوجیں اب تک کہاں پہونچیں؟"

قاصد۔ خلف نے نربونہ جاتے وقت طولوس سے یہ خط بھیجا ہے۔ اور عساکر اسلام اب واپس آ رہے ہیں۔ بشکنش میں سب لوگ پہنچ گئے ہوں گے"

عبدالرحمٰن۔ واپس! واپسی کی کیا وجہ؟ خیر شاید خط سے معلوم ہوئے
یہ کہہ کے خط کھول کے پڑھنے لگا۔ خط پڑھتا جاتا تھا اور چہرے کی رنگت بدلتی جاتی
تھی۔ آخر پڑھتے پڑھتے خط ہاتھ سے رکھ دیا اور قاضی ابوالفرج کی طرف
دیکھ کے کہا" عثمان بن ابی یسعہ کو میں عیش پرست جانتا تھا۔ مگر یہ گمان بھی
نہ تھا کہ دشمن اسلام ہو جائے گا"

یہ الفاظ سنتے ہی تمام حاضرین دربار چوکنا ہو گئے۔ سب گھبرا گھبرا
کے امیر عبدالرحمٰن کی صورت دیکھنے لگے اور آخر یہاں تک بے صبر ہو گئے کہ
قاضی الفرج نے پوچھا" کیا وہ مرتد ہو گیا؟"

عبدالرحمٰن۔ مرتد ہو جاتا تو مجھے اتنا ملال نہ ہوتا۔ افسوس وہ مسلمان
ہے مگر عیسائیوں کا غلام"

عبدالواحد۔ حضور کچھ ارشاد فرمائیں کہ اُنھوں نے کیا کیا؟"

عبدالرحمٰن۔ سُنیئے۔ یہ خط خلف بن عباس الخزاعی عامل نربونہ
کا ہے جسے حکم دیا گیا تھا کہ اس جہاد میں امیرالجیش عثمان ابن ابی یسعہ کا
ساتھ دے جبال البرطات کے پار اُترتے ہی عثمان نے اُسے لکھا کہ نربونہ
سے براہ راست حملہ شروع کر کے شہر قوسیو میں پہونچے۔ اور آپ دوسری طرف
سے روانہ ہو کے مختلف شہروں پر قبضہ کرتا اور اکوئی ٹانی کی فوجوں کو شکستیں
دیتا ہوا قلعہ سوتیوم پر جا پہنچا۔ سوتیوم میں دشمنوں کے پاس بہت ہی کم
فوج تھی۔ اور ایک ہفتہ سے زیادہ شہر مقابلہ کی تاب نہ لا سکتا تھا۔
سارا ملک فتح ہو گیا تھا اور صرف اتنی کسر باقی تھی کہ عثمان سوتیوم پر قبضہ

کرنے تو سیو کی طرف بڑھے ۔ یہاں خلف بھی حسب قرارداد آجاتا اور دونوں لشکر اُسے مغلوب کر کے بڑدی غالہ پر حملہ کرتے ۔ اور اس سلطنت کا خاتمہ ہو جاتا ۔ اس نمایاں فتح میں کوئی کسر نہیں باقی رہی تھی ۔ فقط ایک مہینہ بھر کا اور کام تھا ۔ مگر افسوس سوتیوم پہونچتے ہی عثمان اکوئی ٹانی کے بادشاہ یوڈیز کی بیٹی پر عاشق ہو گیا اور سارا کیا دھرا خاک میں ملا کے رکھ دیا۔“

قاضی الفرح ۔ یوڈیزہ کی بیٹی ایسی حسین تھی کہ عثمان اُندلس کی ماہ وش پری جمالوں کو بھول گیا؟“

عبدالرحمٰن ۔ اس لڑکی کے بھی عجیب و غریب حالات لکھے ہیں۔“

قاضی ۔ وہ کیا؟“

عبدالرحمٰن ۔ اس کے حسن کا سارے فرانس میں شہرہ ہے حسین ہونے کے ساتھ وہ بہادر اور شجاع بھی ہے ۔ چہرے پر نقاب ڈال کر میدان جنگ میں آتی اور مقابلہ کرتی ہے ۔ اور جس کو نقاب اُلٹ کے اپنا چہرہ دکھا دیتی ہے ۔ غش کھا کے گر پڑتا ہے ۔ یہی ساحرانہ عمل اُس نے عثمان پر بھی کیا۔“

غرض اول سے آخر تک سارا واقعہ اور صلح کے شرائط و حالات بیان کر کے عبدالرؤف نے حاضرین سے پوچھا۔“ یہ خلافت اسلام کے ساتھ دشمنی ہے یا نہیں؟“ سب نے بالاتفاق کہا“ یہ تھوڑی دشمنی ہے!! اور ہم کو ایک عربی نژاد فوج سے ایسی اُمید ہرگز نہ تھی۔“

اب عبدالرحمٰن نے دربار برخاست کیا اور اپنی خلوت گاہ میں جا کے

سوچنے لگا کہ اس معاملے میں کیا کارروائی کرے اسی فکر میں تین دن گزر گئے۔

چوتھے دن گھر میں خاموش بیٹھا تھا اور عدی بن زیان سے عثمان کے بارے میں مشورہ کر رہا تھا کہ لیث بن خنظلہ الفہری عثمان بن ابی یسوع کی ایک تحریر لے کے آیا جسے عبد الرحمٰن نے بے صبری کے ساتھ لے کے پڑھا اس خط کا مضمون یہ تھا کہ "میں نے اصف کے قریب مملکت اکوئی طانی کو فتح کر لیا تھا کہ شاہ بودوز نے اطاعت قبول کر لی اظہار عجز کیا۔ پچاس ہزار سالانہ خراج دینے پر تیار ہو گیا چنانچہ پہلے سال کا خراج وصول کر کے آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے۔ صلح کے بعد تمام مفتوحہ ملک واپس کر دیا گیا اور اس سے صلح کر لی گئی صلح نامہ کی اصلی نقل بغرض ملاحظہ کے لئے مرسل خدمت ہے۔ اس بادشاہ کی دوستی سے ہمیں بڑی مدد ملے گی۔ اور اس کی مدد سے ہم دیگر ملوک فرانس کی قلمرو پر بہ آسانی فتحیاب ہو سکیں گے"

یہ خط پڑھ کے عبد الرحمٰن نے لیث پر ایک برہمی کی نظر ڈالی اور کہا "تم بھی ایک فوجی افسر اور تجربہ کار سپاہی ہو۔ تم ہی بتاؤ کہ عثمان کو بغیر مجھے خبر کئے اور مجھ سے منظوری لئے صلح کر لینے کا حق تھا؟ کیا وہ نہیں جانتے کہ میں حاکم اندلس ہوں اور کوئی معاہدہ بغیر میری منظوری کالعدم اور ناجائز ہے"

لیث ۔ وہ یہ جانتے ہیں مگر انھیں حضور کی نیک نفسی سے امید تھی کہ یہ معاہدہ جو موقع ملتے ہی بہتر سمجھ کے کر لیا گیا اسے آپ منظور فرمائیں گے"

عبد الرحمٰن ۔ یہ تم ان کی دوستی اور رفاقت کا حق ادا کر رہے ہو۔ مگر عثمان کی سرشت سے میں خوب واقف ہوں۔ انھیں میری حکومت پسند نہیں ہے۔ اور اپنے آپ کو مجھ سے زیادہ مستحق حکومت خیال کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس

تک حکومت کرنے سے انھوں نے ولایت اندلس کو اپنا حق سمجھ لیا۔ حالانکہ امیرالمومنین کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں موقوف کر دیں اور جسے چاہیں مقرر کریں یہ اسی خیال اور دعوی کا نتیجہ ہے جو انھوں نے مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ گر یہ میری نہیں امیرالمومنین کے حکم کی بے وقعتی ہے۔ بہر حال میں اس صلح کو ایک گھڑی کے لئے بھی جائز نہیں رکھ سکتا۔ ان سے کہو کہ فوراً یو دیز کو گرفتار کر کے پابزنجیر میرے پاس بھیجیں۔ اور اس کے پورے ملک پر قبضہ کر لیں۔"

لیث۔ حضور کو اختیار ہے مگر اس میں آپ ہی کے ایک سردار فوج کی بے وقعتی ہو گی۔ اور آئندہ کے لئے عربی معاہدوں کا اعتبار اُٹھ جائیگا۔"

عبدالرحمٰن۔ اعتبار اس سے نہیں بلکہ اس قسم کی شہوت پرستیوں سے اور اپنی نفسیاتی خواہشوں پر اسلام اور خلافت کے حقوق پامال کرنے سے اُٹھے گا۔ اور اگر یہ صلح نامہ جائز رکھا جائے۔ تو جانو کہ اُٹھ گیا۔ میں اس معاہدے کو ہرگز نہ مانوں گا۔ اور ہاں یو دیز کی بیٹی منینہ سے جو انھوں نے شادی کی ہے اس کا حال تو انھوں نے لکھا ہی نہیں۔ تم تو ان کے ساتھ موجود تھے بتاؤ تو سہی کہ یہ شادی کیسی دھوم دھام سے ہوئی اور منینہ مسلمان ہو گئی یا وہ خود عیسائی ہو گئے؟"

عبدالرحمٰن کی زبان سے یہ الفاظ سُن کے لیث ایک سناٹے میں آگیا اور جب دیکھا کہ یہ حالات فرمانروائے ہسپانیہ کو معلوم ہی ہو چکے ہیں تو بولا" یو دیز کی بیٹی سے انھوں نے عقد بے شک کیا ہے۔ اور محض اس خیال سے

کہ وہ ہمیشہ دولت اسلام کا مطیع و منقاد بنا رہے۔ اور اس کے نصرانی رہنے میں کیا مضائقہ ہے۔ نصرانیہ عورت سے نکاح کرنا ہماری شریعت میں جائز ہے مگر صلح کو اس عقد سے کوئی تعلق نہیں ‘‘

عبدالرحمٰن۔ اسی بات کا امتحان کرنے کے لئے میں انھیں حکم دیتا ہوں کہ فوراً واپس جا کے ملکت اکوئی طانی اور اس کی سلطنت پر قبضہ کریں اور یودیز کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجیں ‘‘ اس کے جواب میں لیث عاجز تھا اور عبدالرحمٰن نے اسی وقت عثمان ابن ابی لیسعہ کے نام اسی مضمون کا ایک تاکیدی حکم لکھ کے اور اپنی مہر کر کے اس کے حوالے کیا اور کہا ’’اس حکم کو تم ہی لیجاؤ۔ اگر عثمان کے دوست ہو تو اُن سے اس کی تعمیل کراؤ‘‘

وہ یہ فرمان لے کے اُلٹے پاؤں واپس آیا اور شہر انوس میں عثمان سے ملا۔ جہاں وہ اپنی معشوقہ شہزادی مینہ کے ساتھ موسم گُل کے مزے لوٹ رہا تھا۔ تمام واقعات بیان کئے اور امیر عبدالرحمٰن کا خط اس کے ہاتھ میں دیا اُسے پڑھ کے عثمان بہت بگڑا اور کہا ’’ لڑائی کے معاملات کا ذمہ دار میں ہوں عبدالرحمٰن کو کوئی حق نہیں کہ میرے امور میں دخل دے میں نے صلح کی ہے اور میں نے اپنے دستخط سے یودیز کے ساتھ معاہدہ صلح کیا ہے۔ اسے کوئی نہیں توڑ سکتا۔ میں تو اعلیٰ افسر فوج اور جنگ و صلح کے معاملات کا ذمہ دار تھا کسی ادنیٰ مسلمان کا معاہدہ بھی جو دشمنوں سے ہو چکا ہو نہیں توڑا جا سکتا ‘‘

لیث۔ اصولاً آپ یہ صحیح فرماتے ہیں۔ مگر اس کا کیا جواب ہے کہ عبدالرحمٰن نہیں منظور کرتا اور اپنی ضد پر اڑا ہوا ہے ‘‘

عثمان ۔ کیسے نہ منظور کرے گا؟ میں لکھتا ہوں۔" یہ کہہ کے اس نے اس مضمون کا خط لکھا:"از جانب عثمان ابن ابی یسعہ بہ جانب امیر ہسپانیہ۔ السلام علیکم یا امیر آپ کے حکم کے مطابق میں فوراً اکوئی طانی پر حملہ کر دیتا مگر افسوس کہ دولت اسلام سے اور اس سلطنت سے معاہدہ صلح ہو چکا ہے اور اسلام کے معاہدے ٹوٹنے کے لئے نہیں ہوتے اگر اس امر میں آپ نے زیادہ اصرار کیا اور کسی قسم کی بے عنوانی ہوئی تو مملکت فرانس میں دولت اسلامیہ کا اعتبار اٹھ جائے گا۔" والسلام" یہ لکھ کے اپنی مہر کی اور دوسرے ایک ذی ہوش سردار فوج علقمہ بن سلمۃ التجبی کو دے کے کہا" اس خط کو فوراً امیر عبدالرحمٰن کے پاس لے جا کے جواب لے آؤ۔" علقمہ اسی دن روانہ ہو کے قرطبہ گیا اور بیسویں دن امیر اندلس کا جو خط جواب میں لایا اس کا مضمون یہ تھا" میرے نزدیک اس ناجائز معاہدے سے اسلام کو جو ضرر پہونچا ہے۔ اس سے زیادہ خطرناک یہ ہے کہ سرداران اسلام شہوت پرستی کے جوش میں اپنے قومی اور دینی حقوق کو بھول جائیں میں اس رخنے کو گھڑی بھر کے لئے بھی نہیں برداشت کر سکتا۔ اور مکرر تاکید کرتا ہوں کہ فوراً اکوئی طانی میں واپس جاؤ اور اس سلطنت کو بیخ و بن سے اکھاڑ کے پھینک دو"

اب عثمان بالکل بے دست و پا تھا۔ کچھ بنائے نہ بنتی تھی کہ کیا کرے اور کیونکر معاہدے کے خلاف بے وجہ بے سبب پھر اسی مملکت پر یورش کر دے جس سے ابھی ابھی صلح کئے چلا آتا ہے۔ اور جس سے تعلقات قرابت پیدا ہو گئے ہیں۔ آخر اپنی وضع کے خلاف ذلت و عاجزی گوارا کر کے اس نے عبدالرحمٰن کو پھر

ایک خط بھیجا اور نہایت لجاجت و ادب سے لکھا۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ بغیر آپ سے اجازت لئے صلح کر لینے میں میں نے غلطی کی اور وعدہ کرتا ہوں کہ پھر ایسا قصور نہ ہوگا۔ لیکن اس گذشتہ قصور کو معاف کر کے میری غلطی کو نباہ دینا آپ کا اخلاقی فرض ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ مجھے دشمنوں اور جوار کی سلطنتوں کی نظر میں ذلیل و خوار نہ کریں گے اور میری اس عاجزانہ درخواست کو قبول فرمائیں گے۔"

اسے یقین تھا کہ عبد الرحمٰن اس درخواست کو ضرور قبول کرے گا مگر اُنیسویں روز خلاف اُمید جو جواب ملا یہ تھا: "میرا حکم نہیں بدل سکتا۔ اس کی بے عذر اور بلا تاخیر تعمیل ہونی چاہیئے۔ قصور معاف کیا جا سکتا ہے مگر قصور سے جو ناگوار نتائج ظاہر ہوئے ہیں وہ نہیں برداشت کئے جا سکتے آئندہ مراسلت میں وقت نہ ضائع کیا جائے۔ اگر اسی مہینے کے اندر تم اکوئی طانی پر حملہ آور نہ ہوئے تو میں کسی دوسرے سپہ سالار کو روانہ کروں گا جو سارے اکوئی طانی میں خون کی ندیاں بہا دیگا۔ اور یو ڈیز کے ساتھ تمھیں بھی پابزنجیر میرے سامنے حاضر کرے گا۔"

یہ آخری خط تھا جسے پڑھ کے عثمان سوچ میں پڑ گیا اور غور کرنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

سترھواں باب

دیندار و قوم بدست عاشق

اب عثمان کا نہ شہر انوس کے چمنوں میں جی لگتا ہے اور نہ گل پیرہن قلعہ ہائے پیرے نیز کی گھاٹیوں میں نہ نہر نیو کی لہریں اُس کا دل بہلاتی ہیں۔ نسیم چمن کے زندگی بخش جھونکے۔ شب و روز اسی فکر میں رہتا ہے کہ کیا کروں۔ اگر لڑائی چھیڑتا ہوں تو محبوبہ ماہ طلعت سے کیونکر چار آنکھیں کروں۔ اور شاہ یو ڈیز کو کیا صورت دکھاؤں۔ بار بار دل میں آئی کہ شاہ یو ڈیز کو ان تمام واقعات کی خبر کر دے مگر جرات نہ ہوتی۔ یہاں سے بھاگ جانے کا قصد کرتا مگر خیال آتا کہ دلدار ناز آفرین کو اس بہار کے موسم میں گلزار پیرے نیز سے نکال کے دور لے جانا مچھلی کو پانی سے جدا کرنا ہے۔ مینہ لقا کی ان فکروں کو دیکھتی تھی اور خاموش ہو جاتی۔ آخر ایک دن پھولوں اور چمنوں کی سیر میں اُسے ملول و حزیں دیکھ کے بولی "میں کئی دن سے دیکھ رہی ہوں کہ اب میری صحبت میں تمھارا دل نہیں لگتا مجھ سے تمھاری دلداری میں کوئی قصور ہوا ہے یا تمھارا دل عیش و نشاط سے بھر گیا؟"

اس سوال پر عثمان اور پریشان ہو گیا۔ چاہا کہ بہ ظاہر آپ کو خوش اور بشاش دکھا کے ٹال دے مگر کامیابی نہ ہوئی جو ٹالنے کی کوشش کرتا چہرہ اور

اُتر جاتا اور حسرت ناک چہرے پر مایوسی کے آثار ظاہر ہو جاتے اور آخر اپنی کمزوریوں سے خود ہی مغلوب ہو کے بولا" شہزادی سچ یہ ہے کہ میں نہایت پریشان ہوں نہ آپ نے میری دلداری میں کمی کی ہے اور نہ آپ کے باغ حسن کی بہار سے کسی کا دل بھر سکتا ہے۔ مگر بدقسمتی ان کی تمام نعمتوں اور سارے لطفوں کو بے مزہ کر رہی ہے"

مینہ۔ (تعجب وحیرت سے) "آخر کیوں؟ اور اس بدقسمتی کا سبب کیا ہے؟"

عثان۔ آہ شہزادی میرا دل صد ہا چاک کسی طرح نہیں گوارا کرتا کہ اپنے غموں سے آپ کے نازک دل کو صدمہ پہونچاؤں۔ مجھے میری بدنصیبی میں مبتلا رہنے دیجئے اور نہ پوچھیئے کہ یہ اندوہ و ملال کیوں ہے"

مینہ۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ میں تمھاری غمگسار ہوں اور اسی لئے ہوں کہ تمھارے رنج و راحت میں شریک ہوں۔ خدا کے لئے کچھ بتاؤ تو سہی کہ یہ کیا آفت اُٹھ کھڑی ہوئی تم کو خدا نے صبر و تحمل دیا ہے مگر میں بے صبری ہوں۔ اور اتنی برداشت کی طاقت نہیں رکھتی"

عثان۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ ع

"نہ سُنو میری داستان نہ سُنو"

مینہ۔ نہیں میں سُنوں گی اور تمھیں سُنانا پڑے گی۔ اب شادی کے بعد تمھیں حق نہیں ہے کہ مجھے اپنے رنج و الم میں نہ شریک کرو۔ اب میری لذت و مسرت ہی یہ ہے کہ تمھارے غم میں شریک ہوں"

عثمان۔ افسوس شہزادی تم نہیں مانتیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہارے آغوش عیش میں پلے ہوئے دل کو کوئی خفیف سا بھی صدمہ پہنچے لیکن تمہارے حکم کے خلاف بھی نہیں کر سکتا۔ اصل یہ ہے کہ والی اندلس میرا دشمن ہو گیا ہے۔ اور جو معاہدہ تمہارے والد سے کر چکا ہوں اُسے کسی طرح منظور نہیں کرتا۔ تاکید پر تاکید چلی آتی ہے کہ پھر چڑھائی کروں اور شاہ یودیز کو گرفتار کر کے قرطبہ روانہ کروں۔ اور اب میرے امکان سے باہر ہے اور انجام یہ ہو گا کہ ہسپانیہ کی فوجیں میرے مقابلے پر آئیں گی اور پھر اس کے بعد جو نتیجہ ہو۔"

یہ سُن کے مینہ کچھ دیر سوچتی رہی۔ پھر بولی "کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اباجان کے ساتھ مل کے مسلمانوں سے لڑو؟ اور تمہاری بہادری سے اُمید ہے کہ ہمارے سپاہی بہادری سے مقابلہ کریں گے۔"

عثمان۔ جس طرح یہ غیر ممکن ہے کہ میں تمہارے والد سے لڑوں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ میں تمہارے والد کی طرف سے عربوں کا مقابلہ کروں اور اس بے غیرتی کو گوارہ بھی کر لوں تو کچھ نتیجہ نہ ہو گا۔"

مینہ۔ اچھا تو اباجان کو خط بھیج کے بڑی خالہ سے یہاں بُلا لو اور ان سے مشورہ کرو۔ وہی کوئی تدبیر نکالیں گے۔"

عثمان۔ اب اس کا بھی وقت نہیں رہا۔ جب تک وہ یہاں آئیں آئیں ہسپانیہ کا لشکر یہاں آ پہونچے گا۔ میں اُنھیں اس کی اطلاع کئے دیتا ہوں یہ کہتے ہی باغ سے مکان کے اندر جا کے یودیز کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون

یہ تھا" معزز شاہ یودیز میں نے آپ سے جن شرائط پر صلح کی ہے افسوس ان کو والی ہسپانیہ نہیں مانتا اور سوا لڑائی جاری رکھنے کے کوئی بات نہیں منظور کرتا میں نے بہت سمجھایا۔۔ عاجزی و ذلت گوارہ کر کے اس سے التجا کی کہ اب اس جھگڑے کو دور کرے مگر وہ نہیں مانتا اور لڑائی پر تُلا ہوا ہے۔ اور اگر میں اس میں ذرا بھی تامل کروں تو مجھے بھی قتل کی دھمکیاں دیتا ہے۔ اب اس کا بھی موقع نہیں باقی رکھا کہ عذرات پیش کئے جائیں۔ اور عنقریب اس کی فوجیں اس مہم پر چل کھڑی ہوں گی۔ جو شاید سب سے پہلے مجھ پر حملہ کریں مگر میں نے عہد کر لیا ہے کہ نہ اُس کے حکم کی تعمیل کروں گا اور نہ اس معاہدے کو توڑ دوں گا جو آپ سے کر چکا ہوں چاہے کوئی میرا سر بھی اُڑا دے مگر یہ نہ ہو گا کہ آپ کے خلاف تلوار اُٹھاؤں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اپنی قوم سے بغاوت کر کے خود اس کے مقابلے کے لئے تیار ہوں بہر حال میرا چاہے جو انجام ہو اور جو واقعات پیش آئیں میں اُن کو ایک شریف بہادروں کی طرح صبر و سکون سے برداشت کروں گا لیکن آپ کو مطلع کئے دیتا ہوں کہ عربی فوج آپ کے ملک پر آیا چاہتی ہے۔ اپنی حفاظت کا جو انتظام ہو سکے کیجئے اور میری فکر نہ کیجئے۔

آپ کا خادم عثمان"

یہ خط لکھ کے اُس نے مینہ کو سُنایا اور کہا" بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کو لے کے تم خود چلی جاؤ اور ان آفتوں سے محفوظ رہو جو مجھ پر آنیوالی ہیں اس لئے کہ عبد الرحمن کو مجھ سے عناد ہے اور سب سے پہلے وہ میری جان

کا خواہاں ہوگا۔"

مینہ۔ (نہایت حسرت کے ساتھ) "میں ساتھ چھوڑنے کیلئے تمھارے پاس نہیں آئی ہوں۔ اب تو جو مصیبت آئے گی ہم دونوں پر آئے گی اور جو تمھارا حشر ہوگا وہی میرا بھی ہوگا۔"

عثمان۔ شہزادی! آہ اتنی باوفا نہ بنو کہ مجھے بھی گوارا نہ ہو۔ میری خوشی اور مسرت تک میرا ساتھ دو اور مصیبت میں مجھ سے الگ ہو جاؤ۔"

مینہ۔ مجھ سے اس کی اُمید نہ رکھو۔ تم جانتے ہو کہ میں نے بڑے بڑے فرماں رواؤں اور بادشاہوں کو بھی ان کے پیغام شادی نامنظور کر کے مایوس و ذلیل کر دیا۔ اور یہ صرف اس لئے تھا کہ چاہتی تھی جسکی چاہوں ہو جاؤں۔ اور اب تمھیں اختیار کیا ہے تو یہ سمجھ کے اور دل سے عہد کر کے کہ تمھارے سوا کسی کی صورت نہ دیکھوں گی، تمھاری زندگی تک زندہ ہوں اور تمھارے مرنے میں تمھارا ساتھ دوں گی۔ یہ خط ابا جان کو کسی کے ہاتھ بھیج دو۔ اور اگر مجھے بھیجنا چاہتے ہو تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

عثمان۔ میں نے سارا لشکر واپس کر دیا ہے۔ فقط سو دو سو آدمی میرے ساتھ رہ گئے ہیں۔ دو چار روز میں عبدالرحمٰن کا لشکر یہاں آ پہونچا تو مجھے اپنی جان سے زیادہ تمھاری جان کی فکر ہوگی اور کوئی پناہ کی جگہ نہ ملے گی۔"

مینہ۔ اگر تم مقابلہ کرنا چاہو تو یہیں کے بہت سے پہاڑی اور انوس کے ہزاروں راہب تمھارے جھنڈے کے نیچے لا کے کھڑے کر دوں گی۔"

عثمان۔ مجھ سے نہ ہوگا۔ اپنے ہم مذہب اور ہم وطنوں سے نہیں لڑ سکتا۔"

مینہ ۔ تو میں تمھیں یہاں سے کسی ایسی سنسان اور پوشیدہ گھاٹی میں چھپا دوں گی کہ جہاں پرندہ تک پر نہ مار سکے گا۔"

عثمان ۔ (ایک سانس بھر کے) "تمھیں اختیار ہے ۔ میں نے اپنی زندگی تمھارے ہاتھ میں دیدی جو چاہو کرو۔" یہ کہہ کے ایک تیز رو قاصد کے ہاتھ خطا شاہ یودیز کے پاس بھیج دیا ۔ اور مینہ سے کہا "اب میرے دل پر سے رنج والم کا بار ہٹ گیا ۔ اور آؤ زندگی کے باقی ماندہ ایام عیش و طرب اور سیر گل میں صرف کر دیں ۔ اپنی سب سہیلیوں کو بھی بلا لو اور چلو کوہستان کی سیر کریں درختوں کی تازگی اور پھولوں کی شادابی ہمارے دل کو تر و تازہ او مسرور و بے پرواہ کر دے گی ۔ اور سب سے بڑی غم بھلانے والی اے دلدار ناز آفریں تو ہے"

مینہ ۔ ان فکروں اور پریشانیوں میں سیر گل کیا مزہ دے گی۔"

عثمان ۔ تمھاری صحبت اور اس وادی کی نزہت و فرحت میں فکر نہیں باقی رہ سکتی ۔ تمھارے خاندان سے اور اندلس کے پرانے شاہی خاندان سے قرابت ہے ۔ سنا ہے کہ اس خاندان کا پہلا تاجدار اسی پہاڑ کی گھاٹیوں اور ان زندگی بخش مرغزاروں کی سیر ہی کے لئے یہاں آیا تھا۔"

مینہ ۔ ہاں اس لئے ایک رومی شہزادی سے شادی کی اور اسے لے کے یہاں آیا تھا کہ اس جنت ارضی میں ٹھہر سکے دنیا کی نیرنگیوں اور زندگی کی لذتوں سے لطف اٹھا سکے۔"

عثمان ۔ اپنی سب سہیلیوں کو لے کے چلو ۔ اور جو سب سے زیادہ دلفزا اور فرحت بخش وادی ہے اس میں بیٹھ کے اس پرانے باغ قدرت کے

عاشق کا حال بیان کرو"

مینہ نے چاروں ہم سن سہیلیوں کو ساتھ لیا۔ دو ایک خواصیں اور لونڈیاں بھی لے لیں۔ اور سب کے سب سیر و تفریح کے لئے روانہ ہوئے بہت سی گھاٹیوں اور نہروں کی سیر کرتے اور مختلف دل کشا وادیوں اور مرغزاروں سے گزرتے ہوئے ایک ایسے مقام میں پہونچے جہاں باغبان قدرت نے دل کشی کے تمام سامان فراہم کر دیئے تھے۔ رنگ برنگ پھولوں کے تختے حد نظر تک چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ پہاڑوں نے حلہ ہائے گل پہن لئے تھے۔ اور کئی نہریں لہراتی ہوئی دُور دُور تک نکل گئی تھیں ـــ اور معلوم ہوتا تھا کہ گویا پھولوں سے چھلی چھلبیا کھیلتی اور اُن کے پہلوؤں میں گدگداتی پھرتی ہیں مست خرام نسیم کے جھونکے بڑھ بڑھ کے نونہالان چمن کو گلے لگاتے اور اپنے حسن پر اترانے والے پھولوں کے لب و رخسار کے بوسے لے رہے تھے۔

اس وادی میں قدم رکھتے ہی بے اختیار عثمان بن ابی لیسعہ کے منہ سے نکلا" واہ کیا پُر فضا اور کیا روح افزا مقام ہے۔ شہزادی! یہ جنت ارضی ہو۔ تم سی ملائک فریب حُور پہلو میں ہو اور تمہاری خوبصورت سہیلیوں کی سی شوخ اور زندہ دل دل جلیسیں انیس صحبت ہوں تو پھر انسان کو دنیا میں کیا چاہیئے"

مینہ۔ تو آؤ یہیں ٹھہر کے دو گھڑی دل بہلائیں" اس تجویز کو عثمان نے پسند کیا اور سب جا کے ایک بلند چٹان پر بیٹھ گئے۔ جس کے تین طرف طواف کر کے ایک چشمہ نشیب کی طرف بہہ کے اور خوب پھیل کے آبشار کی وضع سے دور

تک گرتا چلا گیا تھا۔ لالہ و سوسن کے ہزارہا پھولوں کا جھنڈ اس چٹان کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے تھا اور قریب ہی ایک درخت پر ہزاروں طیور بیٹھے اپنا ارغنون بجا رہے تھے۔ عروس بہار کے دالدادہ سردار عرب نے کچھ دیر یہ بہار دیکھی طائران نوا سنج کا نغمہ سنا اور پھر شہزادی سے جو اس کے پہلو میں بیٹھی تھی کہا" اب اُس عاشق بہار کا حال بیان کرو جس نے ہم سے پہلے ان وادیوں میں ٹھہر کے مشاطہ بہار کی حسن آرائیوں کی وادی تھی۔"

عثمان۔ وہ زبردست شاہ گوتھ الارق کا وارث تاج و تخت اڈولفوس تھا جس نے سارے روم اور فرانس کو فتح کر لینے کے بعد ان ہی پر فضا وادیوں کے شوق میں عظیم الشان سلطنت کو لات ماری رومتہ الکبریٰ کے عیش و عشرت کو چھوڑ دیا۔ سلطنت روم کی حکومت اور دولت میں صرف وہاں کی گلبدن شہزادی پلاقیدیا کو اختیار کیا۔ اس کے دل میں جگہ پیدا کر کے اُسے یہاں لایا اور اسی سرزمین مینو آسمین میں اس سے شادی کی۔ غرض تمام شاہانہ کامیابیوں میں سے فقط اس ماہ وش شہزادی اور اس روح افزا وادی کو اپنے لئے رکھ لیا اور باقی سب چیزیں چھوڑ دیں۔ اس جنت ارضی کو اس نے اس قدر پسند کیا تھا کہ یہاں آیا تو یہیں کا ہو گیا۔ یہیں رہا یہیں پیوند زمین ہوا اور اسی کی یادگار مسلمانوں سے پہلے کا شاہی خاندان اندلس تھا۔"

عثمان۔ تو اس زمانے کا اڈولفوس میں ہوں اور میری پلاقیدیا تم ہو ہاں ان دو نعمتوں کے بعد مجھے بھی کچھ نہیں چاہیئے۔ اس دولت کے آگے ساری دنیا ہیچ ہے میں بھی اڈولفوس کی طرح اب یہیں رہوں گا۔ اور ان مرغزاروں

کی سیر کروں گا اور یہیں مروں گا۔"

شہزادی ۔ نہیں ۔ تم کو نفس پروری کے شوق میں انجام سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔"

عثمان ۔ میں غافل نہیں ہوں ۔ مگر حاکم اندلس میرا دشمن ہے ۔ اور اُسے موقع حاصل ہے کہ خلافت اسلامیہ اور سارے مسلمانوں کو میرا دشمن بنا دے۔"

مینینہ ۔ تو تم ایک کام کرو ۔ مسلمان دشمن ہو گئے تو فرانس کے حکمرانوں کو اپنا دوست بنا لو ۔ فرانس میں تمھاری بہادری کی شہرت ہے ۔ اور جب سے میں تمھاری بی بی بنی ہوں تمھاری اور زیادہ دھاک بیٹھ گئی ہے اگر عیسائی حاکموں کو ذرا بھی معلوم ہو گیا کہ تم ان کا ساتھ دینے اور اُن کی طرف سے لڑنے کو تیار ہو تو تمھیں آنکھوں پر بٹھائیں گے ۔ اور اگر خلافت دمشق کے سارے افران فوج جمع ہو جائیں تو بھی تمھارا بال بیکا نہ کر سکیں گے۔"

عثمان ۔ یہ مشکل ہے۔"

مینینہ ۔ کوئی مشکل نہیں۔" یہ کہتے وقت مینینہ اُس سے ہمکنار تھی گلے میں بانہیں ڈال دیں ۔ اپنی اداؤں اور دلربائی کی حرکتوں سے مدہوش و از خود رفتہ بنا دیا ۔ اور بولی "ابا جان سے تمھیں اس کام میں بڑی مدد ملے گی ۔ وہ فرانس اور جرمنی کے سارے ڈیوکوں اور بطریقوں کو تمھارے قدموں پر لا کے گرا دیں گے ۔ اسلامی سلطنت میں تو تم خلیفہ کے غلام اور حاکم اُندلس کے فرمانبردار رہنے پر مجبور ہو ۔ مگر ہم لوگوں میں تمھیں نظر آئے گا کہ سارے ملک اور تمام ڈیوکوں اور رئیسوں کے حاکم تم ہو۔"

عثمان ۔ وہ لوگ ایک مسلمان کا کیسے اعتبار کر لیں گے؟"

مینہ ۔ یہ کون مشکل ہے کہ عزت و حکومت حاصل کرنے کے لئے تم مسیحی بن جاؤ میں تمہاری خاطر سے مسلمان بننے کو نہیں تیار ہو گئی؟ میں تو یہ چاہتی ہوں کہ عیسائیت کے بہانے ہم ساری مسیحی دُنیا کو اپنا گرویدہ اور فریفتہ بنا لیں اور اُن کو موافق کر کے ہم فرانس میں ایسی زبردست سلطنت قائم کریں جو والئ ہسپانیہ کا حوصلہ پست کر دے۔ کل مسیحی ڈیوک اور اُمرا اُس کے غلام ہوں پھر ہم اُس پہاڑ کی تمام گھاٹیوں اور وادیوں کو مسلمانوں سے خالی کرا کے اپنے قبضہ میں کریں اور اُسے اپنی تفریح گاہ اور اپنا عیش کدہ بنا لیں۔"

عثمان ۔ (کسی قدر طیش سے) "تمہارا یہ مطلب ہے کہ میں دین کو چھوڑ کے دُنیا کو اختیار کر لوں؟"

مینہ ۔ (اُس کی چشم و ابرو سے اُس کے دینی استقلال کا پتہ لگا کے) "میں تھوڑی ہی کہتی ہوں کہ تم سچ مچ عیسائی ہو جاؤ۔ میرا مطلب ہے تو صرف یہ ہے کہ لوگوں کے دکھانے کے لئے تم ظاہر میں مسیحی بن جاؤ۔ اگر اس تدبیر سے دُنیا میں ایک زبردست سلطنت اور زندگی بھر کا عیش حاصل ہو جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ دین دل سے ہے۔ دل سے تم اپنے پیغمبر کے معتقد رہو میں تو فقط ظاہر داری کے لئے کہتی ہوں اور وہ بھی صرف چند روز کے لئے۔"

عثمان ۔ اسلام کے لئے یہ دونوں باتیں شرط ہیں۔ دل سے اعتقاد رکھنا اور زبان سے اقرار کرنا۔ سچائی کو بغیر اقرار کئے صرف دل میں رکھنا جھوٹ کا جامہ پہن لینا ہے۔"

مینہ۔ اگر یہ گناہ بھی ہے تو صرف چند دنوں کے لئے ہے۔"

عثمان۔ (نہایت متین صورت بنا کے) "مینہ مجھے تم سے بے انتہا محبت ہے۔ تمہارے رُخ زیبا کا شیدا۔ اور تمہاری زلف گرہ گیر کا اسیر ہوں۔ لیکن یہ نہ سمجھو کہ یہ فریفتگی مجھے اپنی قوم اور دین سے غافل کر دے گی مجھے دین سے زیادہ کوئی چیز نہیں عزیز ہے۔ اور اس کی مجھ سے ہرگز اُمید نہ رکھنا کہ تمہارے عشق میں مبتلا ہو کے اپنی قوم کے ساتھ دغا بازی کروں گا۔"

مینہ۔ (مسکرا کے اور ایک ادائے ساحرانہ سے) "میں یہ نہیں کہتی کہ اپنا دین چھوڑ دو یا اپنی قوم کے ساتھ دغا بازی کرو۔ میری فقط اتنی خواہش ہے کہ تمہاری قوم تمہارے ساتھ جیسا سلوک کرے ویسا ہی سلوک تم اس کے ساتھ کرو۔"

عثمان۔ یہ بھی ممکن نہیں۔ قوم کو اور اسلامی حکومت کو مجھ پر حکومت کرنے کا حق ہے مگر میرے لئے اُس کے حکم سے سرتابی کرنا جرم ہے۔"

مینہ۔ اچھا تو اپنی جان بچانے کے لئے یہاں سے فرانس کے دُور دراز شہروں میں بھاگ چلو۔"

عثمان۔ اس موسم بہار اور ان فرحت بخش وادیوں کو چھوڑ کے میں کہیں نہیں جا سکتا۔"

عثمان اور مینہ ان ہی باتوں میں مصروف تھے کہ عثمان بن ابی لیسعہ کے غلام طلیح نے آ کے کان میں کہا۔ "حضور چند پہاڑی مخبر آئے ہیں اور خبر لائے ہیں کہ عدی بن ارریان ایک زبردست لشکر کے ساتھ ادھر بڑھتا چلا آتا ہے۔"

عثمان۔ (سخت سراسیمگی سے) "افسوس وہ آہی گئے! یہاں سے کتنی دُور ہوگا؟"

طلح۔ چار فرسنگ سے زیادہ مسافت پر نہ ہوگا۔ قریب آگیا ہے اور آج ہی یہاں آپہونچے گا۔"

عثمان۔ اور اُس کے ہمراہ کتنا لشکر ہے؟"

طلح۔ یہ پہاڑی لوگ صحیح اندازہ نہیں کر سکتے۔ مگر ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ پچاس ہزار سے زیادہ سوار اُس کے ہمراہ ہیں۔"

یہ سُنتے ہی عثمان گھبرا کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ مینہ کو بھی ہاتھ پکڑ کے اُٹھایا اور کہا "لو اب بھاگنے کا سامان کرو۔ عربی لشکر آپہونچا۔ اور ایسا زبردست لشکر جس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔" یہ سُنتے ہی شہزادی کی رنگت بھی زرد پڑ گئی مگر اپنے آپ کو سنبھال کے بولی "میں پھر کہتی ہوں کہ الوس سے بھاگ کے بُردی غالہ میں چلو۔ ابھی موقع ہے۔ اگر ہم اسی وقت بھاگ کھڑے ہوئے تو عرب ہماری گرد بھی نہ پائیں گے۔"

عثمان۔ ان پہاڑوں کی گھاٹیوں سے بہتر نہ کوئی پناہ کی جگہ ہے اور نہ کوئی فرحت کا مقام۔"

یہ کہتے ہی وہ شہزادی اس کی سہیلیوں اور چند مخصوص ملازموں کو لے کے پہاڑوں کے اندر بھاگا۔ اور چند ہی منٹ میں کوہستان کی وادیوں میں غائب ہوگیا۔"

اٹھارھواں باب

مفتوح فاتح

اس واقعہ کے دس روز بعد شہر انوس سے تقریباً دس میل کی مسافت پر جنوب کی طرف ایک نہایت پیچیدہ گھاٹی میں ایک وسیع غار کے پاس ایک مسطح چٹان پر جو باغبان بہار کی چمن آرائی سے مختصر سا صحن گلشن بنی ہوئی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک پُر تکلف قالین بچھا ہے جس پر عثمان اور منینہ بیٹھے ہیں اور سبزے کی بہار کو دیکھ دیکھ کے لُطف اُٹھا رہے ہیں۔ تھوڑی دیر منظر قدرت کے مطالعہ کے بعد عثمان نے کہا "پیاری شہزادی تمھیں اس تنہائی اور غریب الوطنی کا صدمہ ہوگا۔ جو سامان عیش وطرب اور جو تکلفات دولت چھوڑ کے یہاں آئی ہو یاد آتے ہوں گے۔ مگر کیا کسی چیز میں اس بہار کی دولت اور گرد کے پھولوں کی صحبت سے زیادہ لُطف ہو سکتا ہے دیکھو اس طرف کے لالے کے تختے کا رنگ کس قدر آنکھوں میں کھپا جاتا ہے۔ اور اس آبشار کی نازک لہروں میں نہا نہا کے سوسن کے پھول کیسے خوش ہو ہو کے مسکرا رہے ہیں؟ اس طرف دیکھو نرگس کے شاداب پودے کیسی مستانہ نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ آہ! وہ بنفشہ کی بیلیں ہیں یا تمھاری پیچ در پیچ زلفیں!!

منینہ۔ ان نعمتوں سے بڑی نعمت کون ہو سکتی ہے۔ مگر سب سے بڑی

نعمت تمھاری محبت ہے کہ ایک عالمگیر حسن بن کے ان تمام پھولوں اور پودوں اور یہاں کے مرغزاروں سے ظاہر ہو رہی ہے۔ اور یہ تمھاری ہی اُلفت کے جھونکے ہیں جو اس وقت نسیم بن بن کے آتے اور دل میں سرور اور آنکھوں میں میٹھی نیند پیدا کر رہے ہیں۔" یہ کہہ کے وہ عثمان کے زانو پر سر رکھ کے لیٹ گئی۔ اور باتیں کرتے کرتے سو گئی۔"

شہزادی کی آنکھ لگتے ہی عثمان کا خیال مقامی کیفیتوں کو بھول کے اپنی حالت کی طرف مائل ہوا۔ اور دل ہی دل میں کہنے لگا "آہ! زمانے کا کیا انقلاب ہے؟ میں کیا تھا اور کیا ہو گیا؟ یا تو علم خلافت میرے ہاتھ میں تھا۔ سلطنتوں اور حکومتوں کا لشکر جرار میرا تابع فرمان تھا۔ شہروں اور ملکوں کی قسمت میرے ہاتھ میں تھی۔ سلطنتوں اور حکومتوں کو تہ و بالا کر دینا میرے ایک اشارہ کا کام تھا۔ یا آج ایک چھوٹے سے لشکر کے خوف سے یہاں چھپا بیٹھا ہوں۔ امیر اندلس چاہتا ہے کہ عاشقی کے جُرم پر مجھے قتل کی سزا دے۔ خلافت کا حکم ہے کہ میں خاک میں ملا دیا جاؤں۔ کافرہ محبوبہ چاہتی ہے کہ بے دین بنا کے مجھے آخرت میں رو سیاہ کرے۔ یوڈیز کی خواہش ہو گی کہ میں اس کی رفاقت کر کے قومی نمک حرام بنوں۔ غرض اپنا پرایا دوست دشمن جو ہے عزت و آبرو کا خواہاں ہے۔ مگر میں مر جاؤں گا اور ایسی بے حمیتی نہ گوارہ کروں گا" شہزادی کا خوبصورت چہرہ دیکھ کے جو زانو پر تھا "آہ! اس دلفریب چہرے اس دلرُبا حُسن اور ان پیچ در پیچ زلفوں نے مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ مگر اس سے بڑی نعمت کون ہو سکتی

ہے۔ ایسی ماہ وش پہلو میں ہو تو کس چیز کی ضرورت ہے۔ مجھ سے زیادہ نہ کوئی خوش نصیب ہے اور نہ مجھ سے بڑھ کے کسی کے پاس سامان عیش و عشرت ہے بلکہ یہ اس قدر حد سے گزری ہوئی مسرت ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں اور اپنی اس مقصد وری کے خیال سے بار بار میرے دل میں آتا ہے کہ دُنیا میں مجھ سے زیادہ مسرت کسی کو نہیں حاصل ہے۔ اور میرا جام عیش چھلکنے ہی کو ہے۔"

یہ خیالات ایک مزہ دار خواب کی طرح اُس کے دل میں گزر رہے تھے کہ ریحانہ گھبرائی ہوئی آئی اور بولی "حضور جلدی بھاگئے۔ دُشمن آپہونچے"

"(اسے اشارے سے روک کے) "آہستہ بات کرو۔ ایسا نہ ہو کہ میری نازنین محبُوبہ کی نیند اُچٹ جائے" پھر اُسے قریب بُلا کے "کیسے دُشمن؟"

ریحانہ۔ حضور کئی سو عربوں نے آکے اس وادی کو گھیر لیا ہے۔ اور اب وہ لوگ ہماری طرف آرہے ہیں"

عثمان۔ مجھے تو کوئی نہیں دکھائی دیتا" یہ کہہ ہی رہا تھا کہ غار کے دونوں پہلوؤں سے بہت سے مسلح عرب نمودار ہو کے اس کی طرف بڑھے جن کے آگے آگے ایک تنومند عرب کو دیکھ کے بے اختیار اُس کی زبان سے نکلا "عدی بن زیان! آہ یہ شیطان کی طرح یہاں بھی آگیا۔ افسوس میں اپنی محبوبہ کو بیدار نہیں کر سکتا۔ ورنہ حسن و عشق کے اس حرم میں گستاخانہ وضع سے گھس آنے پر میں اسے سخت سزا دیتا۔ (اب ریحانہ بھی دُشمنوں کو سر پر دیکھ کے بھاگ گئی تھی) افسوس میرے اسلحہ غار کے اندر رہیا۔ نہ یہاں

نیزہ ہے نہ تلوار ہے۔ نہ تیر و کمان ہیں۔ آہ کیا کروں۔ یہ بدتمیز گستاخ اس دربار حسن کا ادب نہیں کرتے اور دَڑاتے گھستے چلے آتے ہیں۔"

اتنے میں عدی بن زیان اور اس کے پندرہ بیس رفقا بالکل قریب آگئے اور عدی نے ڈانٹ کے کہا "عثمان! یہ کیا حالت ہے؟ وہ بہادری اور شجاعت کیا ہوئی؟"

عثمان۔ اتنی زور سے نہ بولو کہ میری مہ جبین نازنین کے خواب استراحت میں فرق آجائے۔"

اس جواب پر عدی ایک سوکھا ٹھٹھا مار کے ہنسا۔ اور عثمان کی آنکھ سے اپنی بےبسی پر گرم آنسو کا ایک قطرہ ٹپک کے شہزادی کے رخسار تاباں پر گرا اس نے گھبرا کے آنکھیں کھول دیں اور کمال بدحواسی سے پریشان زلفوں کو سنبھالتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے اُٹھتے ہی عثمان بجلی کی طرح تڑپ کے اپنی جگہ سے اُٹھا۔ کمر سے خنجر کھینچ لیا اور چلا کے کہا "خدا کی قسم اپنی محبوبہ کی زلفوں کی اس بےحرمتی[1] کا کانٹا اس بےقرار دل میں قیامت تک کھٹکتا رہے گا۔ خیر اتنا ٹھہرو کہ اس نازنین کو کسی امن کی جگہ پہونچا آؤں پھر آکے تم سے مقابلہ کروں گا۔"

---

[1] اس عہد تک شریف عورتوں کا چہرہ اور ہاتھ نامحرموں کے مقابل اس قدر ستر میں نہ داخل تھے جس قدر کہ بالوں کو چھپانے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اور عورتوں کے بالوں پر کسی نامحرم کی نظر پڑ جانا سخت بےحرمتی و رسوائی تصور کیا جاتا۔

عدی۔ افسوس شہوت پرستی نے اُسے مجنوں بنا دیا۔ امیر کا حکم ہے کہ تم اور تمہاری نصرانیہ جورو دونوں زندہ گرفتار کر کے اُن کے سامنے پیش کیے جائیں۔"

عثمان۔ کیا مجھے زندہ گرفتار کرو گے؟ غیر ممکن۔ اگرچہ نہتا ہوں مگر دیکھ لینا کہ اسی خنجر سے کتنوں کو موت کے گھاٹ اُتارتا ہوں۔ مانا کہ میرا دشمن عبدالرحمٰن بن عبداللہ الکلبی اندلس کا حاکم ہے۔ مگر میں بھی ایک شریف و آزاد گھرانے کا عرب مسلمان ہوں۔ اور کبھی تمہارا حاکم بھی تھا۔"

عدی۔ تم شریف ہو۔ بہادر ہو مسلمان ہو۔ اور ہمارے حاکم بھی تھے مگر تم سے زیادہ شریف دیندار بہادر اور زبردست حاکم موسیٰ بن نصیر کا بیٹا عبدالعزیز تھا۔ اور تمام عرب سردارانِ اسپین و افریقہ اس کے تابع فرمان تھے۔ مگر جب اس نے برگشتہ بخت شاہ گوتھا ورق کی نصرانیہ ملکہ سے شادی کی تو چند ہی روز کے اندر اس میں شرافت باقی رہی نہ دینداری۔ نہ حکومت رہی تھی نہ دینی حمیت۔ اس لئے کہ مسیحیہ ملکہ نے اس سے پوچھا "میرے پہلے تاجدار شوہر کی طرح اہل عرب تمہیں سجدہ کیوں نہیں کرتے؟"

عبدالعزیز نے کہا "اس لئے کہ اسلام میں سوا خدا کے کسی مخلوق کو سجدہ کرنا حرام اور شرک ہے۔" لیکن تھوڑے دنوں بعد اُس نصرانیہ جورو نے اُسے اپنے رنگ پر لگا لیا۔ جس کے کہنے سے اس نے دربار کے لئے ایک مکان بنوایا اور اس کی آمد و رفت کا راستہ ایسی تنگ اور نیچی کھڑکی میں سے رکھا کہ لوگ اس میں سے داخل ہونے کے لئے جھکتے تو وہ بی بی سے کہتا "لو دیکھ لو لوگ

مجھے بھی سجدہ کر رہے ہیں" اس کی فرعونیت کی خبر لوگوں کو ہوئی تو فوراً بگڑ کھڑے ہوئے۔ اور وہ اشبیلیہ کے گرجے میں تھا کہ سب نے نرغہ کر کے مار ڈالا۔ اس واقعہ سے تم نے عبرت نہیں پکڑی مگر اپنی قسمت کا فیصلہ اور اپنی شہوت پرستی کا انجام معلوم کر لو" یہ کہہ کر عدی اس پر حملہ کرنے کے لئے جھپٹا۔ اُسے اپنی طرف آتے دیکھ کے عثمان خنجر کھینچ کے چاہتا تھا کہ اس کا کام تمام کر دے کہ عدی کے ایک ساتھی کے نیزے نے اُسے زخمی کر کے گرا دیا۔ اور ساتھ ہی اس پر چھ سات نیزے پڑ گئے جن میں دو سینے اور پیٹ کو چھید کے باہر نکل آئے۔ بغیر اس کے کہ زبان سے اُف بھی نکلے عثمان حسرت آمیز غصے سے دونوں مٹھیاں کس کے آگے کی طرف جھکا اور ایک ہی جھٹکے میں جان دیدی۔

شہزادی منینہ نے عاشق دل گیر کو اس حالت میں دیکھا تو دوڑی کہ بلند چٹان پر سے پھاند کے اپنی جان دیدے مگر کسی زبردست ہاتھ نے بازو پکڑ لیا۔ سہم کے مڑی اور دیکھا تو وہ ہاتھ عدی کا تھا۔ ایک چیخ کے ساتھ بولی اچھا مجھے خودکشی نہیں کرنے دیتے تو تم ہی مار ڈالو" اور یہ کہہ کے اپنا نازک سر جھکا دیا۔ اس کے جواب میں عدی کے ہمراہیوں میں سے ایک نے فرانسیسی زبان میں کہا "تمھیں مرنے کی اجازت نہیں ہے۔ تم ہمارے والی کے سامنے پیش ہو گی۔ وہ تمھیں دیکھ کے جو حکم چاہیں گے دیں گے"

اب عثمان بن ابی نسعہ کا سر کاٹ لیا گیا۔ اور شہزادی زنجیروں

میں جکڑ لی گئی۔ اور چند منٹ کی جستجو میں اُس کی چاروں سہیلیاں بھی گرفتار کر کے اسی کے برابر بٹھا دی گئیں۔ جن کو دیکھ کے عدی اپنی کامیابی پر بے حد مسرور ہوا۔ اور اسی وقت والی اسپین عبدالرحمٰن کلبی کے نام ایک خط لکھ کے ایک ہزار سواروں کی حراست میں عثمان بن ابی بسعہ کے سر اور شہزادی اور اس کی سہیلیوں کو قرطبہ روانہ کیا۔ اور خود اپنی لشکر گاہ کی راہ لی۔

اُنیسواں باب

فرنگستان پر حملہ

یہ کامیاب گروہ اور نازک بدن اسیران جنگ جس وقت قرطبہ میں قصر حکومت میں داخل ہوئے ہیں۔ عثمان کے سر کو دیکھ کے عبدالرحمٰن کلبی زمین پر سجدے میں گر پڑا۔ پھر سر اُٹھا کے حاضرین دربار سے کہا: "الحمدللہ کہ بہت بڑا کانٹا ہمارے راستے سے نکل گیا۔ مجھے اس دشمن اسلام مسلمان سے بڑا اندیشہ تھا مسیحیوں سے وہ چاہے قسطلہ کے ہوں یا فرانس کے میں نہیں ڈرتا۔ لیکن ہاں، اپنے ہی گروہ کے ایک باغی سے مجھے طرح طرح کے اندیشے نظر آتے تھے اور خیال کرتا تھا کہ یہ بہت ہی پریشان کرے گا۔ مگر عدی نے بڑی ہوشیاری مستعدی سے کام لیا کہ اسے سنبھلنے یا بھاگنے کا موقع نہ ملا اور فوراً قضائے مبرم کی طرح اس کے سر پر جا پہونچا۔ اب میں اطمینان کے ساتھ اس مہم کو پورا کروں گا۔ جو اس سرکش عشق باز کی بے حمیتی سے ناکام پڑی رہ گئی تھی۔"

اب اس افسر نے جو عدی کا خط لایا تھا ادب سے قدم آگے بڑھا کے خط پیش کیا جسے کھول کے عبدالرحمٰن نے پڑھا اور جوش مسرت کے ساتھ کہا اس کی وہ مسیحیہ جورو بھی گرفتار کر لی گئی! خوب ہوا۔ تو وہ کہاں ہے۔؟"

جو پابزنجیر عورتیں ندامت، سے نظریں نیچی کئے سامنے کھڑی تھیں۔ اُن پر نظر ڈال کے کہا "ان میں سے کون یودیز شاہ اکوئی طانی کی بیٹی ہے؟"

افسر۔ (شہزادی کی طرف اُنگلی سے اشارہ کر کے) "حضور یہ شہزادی ہے اور باقی سب اس کی سہیلیاں ہیں۔ اس شہزادی نے عثمان کے مارے جانے وقت پہاڑ سے گر کے جان دیدینے کا ارادہ کیا تھا مگر ہمارے سردار عدی نے فوراً ہاتھ پکڑ لیا۔"

عبدالرحمٰن۔ عدی نے اس مہم کو بڑی کامیابی کے ساتھ بالکل میری خواہش اور مرضی کے مطابق پورا کیا۔ عثمان پہاڑوں میں بھاگ کے چھپ رہا تھا اور گھاٹیوں کے اندر پتہ لگالینا اور عین موقع پر جا پہنچنا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ خیر اب یہ سر تو قرطبہ کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے۔ مگر شہزادی کو مع اس کی سہیلیوں کے میں دمشق میں امیرالمومنین کی خدمت میں بھیجوں گا۔"

اس قرارداد کے مطابق عبدالرحمٰن نے اسی وقت خلیفۂ دمشق ہشام بن عبدالملک کے نام ایک عرضداشت لکھی جس میں کل واقعات بیان کر کے شہزادی مینینہ کی سرگذشت ظاہر کی تھی۔ اور اس کے بعد اپنا پورا یہ ارادہ لکھا تھا کہ میں مملکت فرانس پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوتا ہوں۔ وہی سردار جو مینینہ اور عثمان کے سر کو پیرے نیز سے لایا تھا اپنی جمعیت کے ساتھ ارض شام کی طرف روانہ کیا گیا تاکہ والی اسپین کے خط اور اسیر شہزادی فرانس کو امیرالمومنین کے سامنے پیش کرے۔

دوسری صبح کو اسے افریقہ کی طرف روانہ کر کے عبدالرحمٰن نے عدی کو حکم

بھیجا کہ جہاں ہو وہیں ٹھہر کے میرے آنے کا انتظار کرو۔ اور فوج کشی کی تیاریاں کرنے لگا۔ تمام شہروں میں تیاری جہاد کا حکم بھیج دیا اور ایک ہفتہ کے اندر قرطبہ اور اس کے جوار پچاس ہزار مجاہدین جرار جمع کر کے کوہستان کی طرف کوچ کر دیا۔ جوں جوں آگے بڑھتا جاتا تھا سپاہیوں کی تعداد زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ کیونکہ اندلس کا ہر شہر اس کی ہمراہی کے لئے بہادر نبرد آزماؤں کو پیش کر رہا تھا۔ کوہستان پیرے نیز تک پہونچتے پہونچتے اس کے نیزے کے نیچے ایک لاکھ سے زیادہ جانباز جمع تھے۔ عدی شہر انوس میں ہزار لشکر کے ساتھ پہلے سے موجود تھا اس سے مل کے اس کی کارگزاری کی داد دی۔ اور ڈیڑھ۔ لاکھ مجاہدوں کے ساتھ سلطنت اکوئی طانی کے شہروں کو فتح کرتا ہوا چلا۔

یودیز بڑی غالہ میں بیٹی اور داماد کی قسمت پر خون کے آنسو بہا رہا تھا کہ اس عربی سیلاب کی خبر پہونچی اور ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اب نہ اس کے پاس لشکر اور نہ روپیہ تھا۔ تاہم تھوڑی بہت فوج جمع کر کے مقابلہ کو روانہ کی اور قرب وجوار کے تمام فرمان روایان افرانس کو عربوں کی یورش سے آگاہ کر کے مدد مانگی اور لکھا کہ "اپنی خیریت چاہتے ہو تو میری مدد کرو" لیکن باہر سے کوئی کافی کمک نہ ہوئی اور اس کی فوج میں مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ جن لوگوں پر عربوں اور اہل اندلس کی ہیبت چھائی ہوئی تھی وہ بھلا کیا مقابلہ کرتے شکستوں پر شکستیں ہوتی گئیں اور ایک شہر کے بعد دوسرے شہر پر حملہ آوروں کا قبضہ ہوتا جاتا تھا۔ عبدالرحمن کو اس کی قلمرو میں داخل ہوئے پورے تین مہینے بھی نہیں ہوئے تھے کہ طربیس۔ ادلیرون۔ طراسقوا، اغن، قوقصہ، سوتیوم، لقطورہ۔

توسیوا اور اغم وغیرہ شہروں پر عبد الرحمٰن کا قبضہ تھا۔ اور سواران عرب نے اکوئی ٹانی کے خاص دار السلطنت برڈی غالہ یعنی موجودہ بورڈو کا محاصرہ کر لیا۔

پندرہ ہی روز کے محاصرے میں شہر کی حالت دگرگوں ہونے لگی جلدی میں یو ڈیز کو رسد کے فراہم کرنے کا بھی موقع نہیں ملا تھا۔ اتنے ہی مختصر زمانے میں قحط پڑ گیا۔ نہ غلہ ملتا تھا نہ گوشت۔ سپاہی جو محاصرہ کرنے والوں کا سامنے کرتے منہ چرا تے تھے رعایا میں لوٹ مار کرنے لگے۔ اور اہل شہر کی خواہش تھی کہ جس طرح بنے لڑائی ختم کی جائے۔ یہ رنگ اور حالت دیکھ کے یوڈیز کو بالکل یاس ہو گئی۔ ایک چھوٹا جہاز قصر کے نیچے دریائے غرونہ میں موجود رہا کرتا تھا اس پر تمام اہل وعیال کو سوار کرا کے روانہ کر دیا کہ سمندر سے گزر کے فرانس کے شمالی ساحل پر جا کے پناہ لیں۔ اس کے بعد ایک دن رات کو ایک چھوٹی سی کشتی پر بیٹھ کے غرونہ کے پار اُترا وہاں گھوڑے پر سوار ہو کے اس طرح بے تحاشہ بھاگا کہ پیچھے پھر کے بھی نہ دیکھا اور اپنی سلطنت کے ساتھ دار السلطنت کو بھی اس کی قسمت پر چھوڑ دیا۔

اس کے جانے کے دوسرے ہی دن افسران فوج امرائے شہر نے عبد الرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہو کے اظہار اطاعت کیا۔ اور ساری قلمرو اکوئی ٹانی حاکم ہسپانیہ کے زیر فرمان تھی۔ عبد الرحمٰن ان فتوحات کی خوشی میں اگرچہ سب باتوں کو بھولا ہوا تھا مگر اس کے دل میں یہ خیال اکثر اوقات ایک کانٹے کی طرح کھٹک جاتا کہ میں نے عثمان ابن ابی یسعہ کی جان بڑی بے رحمی سے لی

وہ اس سزا کا مستوجب نہ تھا۔ اور خصوصاً یہ واقعات سُن کے کہ بہادر ابن ابی یسعہ اسلیئے نہ جان بچا کے بھاگ سکا اور نہ مقابلہ کر سکا کہ اس کی محبوبہ اُس کے زانو پر سر رکھے سو رہی تھی۔ اس نے جان دینا منظور کر لی مگر اسے گوارہ نہ کیا کہ دلدار ناز آفریں کی نیند میں خلل ڈالے۔ ان جگر خراش واقعات کو یاد کرتے کرتے بعض وقت اس کے دل میں جہاں سوز و بجلی کی طرح یہ خیال گزر جاتا کہ ایسا نہ ہو منتقم حقیقی مجھ سے اس کا انتقام لے۔ لیکن جہاد میں ایسی ایسی کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں کہ تمام فکریں بھول گئی تھیں۔

اس کے ہمراہی سپاہیوں نے ہر شہر کو جی کھول کے لوٹا تھا۔ چاندی سونا، جواہرات اور جو قیمتی سامان ملا انھوں نے لوٹ کے اپنے قبضہ میں کیا اور جس سرزمین پر ان لوگوں کا گزر ہوتا وہاں کی ساری دولت اپنے قبضے میں کر لیتے اور ستم زدہ و پامال حوادث رعایا کو ایسا مفلس کر کے چھوڑ جاتے کہ سوا فاقہ کرنے کے کسی کے بہبود و فلاح کی کوئی اُمید نہ باقی رہتی۔ اس تاخت و تاراج کا یہ نتیجہ تھا کہ جب عبد الرحمٰن نے بُردی غالہ سے آگے قدم بڑھایا ہر سپاہی کے پاس اتنی دولت تھی اور سونے چاندی کا اس قدر خزانہ ہر مجاہد کے اسباب میں بندھا ہوا تھا کہ اس کا لے جانا دشوار تھا۔ اگرچہ مفتوح شہروں کی رعایا میں سے طاقتور لوگوں کو بے کار پکڑ پکڑ کے یہ قیمتی بوجھ لشکر کے ساتھ آگے بڑھایا جاتا مگر خرابی یہ تھی کہ ان مجاہدوں کو جو خالصۃً الدین اللہ نکلنے کو گھر سے نکلے تھے۔ سب سے زیادہ فکر اس سامان و دولت اور گراں بہا مالِ غنیمت کی حفاظت کی رہا کرتی۔

اگر عبدالرحمٰن کلبرا اکوئی ٹانی کو فتح کر لینے کے بعد چند روز کے لئے ہسپانیہ میں واپس چلا جاتا اور سپاہیوں کے لئے اتنا موقع پیدا کر دیتا کہ اس وقت تک جو کچھ ہاتھ آیا ہے اُسے گھر میں رکھ دیں تو یہ دشواریاں ہرگز نہ پیش آتیں۔ مگر عرب حملہ آوروں کی عموماً یہی شان رہی ہے کہ جہاد کو نکلے تو گھر بار چھوڑ کے نکلے اور وطن کے اعزا و احباب کو اس طرح بھول گئے کہ گویا اس زندگی میں پھر ان سے ملنا ہی نہیں ہے۔ اس میں اولوالعزمی ضرور ہے مگر ناعاقبت اندیشی بھی ہے جس سے اگر کبھی ضرر پہونچ گیا تو وہ انتہا سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ تم جو دُنیا کے تمام مفتوح عرب ممالک میں آج اُن کی نسلوں کو آباد دیکھتے ہو اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ جہاں جاتے وہیں کے ہو جاتے۔ اور گویا واپس ہونے کے لئے جاتے ہی نہ تھے۔

یہی طرز عمل اس فوج کشی میں عبدالرحمٰن سے ظاہر ہوا۔ اکوئی ٹانی فتح کر کے اسے آگے کی دُھن بندھ گئی۔ وطن۔ اعزا۔ اقارب۔ دوست۔ احباب سب کی یاد کو لوح دل سے مٹا کے دولت سے لدے پھندے سپاہیوں کو بے جبر ہنکاتا ہوا آگے بڑھتا ہی چلا گیا۔ اور چونکہ اقبال ساتھ تھا اس لئے جس علاقہ اور جس شہر کی طرف رُخ کیا وہ سر اطاعت جُھکا کے بہ ادب نذرانہ فتح پیش کر رہا تھا۔

بورڈو کو فتح کرنے کے بعد علاقہ ہائے پیری غور و اور لیموسین کے تمام شہروں کو لوٹا۔ اور سابق کی حاصل کی ہوئی دولت پر بہت کچھ اضافہ کر کے علاقہ الطونیا میں گھسا۔ یہاں پہونچ کے اور فرانسیسی فوجوں کو منتشر

اور رو ٹنی تو توصوں کو مضطرب دیکھ کے اپنی فوج کو مختلف حصّوں پر تقسیم کر کے جُدا جُدا افسروں کے ماتحت کیا اور ہر طرف کے شہروں میں اُنھیں پھیلا دیا چنانچہ عربی سپاہی مشرق سے مغرب تک بلاو فرانس میں پھیل گئے اور جس شہر پر پہونچے اُسے پہلے ہی حملے میں مطیع و تابع فرمان بنالیا۔

اس تاخت و تاراج نے سارے فرانس میں آفت مچادی۔ امراء اور دولت مند گھر بار چھوڑ چھوڑ کے دوسرے ملکوں اور شمالی علاقوں کی طرف بھاگے چلے جاتے تھے اور وہاں کے صاحب تاج و تخت فرماں رواؤں سے پناہ مانگتے تھے۔ بہر حال سارے ملک میں ایک بیقراری پھیلی ہوئی تھی اور ہر زبان سے یہی صدا بلند تھی کہ اگر عربوں کی رفتار نہ روکی گئی تو سارا ملک اُن کی جولان گاہ بن جائے گا۔ اور ساری قوم اُن کی غلام ہو گی۔

اس کے ساتھ یہ تھا کہ مسلمانوں اور عربوں میں سے ہر ہر سپاہی نے لوٹ لوٹ کے اپنے ساتھ اتنا خزانہ جمع کر لیا تھا کہ اس کا حفاظت سے لے جانا دشوار تھا اور چونکہ وہی اُن کا سرمایۂ زندگی تھا۔ اس لئے انھیں سب سے زیادہ فکر اسی کے حفاظت سے رکھنے کی تھی۔ اس عزیز اور قیمتی بوجھ نے اب مسلمانوں کی رفتار اسی طرح کم کر دی تھی جس طرح چلنے میں ایک عیش پر موٹا اور بھدا آدمی دُبلے پتلے جفاکشوں سے پیچھے رہ جاتا ہے مگر عبدالرحمٰن کی اولوالعزمی اس کی مطلق پرواہ نہ کرتی تھی۔ اور اپنے لدے پھندے سپاہیوں کو بلا لحاظ ان کی رضامندی کے یا بغیر اس کے کہ ان کی حالت کا اندازہ کرے برابر آگے بڑھاتا لئے چلا جاتا تھا۔

آخر جاتے جاتے وہ علاقہ ہائے پواٹا۔ مارش۔ بیری پر بھی قابض و متصرف ہو کے صوبۂ طورین میں جا پہنچا۔ اور آدھی سے زیادہ مملکت فرانس اُس کے قبضے میں تھی۔ ہسپانیہ میں ان فتوحات کی خبروں پر خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ اور مسیحی دُنیا کو یقین ہوتا جاتا تھا کہ مملکت ہسپانیہ کی طرح سارا ملک فرانس بھی خلافت اسلامی کی قلمرو میں داخل ہوا چاہتا ہے۔

یہاں یہ سب ہو رہا تھا اور خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں مگر افریقہ مصر اور خاص دار الخلافت دمشق میں کسی کو خیال بھی نہ تھا کہ ہمارا ایک والی یا سپہ سالار کتنی بڑی اولوالعزمی کا کام کر رہا تھا۔ اور اس کی یہ مہم کس قدر اہمیت رکھتی ہے۔ وزرائے دربار خلافت میں یہ واقعات ایک سرحدی جدوجہد سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے۔ اس لئے وہاں کی ضرورت نہ سمجھی جاتی کہ تازہ دم فوج بھیج کے عبدالرحمٰن کی قوت بڑھائی جائے۔ اور نہ کی ضرورت سمجھی گئی کہ کچھ امداد دے کے عبدالرحمٰن کی قوت بڑھائی جائے یا اس مہم کو جب کہ شروع کر دی گئی ہے تو کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہونچایا جائے۔

بلکہ بخلاف اس کے عبیدہ والی افریقہ جو عبدالرحمٰن کا افسر بالا دست تھا اُس کی فتحوں اور کامیابیوں کو حسد کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ چنانچہ اسے ایک بار خبر پہونچی کہ عبدالرحمٰن کو فرانس کے کسی شہر میں خالص سونے کی ایک مرصع چیز ملی جو نہایت قیمتی تھی۔ اور عبدالرحمٰن نے کمال سادگی اور بے پروائی سے اُسے توڑ کے اور ٹکڑے کر کر کے مستحق مجاہدوں میں بانٹ دیا۔

یہ حال سُنتے ہی عبیدہ بہت بگڑا اور عبدالرحمٰن کو دھمکی دی کہ تم نہایت ہی بیباکی سے شاہی حقوق کو پامال اور مالِ غنیمت کو غارت کر رہے ہو۔ وہ قیمتی چیز اس قابل تھی کہ امیرالمؤمنین کی نذر کی جائے" اس کے جواب میں عبدالرحمٰن نے کہا کہ " زمین خدا کی ہے اور مالِ غنیمت مجاہدوں کا۔ لہٰذا مجھے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ وہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے کیوں محروم کیے جائیں"۔ عبیدہ نے اس کی رپورٹ دمشق میں کر دی اور کیا عجب کہ وہاں سے سخت تہدید کے ساتھ اُس پر عتاب ہوتا۔ لیکن اُسے شوقِ جہاد اور ذوقِ شہادت میں اس کی مطلقاً پروا نہ تھی۔ برابر فتح کرتا اور بڑھتا ہی چلا جاتا تھا۔

بیسواں باب

مظلوم عشق کی خونابہ افشانی

مفرورینِ فرانس اب بھاگ کے شمالی فرانس میں جمع ہو کے خائف تھے کہ عربوں کا لشکر یہاں بھی آ پہونچا تو بھاگ کے کہاں جائیں گے یہاں سب سے زبردست فرماں روا شاہ فرانس تھیری تھا۔ اگرچہ اُس کی قوت فرانس کے اور ڈیوکوں کے دیکھتے زیادہ زبردست تھی مگر اُسے عربوں سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ نہ ہوتا تھا۔ شاہ یودیز جس کی نسبت مسلمانوں کا خیال تھا کہ بُردی غال کی لڑائی میں مارا گیا وہ زندہ تھا۔ اور جیسا ہم بیان کر چکے ہیں وہ اپنے آپ کو مایوس دبے دست و پا دیکھ کے دریا کے راستے سے بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ ابنائے زمانہ سے وہ اس درجہ خائف ہوا کہ تن تنہا ایک چھوٹی سی کشتی پر بیٹھا اور تن بہ تقدیر اسے دریا کے دھارے پر ڈال دیا۔ دریائے غرونہ نے چند گھنٹوں کے اندر سمندر میں پہونچا دیا اور خلیج بسکے کی بے رحم موجیں کشتی کو تھپیڑے دے دے کے نشیب و فراز عالم کا تماشہ دکھانے لگیں اُسے اب نہ زندگی کی آرزو تھی اور نہ جی بچنے کی اُمید مگر زندگی تھی اور اُسے ابھی دُنیا میں بہت کچھ کرنا تھا۔ کشتی ہر مصیبت سے بچتی ہوئی فلانڈرس کے سواحل پر پہونچی اور ڈبونے کی کوشش کرتی ہوئی موجوں نے ایک رات کو

اُسے خشکی پر پھینک دیا۔

پانی سے نکل کے خشکی پر گیا اور سکون پاتے ہی ایک صاف چٹان پر پڑ کے سو گیا۔ صبح کو چند مچھلی والوں نے آکے جگایا اور اس کی حالت پر ترس کر کے حال پوچھا۔ ان کی زبان سے وہ سمجھ گیا کہ شمالی فرانس کی سرزمین ہے۔ مگر احتیاطاً پوچھا "یہ کون ملک اور کس کی قلمرو ہے؟" اُنھوں نے بتایا کہ شاہ سپین کے بیٹے شارلس کا علاقہ اور فلانڈرس کا ملک ہے اور دوبارہ اس کے حال کے جویا ہوئے دل میں کہا "چارلس! آہ بُری قسمت! ایک دشمن سے بچایا تو دوسرے دشمن کے حوالے کر دیا۔ شیر کے منہ سے نکال کے اژدہے کے منہ میں۔ خیر جو قسمت دکھائے گی دیکھوں گا۔" اور دل مضبوط کر کے ان لوگوں سے کہا "ایک تباہ حال تاجر ہوں۔ جہاز پر مال لے کے انگلستان (انگلستان) سے چلا تھا کہ فرانس میں آکے سوداگروں کا جہاز ڈوب گیا۔ مال و اسباب سمندر کی نذر ہوا اور مجھے ایک تختے نے یہاں لا کے پھینکا ہے کہ فرانس اور فلاندرس کے شہروں میں بھیک مانگوں۔"

ایک مچھلی والا۔ تمھاری زبان سے معلوم ہوتا ہے کہ اکوئی ٹائی کے رہنے والے ہو۔ اگر وہاں سے آئے ہو تو کسی پر ظاہر نہ کرنا ورنہ پکڑ لیے جاؤ گے ہمارے بادشاہ کا حکم ہے کہ اکوئی ٹائی کا کوئی آدمی ان کے ملک میں قدم نہ رکھنے پائے۔"

یوڈیز۔ خوش نصیبی سے میں وہاں سے آتا بھی نہیں ہوں رہنے والا وہیں کا ہوں مگر مدت ہوئی وطن سے سروکار نہیں رہا۔"

مچھلی والا۔ یہ بھی کسی کو نہ بتانا کہ وہاں کے رہنے والے ہو۔"

بوویز۔ میں تمھاری عنایت کا شکرگزار ہوں اور کسی سے نہ کہوں گا۔"

اس کے بعد کمرٹولی تو گوشت کے سوکھے ٹکڑے جو باندھ لایا تھا قریب ختم ہو گئے تھے۔ اُن سے کچھ کھانے کو مانگا۔ اُنھوں نے ایک روٹی اور تھوڑی سی چھوٹی مچھلیاں دیں جنھیں اپنے ہاتھ سے پکا کے کھایا اور سوچنے لگا کہ اب کیا کروں۔ اور کہاں جاؤں"

جس فرمان رواں کی سرزمین پر ہے وہ اس کا جانی دشمن اور خون کا پیاسا ہے چارلس کے آباؤاجداد کبھی فرانس کے زبردست بادشاہ تھے اور پیرینیز سے جرمنی تک ان کی سطوت کے جھنڈے گڑے ہوئے تھے۔ لیکن چند روز بعد یہ نسل اس قدر کاہل اور بزدل ہو گئی کہ اُس کے آخری تاجدار سوا گھر میں پڑے رہنے کے کبھی میدان جنگ کی صورت بھی نہ دیکھتے تھے۔ انھیں اپنی مہ جبین دلربا ؤں کی صحبت سے فرصت نہ ملتی۔ اور ملک کے تمام صوبہ دار اور والی باغی اور سرکش ہو گئے تھے آخر صرف کومپانیا کا چھوٹا ضلع تو اُن کے قبضے میں رہ گیا۔ باقی سارا ملک ان عہدہ داروں کا ہو گیا جو اسی خاندان کے مقرر کیے ہوئے تھے پے پن کی یہ حالت تھی کہ موٹاپے کے باعث گھر کے باہر نہ نکل سکتا۔ اور سال میں صرف ایک بار ایک بیلوں کی رتھ پر بیٹھ کے باہر آتا۔ اور اسی پر لیٹے لیٹے کوتوال یا لارڈ میر کے تقرر کی منظوری دیتا۔

اس کا وارث سوا ایک ولدالحرام لڑکے چارلس کے کوئی نہ تھا اُمرائے شہر نے اسی کو تخت نشین کر دیا۔ تا کہ بڑا لے شاہی خاندان کی نسل فنا نہ ہونے

بائے۔ چارلس اپنے باپ دادا کے خلاف بڑا ہوشیار ذہین اور بہادر تھا اس کے ساتھ اس میں انتظامی قابلیت بھی ایسی اعلیٰ درجہ کی تھی کہ ایک ہی سال کے اندر کوم بانیا کی ساری رعایا کو اپنا جان نثار بنالیا۔ پھر اچھے اچھے بہادر شہسوار اور پہلوان اپنے دربار میں جمع کئے اور کافی قوت پیدا کرکے آزاد شدہ سرکش صوبوں کو پھر مطیع فرمان بنانے لگا۔ اور سب صوبے دوبارہ اس کے تابع فرمان ہوگئے مگر شاہ اکوئی طائی نے مخالفت کی اور دونوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ اس لڑائی میں یودیز کو محض اپنی بیٹی مینہ کی وجہ سے کامیابی ہوئی اور چارلس اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔

یہ عداوت اب تک چلی جاتی تھی۔ اور اب کوشش کر کے چارلس نے پھر قوت پیدا کرلی تھی تاکہ جس طرح بنے یودیز کو اپنا مطیع فرمان بنالے اسکی یودیز کو فکر تھی۔ مگر اب ابن ابی یسعہ کے ساتھ مینہ کی شادی ہوجانے سے اس کے دل میں خیال پیدا ہوا تھا کہ عربوں کی مدد سے میں چارلس کو پوری شکست دے کے اس کے تمام ملک پر قبضہ کرلوں گا۔ اور سارے فرانس کا بادشاہ ہوجاؤں گا۔

لیکن قسمت نے پانسہ پلٹ دیا۔ وہ عربوں کی دوستی و قرابت ہی اُسکی تباہی کا باعث ہوگئی اور قسمت نے اُسے چارلس کی قلمرو میں لا ڈالا جس سے سوا دشمنی کے کسی قسم کی ہمدردی کی اُمید نہیں۔ تاہم دل مضبوط کرکے اُس نے شہر کومبانیا کی راہ لی۔ اور چند ہی روز میں وہاں پہونچ کے ایک نائٹ سے دوستی پیدا کی اپنے آپ کو بھی سینٹ ڈنس کے گروہ کا ایک نائٹ بتایا

اور چونکہ فنون جنگ اور آداب سپہ گری سے بخوبی واقف تھا اس نائٹ کو اپنے کمالات شجاعت کا گرویدہ بنا لیا۔ اس نائٹ نے لے جا کے شاہ چارلس سے ملایا جو ہمیشہ بہادروں کی تلاش میں رہا کرتا تھا۔ اور تجربہ کار سپاہیوں کی بڑی قدر کرتا تھا۔ اس نے فنون جنگ میں یودیز کا امتحان لیا۔ اور ہر فن میں باکمال پا کے اپنے دربار کے مخصوص نائٹوں میں شامل کر لیا۔

اب یودیز ہر وقت چارلس کی صحبت میں رہتا اور روز بروز اپنا حُلیہ اور اپنی وضع بدلتا جاتا تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔ ایک دن چارلس صبح سے دوپہر تک فوجی ورزشوں میں مصروف رہا اور جب بالکل تھک گیا تو یودیز سے کہا" آج میں بہت خستہ ہو گیا ہوں۔ اب ہم چل کے کھانا کھائیں گے تو حواس دُرست ہوں گے"۔ یودیز نے مُسکرا کے کہا" مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں۔ شمال کے جرمنی دشمنوں کو آپ نے شکست دے ہی دی۔ تمام صوبے سرکشی سے دست بردار ہو کے آپ کے فرماں بردار ہو گئے۔ ایک یودیز باقی تھا اُس کا عربوں کے ہاتھ سے خاتمہ ہو گیا"۔

چارلس۔ سپاہی کو ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔ خدا جانے کب اور کیا ضرورت پیش آ جائے۔

یودیز۔ آپ کو تو جنگی تیاری کی اس قدر فکر ہے مگر شاہ تھیوڈرک کو ذرا بھی فکر نہیں حالانکہ عرب لوگ اس کی مملکت کے قریب پہونچا چاہتے ہیں"۔

چارلس۔ عرب کیا برابر بڑھ رہے ہیں"؟

یودیز۔ لوگوں سے تو یہی سُنتا ہوں"۔

چارلس۔ (حیرت سے) "لوزتھیرین کو فکر نہیں! افسوس یہ فتنہ مشرق کی طرف سے اُٹھا تھا اور ہمارا خیال تھا کہ بغیر قسطنطنیہ اور روما کو پامال کئے ہم تک نہ پہونچ سکے گا مگر پہونچ ہی گیا۔ ہم مشرق کی طرف تکتے رہ گئے اور یہ بلا مغرب کی طرف سے نمودار ہوئے اور سارے ہسپانیہ پر قبضہ کر لینے پر بھی خاموش نہیں بیٹھتے۔"

یودیز۔ اُنھوں نے ملک گیری کو تو ایک بہانہ بنا لیا ہے۔ اصل میں اپنا دین پھیلانا چاہتے ہیں۔ وہ ملک ہی نہیں چاہتے ہمارا دین و ایمان بھی چاہتے ہیں۔"

چارلس۔ تو کیا اُن کی کوئی روک نہیں ہو سکتی"؟

یودیز۔ روکے کون؟ ہسپانیہ والے پامال ہو گئے۔ آپ کے دشمن یودیز نے پہلے مقابلہ کیا۔ جب یوں زور نہ چلا بیٹی دے کے دوستی پیدا کر لی۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ بیٹی بھی ہاتھ سے گئی اور ملک بھی گیا۔ اور دوسرے لوگ اس کا انجام دیکھ کے ڈر گئے۔"

چارلس۔ یہی حال ہے تو وہ لوگ یہاں تک بھی پہونچ جائیں گے مجھے اکوئی طائی کی تباہی کا بڑا صدمہ ہوا۔ میں یودیز کا دشمن نہ تھا بلکہ اگر وہ مجھ سے آکر مدد مانگتا تو بڑا زبردست لشکر اُس کی کمک کو بھیجتا۔ مگر اُسے گوارا ہی نہ تھا کہ میں یا میرے سپاہی اُس کے ملک میں جائیں میری فقط اتنی خواہش تھی کہ اگلے زمانے کی طرح وہ میری ماتحتی قبول کر لے اور یہ میرا حق تھا۔ مگر اُس نے خیال نہ کیا اور اپنی زندگی خراب کی۔ لیکن

جس طرح بنے ان عربوں کو روکنا چاہیئے۔"

یودیز۔ ابھی تو اُن سے شاہ تھیری سے سابقہ پڑیگا پھر اس کے بعد آپ کی نوبت آئے گی۔"

چارلس۔ بجائے اس کے کہ ہم اُن لوگوں کے یہاں تک پہونچنے کا انتظار کریں ضرورت ہے کہ تھیری کی مدد کریں۔"

یودیز۔ مگر جب شاہ تھیری بھی لڑنے کا ارادہ کرے۔ وہ ملک کا حوا ہی نہیں تو آپ کس کی کمک کریں گے؟"

چارلس۔ چلو ہم اُس سے ملیں۔ اور اُسے لڑائی پر مجبور کریں۔ وہ میرا مطیع ہے اور اُس کا فرض ہے کہ میرا حکم مانے۔"

یودیز۔ اس طرح دباؤ ڈالنے کا یہ انجام نہ ہو کہ عربوں سے مل جائے اور ان کو ساتھ لے کے خود آپ پر حملہ کر دے۔ ایسے کمزور دل کے لوگ اکثر ایسی حرکت کر گزرتے ہیں۔"

چارلس۔ تو میں حاکم کی حیثیت سے نہیں بلکہ دوست بن کے اُسے سمجھاؤں گا۔ کیا وہ یہ نہ سمجھے گا کہ عربوں کے روکنے ہی میں ملک اور مذہب کا بچاؤ ہے۔ ورنہ ہم سب ان کے غلام ہو جائیں گے۔"

یودیز۔ مجھے تو اُمید نہیں۔ مگر شاید آپ کے سمجھانے سے سمجھ جائے بہرحال آپ کے وہاں چلنے میں فائدہ ہی سا ہے۔"

یودیز نے عربوں کی جو حالت بیان کی تھی اُس نے چارلس کو بہت ہی خوفزدہ کر دیا تھا۔ اور وہ آمادہ ہو گیا تھا کہ عربوں کے روکنے میں

اپنی جان تک دیدینے میں دریغ نہ کرے۔ چنانچہ اسی قومی اور دینی مہم کو اپنی زندگی کا مقصد اصلی قرار دے لیا اور دوسرے ہی دن یودیز نے بہت سے ہمراہی نائٹوں کو لے کے تھیری کے دارالسلطنت کا قصد کر دیا۔ اور ایک ہی ہفتہ کے اندر وہیں تھا۔ شاہ تھیری نے بڑی گرم جوشی سے استقلال کیا۔ اور ملاقات کے وقت اس کی بہادری اور بیدارمغزی کی بے انتہا تعریف کی۔ چارلس نے کہا "اگر عربوں کو نہ روکا جائے تو ساری بہادری بے کار ہے۔ اور اُن کی غلامی سے مرجانا بہتر ہے۔"

تھیری۔ (نظر نیچی کر کے) "مگر اُن سے مقابلہ کرنے کی کس میں تاب ہے؟ ہسپانیہ والوں نے مقابلہ کیا اور اُن سے صلح بھی ہوگئی اور دونوں طرح اپنی قسمت کو آزما لیا۔ انجام یہی ہوا کہ وہ اور اس کی سلطنت خاک میں مل گئی اب اور کوئی مقابلہ کر کے کیا بنائے گا؟"

چارلس۔ تقدیر میں جو ہونا ہے ہوگا۔ مگر ایسے دشمنان دین کے مقابلہ میں بزدلی دکھانے سے بھی بڑا کوئی عیب نہیں ہے۔"

تھیری۔ عیب ہو یا ہنر مگر کوئی تقدیر سے نہیں لڑ سکتا۔"

چارلس۔ ہاں میں لڑوں گا۔ دین کی توہین۔ عزت و شرافت کا خاتمہ ملک کی تباہی قوم کی بربادی۔ ہمارے بچوں اور ہماری عورتوں کا بے دینوں کی لونڈیاں بننا۔ بھلا برداشت کے قابل چیزیں ہیں؟ ہمیں ان جری لوٹیروں اور دین کے بیباک دشمنوں سے باہم مل کے ایک زبردست مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اور اگر ہم جان کی بازی کو تیار ہو گئے تو خدا ہماری

مدد کرے گا۔"

تھیری۔ آپ اس قدر مصر اور لڑائی پر آمادہ ہیں تو میں صاف صاف آپ سے کہے دیتا ہوں کہ میں اپنی فوج اور اپنے ملک میں اُن کے مقابلے کی طاقت نہیں پاتا۔ دل میں ارادہ کر چکا تھا کہ اُن کی اطاعت قبول کر لوں گا لیکن آپ ایسی مستعدی سے لڑائی کو تیار ہیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ خاموش بیٹھ کے آپ کی کارروائی کا انتظار کروں گا۔"

چارلس۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ آپ کو ہمارا ساتھ دینا ہوگا اور آپ کی فوج ہمارے ساتھ میدان میں جائے گی۔ اگر آپ نے ذرا بھی پہلوتہی کی تو فرانس کے تمام چھوٹے چھوٹے کونٹ اور حکمران الگ الگ ہو جائیں گے۔ حالانکہ میں چاہتا ہوں کہ سارا فرانس اُٹھ کھڑا ہو۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ جان دینے کو تیار ہو جائے اور سارے کونٹ اُمرا اور نائٹ ہمارے جھنڈے کے نیچے ہوں۔"

تھیری۔ اگر آپ ایک میدان میں بھی عربوں پر غالب آ گئے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ سارا ملک آپ کا ساتھ دے گا۔ لیکن اگر آپ یہ چاہیں کہ کامیابی سے پہلے لوگ آپ کا ساتھ دیں تو بہت دشوار ہے۔

چارلس۔ اس دشواری کو میں آسان کر لوں گا۔ مگر آپ اپنی کہیے کہ ہمارا ساتھ دیجیے گا یا نہیں؟"

تھیری۔ آپ عربوں سے ابھی دُور ہیں۔ پہلا سابقہ مجھ ہی کو پڑنے والا ہے اور اب ان سے جو پہلی لڑائی ہوگی میرے علاقہ میں اور میری سرزمین پر ہوگی

لہٰذا اگر فتح ہوئی تو اس سے نفع اٹھانے والے آپ ہوں گے اور اگر شکست ہو گئی تو آپ بھاگ کے اپنے ملک میں ہو رہیں گے اور آئی گئی مجھ پر ہو جائیگی۔"

چارلس۔ "میں بھاگنے کے لئے مقابلہ نہ کروں گا اگر فتح نہ ہوئی تو میدان میں اپنی جان دے دوں گا۔"

تھیری۔ "یہ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ واقعہ پیش آئے گا۔ فتح اور شکست اور مرنا جینا خدا کے اختیار میں ہے۔ لیکن آپ اگر قطعی طور پر لڑائی کے لئے آمادہ ہیں اور مجھے بھی اپنے ساتھ لینا چاہتے ہیں تو مجھ سے آپ وعدہ کیجئے کہ آخر تک میرا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ اور ایسا نہ ہو گا کہ رنگ بگڑتا دیکھتے ہی مجھے چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوں۔ اس پر مجھ میں آپ میں ایک تحریری معاہدہ اور قول و قسم ہو جائے"

چارلس۔ "اس کے لئے میں خوشی سے تیار ہوں۔"

تھیری۔ "یہ بھی وعدہ کیجئے کہ جیتنے کی صورت میں اکوئی ٹین کا ملک آپ مجھے دیدیں گے۔"

یوڈیز ان باتوں کو سُن رہا تھا۔ تھیری کے یہ الفاظ سنتے ہی بولا۔ "یوڈیز کو میں ڈھونڈھ لوں گا۔ اور ہمارے شاہ چارلس کا ارادہ ہے کہ اس کا ملک فتح کر کے اُسی کو دیدیں۔"

چارلس۔ "ہاں میں یہ ملک اُسی کو دوں گا۔ اور وہ نہ ملا تو اس کا جو وارث ہو گا اُسے دوں گا۔ آپ کے ساتھ یہی سلوک کیا کم ہے کہ میں آپ کے ملک کو عربوں سے بچا دوں گا۔"

تھیری تجویز میں اس پر راضی ہوں۔ لیکن میں ابھی سے کہے دیتا ہوں کہ میری فوج اور میری رعایا آپ کے ساتھ جائے گی۔ میں اپنی ذات سے بظاہر الگ ہی رہوں گا۔"

چارلس۔ "یہ بھی مجھے منظور ہے۔" اس کے بعد تھیری کے اطمینان کے موافق قول واقرار اور معاہدہ ہوا۔ اور چارلس نے سارے علاقہ فرانس میں دورہ شروع کیا کہ ہر شہر اور ہر گاؤں کے لوگوں کو عربوں کے مظالم سے آگاہ کر کے اُنھیں اُبھارے اور لڑائی پر آمادہ کرے اس کے ساتھ ساتھ وہ عربوں کی نقل وحرکت کا حال بھی معتبر اور ہوشیار جاسوس بھیج بھیج کے دریافت کرتا رہتا تھا۔

چنانچہ اُسے معلوم ہوا کہ لشکر عرب بڑھتا ہی چلا آتا ہے۔ ملک کو کمزور اور حکمرانوں کو خائف وترساں دیکھ کے ان کے سردار مشرق سے مغرب تک پھیل گئے ہیں۔ اور اُن کا لشکر بیسیوں حصوں میں بٹ کے منتشر ہو گیا ہے۔ لیکن سب سے بڑا اور اصلی لشکر خود امیر ہسپانیہ عبد الرحمٰن کے زیر علم ہے۔ جو لوگ شہروں اور قریوں کو لوٹتے لوٹتے بڑے مالدار ہو گئے ہیں۔ ہر ہر سپاہی کے پاس ہزاروں اور لاکھوں کی دولت ہے۔ اور لوٹ لوٹ کے انھوں نے اتنا سامان جمع کر لیا ہے کہ اس کا لے چلنا دشوار ہے۔ وہ اب سپاہیوں کی طرح نہیں بلکہ دولتمند اور غنی تاجروں کی طرح آرہے ہیں۔ اور اُن کے لشکر قیمتی سامان عیش سے لدے پھندے قافلے بن گئے ہیں جس کے اُٹھانے اور لادنے کی فکر انھیں سب سے زیادہ رہا کرتی ہے۔

ان خبروں نے اس کا حوصلہ بڑھا دیا۔ اور چپکے ہی چپکے اس نے ایک زبردست لشکر مرتب کرنا شروع کیا جو مختلف گاؤں اور شہروں میں اس طرح تیار ہو رہا تھا کہ دشمن تو دشمن خود چارلس کے ساتھیوں کو بھی اندازہ نہ تھا کہ چارلس نے اپنی کوشش سے کتنی خلقت عظیم کو جانباز سپاہی بنا دیا ہے۔

اکیسواں باب

قسمت کا آخری فیصلہ

خزاں گذر گئی۔ برف باری موقوف ہوئی۔ پیرے نیز کے راستے کھل گئے۔ اور اکوئی طانی کے فاتح عرب جو جنوبی فرانس میں مشرق سے مغرب تک پھیل کے ٹھہر گئے تھے کہ سردی کم ہولے تو آگے قدم بڑھائیں اُن میں پھر حرکت پیدا ہوئی۔ درختوں میں کونپلیں اور کونپلوں میں کلیاں آنا شروع ہوئیں۔ نسیم کے خوشگوار جھونکے مسرور قاصد بہار بن کے پیرے نیز سے مملکت فرانس میں آئے اور آمد بہار کا مژدہ سنانے لگے۔

عبد الرحمٰن بن عبد الکلبی اپنے ایک زبردست لشکر کے ساتھ شہر بورجس میں تھا۔ جاڑوں کا موسم اس نے یہیں بسر کیا اور اب آگے بڑھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ایک دن صبح کو ابن ابی یسعہ کے قاتل عدی بن زیان نے آکے کہا: "میں سنتا ہوں کہ ہماری فوج کے بہت سے لوگ وطن واپس جانا چاہتے ہیں۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم لوگ گھر جانے کے بعد پھر واپس آکے آگے بڑھیں؟"

عبد الرحمٰن۔ میں تو نہیں سمجھتا کہ ہمارے عربی نژاد لوگوں میں اتنی سستی اور حماقت پیدا ہو گئی ہے کہ فضول آمد و رفت میں تضیع اوقات کرنا پسند کریں۔ مقابلے کے لئے زبردست دشمن نظر نہیں آتا۔ ہمارے خوف سے

دل دہلے ہوئے ہیں۔ بلکہ سارے ملک پر ہماری ہیبت چھا گئی ہے۔ ایسے بہترین موقع کو چھوڑ دینا کسی کے نزدیک قرین قیاس نہیں ہو سکتا۔"

عدی۔ مگر ہمارے بعض جاسوس تو خبر لائے ہیں کہ شمالی فرانس کا ایک فرماں روا ہمارے مقابلہ کا سامان کر رہا ہے اور فوجیں جمع کرتا پھر تا ہے۔"

عبد الرحمن۔ اونہہ! وہ کیا کرے گا؟ یہاں اکوئی طانی سے زیادہ زبردست سلطنت کوئی نہیں ہے اور اسے ہم نے فتح کر لیا ہے۔"

عدی۔ مگر ہمارے سپاہیوں کے پاس مال و دولت کا بوجھ بڑھ گیا ہے اسے لے کے چلنا دشوار ہے۔"

عبد الرحمن۔ کتنا ہی بوجھ ہو بار برداری کا سامان ہم آسانی سے کر سکتے ہیں اور آج تک کبھی اس کام میں مشکل نہیں پیش آئی۔ یقین جانو کہ یہ لوگ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہمارے چھ سات سردار کافی فوج کے ساتھ مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں۔ دشمن جدھر سے آئیں گے روکے جائیں گے اور کسی زبردست دشمن کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو پندرہ دن کے اندر سب آ کے مجھ سے مل جائیں گے اور ہمارے اتنے بڑے لشکر کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ان لغو وہموں سے میں جہاد سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔"

عدی۔ اگر آپ نے قطعی ارادہ کر لیا ہے تو پھر ہمارے لشکر کو آگے بڑھنا چاہیے۔"

عبد الرحمن۔ اب ہمیں شاہ تھیری کے علاقہ پر حملہ کرنا ہے۔ مگر حملہ سے پیشتر اسے اطلاع دیدینا ضروری ہے کہ دین اسلام قبول کرو۔ یا اطاعت

قبول کر کے ہمیں جزیہ دو۔ اور نہیں تو لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

عدی۔ تو اُسے فوراً اطلاع دیدینی چاہیئے۔"

عبدالرحمٰن۔ میں آج ہی اپنے قاصد کو اس کے پاس روانہ کر دوں گا۔" یہ کہتے ہی اس نے اپنے ایک قاصد کو ایک خط دے کے تھیری کے پاس بھیج دیا اور اُس کی روانگی کے تیسرے دن لشکر آگے بڑھایا اور تمام سرداروں کو حکم بھیج دیا کہ لشکر بڑھائیں۔

اب وہ شہر طورس کے قریب پہونچ کے دریائے لوار سے اُترنے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ ناگہاں خبر آئی۔ دُشمن کا ایک بڑا زبردست لشکر آپہونچا جس کا شمار اور اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔" یہ سُن کے عبدالرحمٰن متحیر ہو گیا اور مخبروں سے کہا:" تم نے پیشتر پتہ نہ لگایا۔ جب وہ لوگ ہمارے سر پر آگئے تو تمھیں خبر ہوئی۔"

ایک جاسوس۔ حضور اس سے پہلے ان لوگوں کا کہیں پتہ نہ تھا کسی شہر اور گاؤں میں یہ لوگ نہیں گزرے۔ اور سارا ملک بے خبر رہا۔ اتنا سُنا گیا تھا کہ شاہ چارلس لشکر جمع کر رہا ہے جس کی خبر ہم نے حضور کو پہونچا بھی دی تھی۔ اس سے زیادہ حال اس لشکر کا فرانس کے شہروں میں بھی کسی کو نہیں معلوم ہو سکا۔ معلوم ہوتا ہے یہ لوگ پہاڑوں میں چھپے چھپے آئے ہیں اور کوشش کرتے رہے ہیں کہ اُن کے نقل و حرکت کی کسی کو خبر نہ ہوا کرے۔"

عبدالرحمٰن۔ خیر انشاء اللہ جہاد کا ایک اچھا میدان ہاتھ آئے گا۔ مگر اب مجھے تمام افسروں اور فوجوں کو بُلا کے یہاں جمع کر لینا چاہیئے ہم اسی دریا کے

کنارے کنارے ٹھہر کے دشمنوں کو روکیں گے۔ اور جب ہمارا سارا لشکر جمع ہو جائے گا تو پار اُتر کے مقابلہ کریں گے۔" یہ کہتے ہی اس نے چاروں طرف اپنے سوار دوڑائے اور کل افسروں کو بھیجدیا کہ فوراً لوار کے کنارے آکے ایک ساتھ جمع ہوں۔"

اس کے علاوہ آج ہی اُس نے پڑاؤ کو لڑائی کے لئے درست کیا ہمراہی سرداروں کو بُلا کے سمجھایا کہ تمام سپاہیوں کو لڑائی کے لئے تیار کردیں اور سمجھا دیں کہ بس یہی ایک معرکہ ہے۔ اس میدان کو مار لیا تو پھر سارا فرانس ہمارا ہے۔ نہ کوئی دوسرا لشکر جمع ہو سکے گا۔ اور نہ کسی کو ہمارے مقابلے کی جرات ہوگی۔ اور اسی لڑائی پر خاتمہ ہے۔"

ان ہی انتظاموں میں شام ہوگئی۔ اور سب لوگ دُعا و عبادت میں مصروف ہوئے اور شب گشت کرنے والی فوجوں کے بھروسے پر اپنے خیموں میں پڑکے سو گئے۔ حسب اتفاق رمضان کا مہینہ تھا۔ اور اکثر لوگ روزہ دار تھے۔ جنھوں نے سفر کو روزہ شکنی کا بہانہ قرار دینا نہیں پسند کیا۔ سحر کے وقت لشکرگاہ اسلام میں پھر چہل پہل ہوگئی اور اُس کے بعد سب نے عبادت نوافل ہی میں صبح کر دی۔

عبدالرحمٰن کو اس رات صبح تک نیند نہ آئی۔ اُسے اس بات کا تردد تھا کہ دشمنوں کی اتنی بڑی یورش ہے اور ہمارا لشکر دُور دُور تک پھیلا ہوا ہے۔ تاہم دل مضبوط تھا اور اپنی فتح کا کامل یقین تھا صبح کو لشکر کے ساتھ اول وقت میں نماز فجر ادا کر کے رات کے جاگے ہوئے سپاہی سونے کی تیاریاں

کر رہے تھے کہ ناگہاں ایک خبر آئی کہ دشمن راتوں رات دریائے لوار کے پاس اتر آئے ہے۔ اور اب اُن کی کوئی روک نہیں ہے۔ اس خبر نے عبدالرحمٰن کو بہت پریشان کر دیا۔ اب اُسے یہ اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ چاروں طرف سے راستہ روک دیں۔ اور ہماری فوجیں جو ہر طرف سے سمٹ کے آنے والی ہیں ہم تک نہ پہونچ سکیں۔

تاہم اس نے ہزاروں سپاہیوں کو لگا دیا کہ عربی لشکر کے گرداگرد خندق کھود دیں تاکہ اگر دشمن حملہ کر دے تو ہم اطمینان سے مقابلہ کر سکیں۔ خندقوں کا کھودنا شروع ہی ہوا تھا کہ مسلمانوں کے داہنے بائیں دونوں جانب سے فرانسیسی فوج کے جھنڈے دکھائی دیئے جو آگے بڑھتے چلے آتے تھے اور ان کے بوق و قرنا اور بُلبُل و ارغنوں کا شور چاروں طرف فضا میں گونج رہا تھا۔

عبدالرحمٰن نے بھی لشکر کو تیاری کا حکم دیدیا اور بہادران ہسپانیہ و عرب اپنی خندقوں کے اندر صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے عبدالرحمٰن لباس جنگ پہن کے سامنے آیا۔ اور یہ تقریر کی "بہادران اسلام اور دلدادگان اسلام یہی آزمائش کا وقت ہے۔ ناموری۔ عزت، دولت اور سب سے بڑھ کے شہادت اور خداوند جل وعلا کی خوشنودی تمھاری شجاعت واسلحہ سے وابستہ ہے۔ اس گھڑی تک تم برابر کامیابی اور فتحمندی سے دشمنوں کو پامال کرتے چلے آئے۔ اور اُس سرزمین میں کلمہ توحید اور تہلیل و تکبیر کا نعرہ بلند کر دیا۔ جہاں تم سے پہلے کسی کی زبان سے یہ الفاظ نہیں سُنے گئے تھے۔ بہت سے

دشمنوں نے اتفاق کر کے تم پر حملہ کیا ہے۔ آکے ہیں کہ تمھاری ہستی محو کر دیں مگر خدا کا یہ وعدہ یاد رکھو کہ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ یہ وعدہ پورا ہوگا لیکن تمھارا امتحان لے کے۔"

ان پُرجوش فقروں نے سب کے دلوں میں جوش پیدا کر دیا۔ اور لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ اب فرنچ کا لشکر بالکل قریب آگیا تھا۔ سر پر آجانے کے بعد نظر آیا کہ مسلمان بالکل گھرے ہوئے ہیں۔ سامنے دریائے لوار ہے اور تین طرف دشمنوں کا ٹڈی دل لشکر۔

عبدالرحمن نے یہ دیکھ کے کہ دشمن برابر بڑھتے ہی چلے آرہے ہیں اور عنقریب خندقوں کے پاس آپہونچیں گے گھوڑا بڑھا کے اپنی ایک قلب شکن تکبیر کے اشارے سے لشکر عرب کو حملہ کا حکم دیدیا۔ اس کی تکبیر ایک صدائے بازگشت کی طرح تمام سپاہیوں میں گونجنے لگی اور سب نے جوش و خروش سے حملہ کر دیا۔

رمضان المبارک کا مہینہ تھا روزہ دار سپاہیوں میں ثقیل غذا سے جس قدر کمزوری تھی۔ اس سے زیادہ روحانیت اس مقدس مہینے کی برکت سے پیدا ہو گئی تھی۔ اُمیدواران شہادت اس زمانے کی شہادت کو ازدیاد مدارج اُخروی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اپنے سردار کا اشارہ پاتے ہی خندقوں سے نکل کے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور بازار مرگ گرمیاں دکھانے لگا۔ عربوں نے ویسا ہی زبردست حملہ کیا تھا جیسا کر کیا کرتے تھے جو دم بھر میں دشمنوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیتا تھا۔ اور جس سے

بڑے بڑے نبرد آزما سُورما پناہ مانگنے لگتے تھے۔ مگر یہاں دشمن کے لشکر عظیم کا اتنا بڑا دریائے ذخار کوسوں تک پھیلا ہوا سیل فنا کے ہلکورے دے رہا تھا کہ کسی ایک مقام پر دباؤ پڑنے سے اُس پر ذرا بھی اثر نہ ہوتا۔ ایک گروہ پسپا ہوتا تو دوسرا آپہونچتا۔ اور اس کو مغلوب کرنا ناپیدا کنار سمندر میں پیرنا اور زیادہ زور لگا لگا کے ہاتھ پاؤں مارنا تھا۔ جس کا نتیجہ سوا تھک کے ڈوبنے کے کچھ نہیں ہوتا۔

چارلس جو فرانسیسیوں کے اس لشکر عظیم کا سپہ سالار تھا اس بات کو خوب سمجھا ہوا تھا کہ اگر لڑائی میں ذرا بھی تاخیر ہوئی تو ہسپانیہ سے مسلمانوں کی کمک آجائے گی۔ اور تمام سرداران عرب جو مختلف بلاد فرانس میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آکے جمع ہو جائیں گے۔ اور روز مرہ اُن کی قوت بڑھتی ہی چلی گی۔ اس لئے کہ ہسپانیہ ہی نہیں افریقہ مصر اور شام، وعرب تک سے زبردست جنگجو آنا شروع ہو جائیں گے۔ اور اُن کے جھنڈے کے نیچے اتنا لشکر جمع ہو جائے گا جس سے پیش پانا غیر ممکن ہوگا۔ اس لئے جو کچھ ہو سکے جلدی کر لینا چاہیئے۔ اور اسی وجہ سے اُس نے آتے ہی حملہ کر دیا تھا۔

اس پر بھی عبدالرحمن کی تکبیروں سے جو نک کے مسلمان حملہ کرتے تو کوہ جبل لرزہ ڈال دینے والے نعروں سے گونج اُٹھتے اور جدھر اُن کا رُخ ہو جاتا حریفوں کو بھاگتے ہی بنتی ا۔ مگر چارلس کے ہمراہ دس ہزار آہن پوش نائٹ تھے جو فولادی فوجوں یا غیر متحرک پہاڑوں کی طرح ایک جگہ کھڑے رہتے ان پر کسی کی تلوار کارگر نہ ہوتی جتنی ضربیں پڑتیں ان کو کمال بے حسی سے جھیل

لے جاتے اور اپنا استقلال بھاگنے والے مسیحیوں میں بھی پیدا کر دیتے۔

خود چارلس کی یہ حالت تھی کہ وہ اور اس کا زبردست گھوڑا دریائے آہن میں غرق تھے۔ اگرچہ تمام اسلحہ سے آراستہ اور اونچی بنا ہوا تھا مگر اس کا خاص حربہ گرز کے عوض ایک بڑا بھاری فولادی ہتھوڑا تھا جسے کندھے پر رکھے ہوئے وہ گھنی رزمگاہوں میں چکر لگاتا اور جس پر اسکا ہتھوڑا پڑ جاتا اسے ایک رعد کی سی کڑک کے ساتھ اسی جگہ پر فنا کر دیتا جس جگہ اپنے لشکر کا قدم اکھڑتے دیکھتا۔ بلائے ناگہاں کی طرح آپہونچتا اور لڑائی سنبھال لیتا تھا۔

شام تک برابر ایسی ہی سخت لڑائی ہوتی رہی۔ اگرچہ تھکن سے ہاتھ پاؤں رہ گئے تھے مگر دونوں حریف اُسی جوش جانبازی سے مقابلہ کئے جاتے تھے۔ آخر رات نے اپنا سایۂ پردہ درمیان میں ڈال دیا۔ اور غصہ آلود بہادر مجبور ہو کے اپنے اپنے خیموں میں واپس ہوئے مگر دونوں طرف دلوں میں اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ دیکھیے کل کیا ہوتا ہے۔ مسیحیوں کو اپنی کثرت و شجاعت پر جو ناز تھا وہ ٹوٹ گیا تھا۔ اور عربوں کا یہ استقلال دیکھ کے پریشان ہو گئے تھے۔ ادھر عربوں کو حیرت تھی کہ فرنگیوں میں ایسا استقلال کبھی نہیں دیکھا تھا۔ دیکھئے اس لڑائی کا کیا انجام ہوتا ہے۔

لیکن باوجود اس کے عربوں کی قوت بہت کمزور پڑ گئی تھی فرنچ لوگوں میں نئے نئے لشکروں کے آکے شریک ہونے کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ اگرچہ پندرہ ہزار سے زیادہ اس میدان میں مارے گئے مگر اس کے تگنے رات بھر میں اور

آ گئے۔ بخلاف اس کے عربوں میں سے جو دس ہزار بہادر شہید ہوئے۔ اُن کی جگہ پوری کرنے کے لئے ایک سپاہی بھی نہ پہونچ سکا صبح کو تین مسلمان سردار اپنے لشکروں کو لے کے آ گئے جن میں سے ایک تو کلثوم بن حرب شیبانی تھا دوسرا عکرمہ بن مجاہد السکسکی۔ اور تیسرا عامر بن فحل الجمیری۔ اُن سے پہلے چار ہزار مراکش و جزائری نبرد آزماؤں کے ساتھ مشرق جنوب فرانس کے ایک قریبی شہر سے آیا تھا۔ دوسرا مغرب کے ایک شہر سے آیا جو یہاں سے ایک ہی منزل پر تھا۔ تیسرا اگرچہ مغرب کی جانب یہاں سے دو منزل کی مسافت پر تھا مگر امیر عبدالرحمٰن پر دشمنوں کی یورش سُنتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور راتوں رات دو منزل طے کر کے تیسرے پہر کے قریب آ گیا۔ مگر دشمنوں نے اُن کا راستہ روک دیا نہ انکو عبدالرحمٰن تک ہی پہونچنے دیا اور نہ اُن نووارد بہادروں کو ایک دوسرے سے مل کے باہم مجتمع ہونے دیا۔

عبدالرحمٰن ان لوگوں کے پہونچنے کا منتظر تھا۔ مگر وہ سب اتنی دور پر رُوک دیئے گئے تھے کہ اِسے خبر بھی نہ ہونے پائی۔ تاہم صبح کو نماز سے فارغ ہوتے ہی جب اُس نے دشمنوں پر حملہ کیا ہے تو دل میں قوی اُمید تھی کہ آج میری کمک پر دو چار سردار ضرور آ جائیں گے۔ فرنچ لوگوں نے بھی آج کل سے زیادہ جوش و خروش سے حملہ کیا۔ اور آج کی لڑائی کل سے زیادہ سخت تھی۔ نئی کمک کے پہونچ جانے اور تازہ دم فوجوں کے آنے کا سلسلہ قائم ہونے کی وجہ سے اُن کا حوصلہ بڑھا ہوا تھا۔ ان کے نائٹ جان توڑ توڑ کے حملہ کرتے اور اُن کے نواب اور ڈیوک جوش و خروش سے للکار للکار کے انھیں لڑاتے اور یاد

دلاتے کہ اسی لڑائی پر فیصلہ ہے۔ یا فتح اور آزادی یا ہمیشہ کی غلامی و بے عزتی

چارلس جو اس لڑائی میں اپنے ہتھوڑے سے آفت بپا کرنے کے باعث "چارلس مارٹل" مشہور ہو گیا تھا۔ جدھر جاتا میدان صاف کر دیتا۔ اگر کسی جگہ فرنچ لوگوں کو شکست ہوتی نظر آئی یا وہ پریشان اور حواس باختہ معلوم ہوتے تو گھوڑے کو ایڑ بتا کے جا پہونچتا اور اپنے کوہ شکن حربوں کو پسپا کر کے ہٹا دیتا۔

کلثوم عکرمہ اور رحام نے بڑی کوشش کی کہ طوفان جنگ میں کود کے اور دشمن کی فوج کے دریائے مواج کو چیر کے عبدالرحمٰن کے لشکر سے جا ملیں مگر کامیابی نہ ہوئی۔ ہر طرف انھیں اپنے سے دوگنا تگنا لشکر دشمنوں کا نظر آتا جو نہ انھیں امیر ہسپانیہ کے علم تک ہی پہونچنے دیتا اور نہ باہم ملنے دیتا کہ ساتھ مل کے زبردست حملہ کریں۔ اور جان پر کھیل کے اپنے امیر سپہ سالار کے پاس پہونچ جائیں۔

آج کی لڑائی بھی آفتاب غروب ہونے پر ختم ہو گئی۔ اور روزہ دار مجاہدوں نے خیموں میں آ کے روزے افطار کئے اگرچہ سفر جہاد میں روزے چھوڑ دینے کی اجازت تھی۔ مگر ان کے دلوں میں یہ شوق جاگزیں تھا کہ اگر یہ زندگی کا آخری دن ہے تو روزے کی حالت میں شہید ہوں۔ خدا کے پاس روزہ دار جائیں۔ اور جنت کے میوہ اور کوثر کے شربت سے افطار کریں۔ دو دن کے تھکے ہوئے سپاہیوں نے جہاں تک بن پڑا رات عبادت و تلاوت میں صرف کی۔ اور صبح کو پھر لڑائی کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر اس وقت تک کسی قسم کی مدد نہ پہونچنے کی وجہ سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ پریشان خاطر

اور مایوس تھا۔ اُسے یقین تھا کہ جب تک مسلمانوں کا کوئی بہت بڑا زبردست لشکر کمک کو نہ آئے، دشمنوں کا سیلابِ عظیم نہیں رک سکتا۔ کوئی کسی کے انتظار میں دن گنتا ہے وہ گھڑیاں گن رہا ہے۔ اور اس سے بے خبر ہے کہ دشمنوں کے اس طرف مسلمانوں کے کئی لشکر پڑے ہوئے ہیں۔ مگر دشمن کی کثرت کی وجہ سے آگے قدم نہیں بڑھا سکتے۔

اسی انتظار میں مسلمان مسلسل آٹھ دن تک ایسی ہی خونریز لڑائی لڑتے رہے۔ اور اُن کے استقلال نے دشمنوں کو بھی پریشان کر دیا۔ مگر عبدالرحمٰن کو اب بالکل یاس تھی دل میں کہتا کہ "ان لوگوں نے آٹھ دن بھی مقابلہ کیا تو بہت کیا۔ ان کی تعداد روز بروز گھٹتی جاتی ہے۔ افسوس میری فوج کا پانچواں حصہ بھی نہیں باقی رہا۔ کیسے کیسے نامور بہادر مارے گئے۔ اور جو ہیں اُن میں اب دم نہیں ہے۔ آہ! کوئی مدد کو نہ آیا۔ اور یہ قیمتی جانیں مُفت ضائع ہوئیں اس کو میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ اگرچہ ان باقی ماندہ جان بازوں کے ہاتھ پاؤں نے جواب دے دیا ہے مگر ہمت نہیں ہارے ہیں۔ تاہم کب تک معلوم ہوتا ہے ہم سب کا یہیں خاتمہ ہونے والا ہے۔"

ان آٹھ دنوں کی لڑائی میں خود وہ بھی کئی گہرے زخم کھا چکا تھا مگر محض اس اندیشہ سے مسلمانوں کا دل تھوڑا نہ ہو تکلیف کسی پر ظاہر نہ کرتا تھا۔ آج میدانِ جنگ میں قدم رکھنے سے پہلے اس نے اپنے سارے لشکر کو خندقوں کے پاس جمع کیا اور کہا "شجاعانِ عرب! میں تمہاری بہادری پامردی اور جان بازی کی داد دیتا ہوں۔ تم نے دشمنوں کی کثرت و قوت پر بھی ان کے حوصلے

پست کر دیئے ہیں۔ افسوس کسی طرف سے کمک نہ آئی کہ اپنی اس بہادری اور استقلال کے صلے میں تم کو فتح حاصل ہوتی جس کے تم مستحق ہو۔ مگر خدا کے یہاں تمھارا درجہ بہت بلند ہے اور اس دربار سے تمھیں جو صلہ و انعام ملے گا وہ ان دینوی صلوں سے بہت زیادہ قیمتی اور سرمدی ہے۔" اکثر لوگوں نے بیتاب ہو کے نعرہ لگایا۔" ہم اسی صلہ کو چاہتے ہیں۔ ہمیں نہ زندگی کا شوق ہے نہ دولت وحشمت کا ہم شہادت چاہتے ہیں۔"

عبدالرحمن۔ بیشک یہی چاہنے کی چیز ہے۔ مگر خیال رہے کہ ساعت بہ ساعت زیادہ نازک زمانہ آتا جاتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمھارے شوق شہادت اور تمھارے حوصلے میں فرق آئے۔ جب تک دم ہے اسی شان سے مرد۔ اور یونہی مقابلہ کیے جاؤ۔"

سب نے کہا" خدا سے ہمارا یہی عہد ہے۔ اور اس عہد کے پورا کرنے کو ہم تیار ہیں۔"

عبدالرحمن۔ بس اب چلو حملہ کریں۔ دشمن منتظر اور تمھارے لئے بیتاب ہیں۔" یہ کہہ کے خندقوں سے باہر نکلا، تکبیر کہی اور حملہ کر دیا۔

آج کا دن ہر روز سے زیادہ بھاری تھا اور وجہ یہ تھی کہ مسلمان سپاہیوں کی تعداد بہت تھوڑی رہ گئی تھی۔ باہر کے سرداروں نے بھی ان گذشتہ ایام میں برابر زور لگایا مگر بالکل کامیاب نہ ہو سکے۔ اس لئے کہ فرانسیسیوں نے بھی اُن کے روکنے کے لئے خندقیں کھود لی تھیں جن سے نکل کے ان پر حملہ کرتے مگر اس کا ذرا بھی موقع نہ دیتے کہ وہ آگے قدم بڑھا سکیں۔

اسی طرح دونوں جانب برابر دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی تھی کہ عدی بن زیان ایک تیر سے زخمی ہو کے گرا۔ اور ساتھ ہی فرانسیسیوں نے نرغہ کر کے اُسے نیزوں سے چھید ڈالا۔ عدی کے مارے جانے کا عبدالرحمٰن کو بڑا صدمہ ہوا۔ اس کے لئے دُعائے مغفرت کی۔ اس پر فاتحہ پڑھی اور دل میں کہا "افسوس عدی اسی طرح مارا گیا جس طرح اُس نے عثمان بن ابی نسعہ کی جان لی تھی۔ ساتھ ہی خیال آیا کہ عثمان بے گناہ مارا گیا تو کیا تقدیر مجھ سے اس کے خون کا بدلہ لے رہی ہے؟" اس خیال کے ساتھ جسم میں لرزہ پڑ گیا اور ایک جھرجھری سی معلوم ہوئی اب اس وقت عثمان کی مظلومانہ صورت اُس کے سامنے تھی۔ خیال کی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ ایک پُر فضا وادی کوہ میں پھولدار جھاڑیوں کے اندر عثمان خاموش بیٹھا ہے۔ اُس کی محبوبہ منینہ کا سر اس کے زانو پر ہے اور وہ خواب ناز میں ہے۔ اسی حالت میں عدی کا نیزہ اس کے سینے کو چھید کے پیٹھ سے نکل گیا۔ اُس کی یہ مظلومی کی موت دیکھ کے عبدالرحمٰن نے بے تحاشہ چیخ ماری اور ساتھ ہی نظر جو اٹھائی تو عدی کی نیزوں اور تیروں میں چھدی لاش نظر کے سامنے تھی۔ مارے خوف کے سہم گیا۔ اور خدا کی طرف رجوع کر کے بڑے خضوع و خشوع سے کہا" خداوندا اس گناہ کو معاف کر اور اس کا ناقابل برداشت بوجھ میرے سینے پر سے ہٹا۔" مگر افسوس ہٹنا کیسا وہ پُر الم بوجھ کم بھی نہ ہوا۔

بائیسواں باب

دوسرا مفتوح فاتح

عبدالرحمٰن پھر دعا میں اصرار کرنے کو تھا کہ ناگہاں مسلمانوں کی لشکرگاہ میں سے عورتوں کے شور مچانے اور آہ و واویلا کا شور بلند ہوا اور ساتھ ہی عبدالرحمٰن نے دیکھا کہ مسلمان سپاہی اپنے خیموں کی طرف بدحواس ہو کر بھاگے جاتے ہیں اور دشمن زور شور سے تعاقب کر رہے ہیں۔ بے اختیار چلا چلا کے کہنے لگا "افسوس اپنی اس گھڑی تک کی ثابت قدمی تم نے خاک میں ملا دی جس مُنہ کو جہاد سے پھیرا ہے اُسے خدا کے سامنے کیونکر لے جاؤ گے" اس کے جواب میں ایک عرب نے رک کے کہا "ہم بھاگے نہیں بلکہ اپنے مال و اسباب کی حفاظت کو جا رہے ہیں۔ آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ دشمن دوسری طرف سے خندقوں کے اندر گھس بیٹھے اور ہمارے خیموں کو لوٹ رہے ہیں"

عبدالرحمٰن۔ جو دولت تمھارے سامنے ہے اُس سے بڑی وہ دولت نہیں جسے اپنے پیچھے خیموں میں رکھ آئے ہو"

عرب۔ ہمارا سارا مایہ و بساط خیموں میں ہے۔ اُسے بچانا ضروری ہے اگر دشمنوں کو وہاں سے نہ ہٹا سکے تو اپنی گٹھریاں بغل میں دبالیں گے۔ اتنی بڑی دولت اپنے سارے جہاد کا کل اندوختہ غنیمت ہم سے چھوڑا نہیں جا سکتا"

عبد الرحمٰن۔ افسوس شجاعت کے ساتھ تمھاری نیت بھی بدل گئی یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ایک آہن پوش نائٹ نے بڑھ کے اس عرب کے سر پر اس زور سے اپنا گرز مارا کہ ایک ہی وار میں وہ گرا اور تڑپ کے مرگیا۔ یہ دیکھ کے عبد الرحمٰن کو تاب نہ آئی جھپٹ کے اس نائٹ پر تلوار کا ایسا زبردست وار کیا کہ زرہ کو کاٹ کے گردن کو بھی کاٹ گیا۔ نائٹ ایک چیخ کے ساتھ گھوڑے سے گرا اور اُس کی چیخ سے زیادہ آواز اس کے گرتے وقت فولادی لباس سے بلند ہوئی۔ اس لئے کہ نرم زمین کے عوض وہ ایک چٹان پر گرا تھا۔

عبد الرحمٰن نے اس نائٹ سے تو انتقام لے لیا مگر غور سے جو دیکھا تو مسلمان بھاگ کے خیموں میں ہو رہے تھے اور وہ یکہ و تنہا دشمنوں کے نرغوں میں تھا سب نے آکے چاروں طرف سے گھیر لیا اور اُسے یقین ہوگیا کہ جام شہادت پینے کا وقت آگیا کمال جاں بازی سے بڑھ بڑھ کے دشمنوں پر حملہ کرنے لگا اور اپنی خارا شگاف تلوار سے بہتوں کو کاٹ کے ڈال دیا۔ مگر جو جو انمردی دکھاتا دشمنوں میں اور زیادہ گھرتا جاتا تھا۔ فرانسیسیوں کو معلوم تھا کہ یہی مسلمانوں کا سردار ہے اور جب تک یہ باقی رہے گا یہ لڑائی یونہی جاری رہے گی اور ایک عرب سپاہی بھی باقی رہے گا تو اس کی حوصلہ افزائی سے بہتوں کو مار کے مرے گا۔ اس لئے آمادہ ہوگئے کہ جس طرح بنے اُسے مار لیں۔ دیر تک اسی کوشش میں مصروف رہے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ عبد الرحمٰن صدہا زخموں سے چُور ہوگیا تھا۔ خون کے بکثرت بہہ جانے سے ناتوان و مضمحل ہو رہا تھا۔ مگر نہ مقابلہ سے ہاتھ روکتا اور نہ کسی کو اپنے پاس آنے دیتا۔

اب اسے پیام دیا گیا کہ ہتھیار ڈال دو ہم تمہاری جان بخشی اور قدر کریں گے۔ مگر اُس نے کمال بے پروائی سے جواب دیا کہ "میں نہ جان چاہتا ہوں نہ تمہاری مہربانی۔" یہ کہہ کے پھر زور سے جھپٹ کے ایک ہی وار میں ایک نائٹ کو گھوڑے سے گرا دیا۔ لیکن اتنی دیر تک لوہا کاٹتے کاٹتے اب اُس کی تلوار اس قدر کُند ہو گئی تھی کہ لوہا گوشت کے کاٹنے میں بھی کمی کرتی ناگہاں اُس کے چہرے پر ایک تیر پڑا جو داہنی آنکھ میں پیوست ہو گیا۔ چاہتا تھا کہ تیر کو بائیں ہاتھ سے کھینچ کے نکالے کہ پیچھے سے کسی نے زور سے ایک نیزہ مارا اور وہ گھوڑے کے نیچے آ رہا۔ سنبھلنے نہیں پایا تھا کہ کئی اور نیزے پڑ گئے۔ ان نیزوں نے اُسے بالکل چھید ڈالا۔ اور اب اس پر سکرات کا عالم تھا کہ غضبناک نائٹوں نے گھوڑوں سے روند کے خاتمہ کر دیا۔

فوراً اس کا سر کاٹ کے نیزے پر بلند کیا گیا جسے دیکھتے ہی تمام مسلمانوں کے حواس جاتے رہے۔ اور عبدالملک بن قطن نامی ایک سردار نے للکار کے کہا "بس اب بھاگو۔" مگر کسی طرف راستہ نہ تھا مجبوراً سب جان دینے پر تیار ہو گئے۔ اور ساتھ مل کے حملہ کیا کہ دشمنوں کی صف میں گھس کے نکل جائیں فرانسیسی اُن کا ارادہ سمجھ گئے اور چاروں طرف سے سمٹ کے کوشش کرنے لگے کہ کسی کو زندہ بچ کے نہ جانے دیں۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ عرب لوگ لڑتے تھے۔ اور آدمیوں کا گھنا جنگل کاٹ کے اپنا راستہ نکالتے تھے فرانسیسیوں کو اندیشہ تھا کہ اگر یہ لوگ نکل کے باہر والے مسلمانوں سے مل جائیں گے تو کسی قدر دشواری پیش آئے گی۔ چنانچہ قدم قدم پر روکتے اور اُن پر حملہ

کرتے نتیجہ یہ ہوا کہ صرف گنتی کے چند مسلمان نکل کے اپنے ساتھیوں سے جا ملے جو باہر تھے۔ باقی سب اسی نرغے میں شہید ہوئے۔

اب فرانسیسیوں نے باہر والوں پر بھی سب طرف سے ہجوم کیا عبدالرحمٰن کا سر اُن کے سامنے پیش کیا۔ یہ دیکھ کر اُن کا حوصلہ بھی پست ہوگیا اور سب نے یہی فیصلہ کیا کہ جس طرح بنے بھاگ کے جان بچائیں۔ ان کے سامنے مغرب کا میدان صاف تھا اور رات ہو چکی تھی۔ فوراً باگ اُٹھا دی اور فرانسیسیوں نے تعاقب کیا۔

اس فتح پر چارلس مارٹل اور اس کے ہمراہی رفقا کو جس قدر خوشی ہوئی اس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اور یا تو عربوں اور ہسپانیہ کے بہادروں کی ایسی دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ ان کے آنے کی خبر سنتے ہی بڑے بڑے سورما نائٹ اپنی جان لے کے بھاگ گئے تھے۔ یا ایک دم ہر طرف چارلس مارٹل کے نام کی دھوم تھی۔ اور جدھر دیکھئے وہی تھا۔ مگر چارلس نے دل میں خیال کیا کہ جب تک ان ہسپانی حملہ آوروں کو پورے فرانس سے نکال نہ دیا جائے۔ اطمینان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ رات کو فتح کی خوشیاں منائیں اور صبح ہوتے ہی عربوں کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ راستہ کے تمام صوبے اور کوئی علاقہ کا سارا علاقہ نیا مسلمانوں کے قبضے میں تھا یہاں کی رعایا مسلمانوں سے مانوس نہیں ہوئی تھی کوہسار پیرے نیز کے اس طرف صرف نربونہ کا علاقہ ہی ایسا مقام تھا جہاں ان بقیۃ السیف مسلمانوں کو پناہ مل سکتی تھی چنانچہ کئی سو میل کی مسافت طے کر کے دریائے لوار کے کنارے مفرورین بھاگتے ہوئے

علاقۂ نربونہ میں آ گئے اور شہر سے چار فرسنگ ادھر ہی ٹھہر گئے کہ تمام مفرورین جمع ہو لیں تو شہر کے اندر جائیں مگر ایک شخص کو بھیج کے نربونہ کے والی خلف بن عباس خزاعی کو خبر کر دی۔ خلف اس عہد کے نامور بہادروں میں تھا۔ تمام بہادری و حملہ آوری کے کاموں میں وہ اکثر سب سے آگے رہتا تھا۔ اور اُمرائے اُندلس اس قسم کی مہموں میں ہمیشہ اُسے اپنے ساتھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ عثمان بن ابی نسعہ نے اکوئی طانی پر حملہ کرتے وقت اُسے دوسری طرف سے حملہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس نے اپنی مہم بڑی کامیابی سے پوری کی تھی۔ مگر یہ بالکل اتفاق کی بات تھی کہ عبدالرحمن اسے اپنے ساتھ نہیں لے گیا تھا۔ بلکہ یہیں چھوڑ گیا تھا کہ اکوئی طانی اور تمام مفتوحہ صوبوں کا انتظام کرے۔ اور کوئی خود رو دشمن یہاں پیدا ہو تو جا کے اس کا استیصال کر دے۔ اس نے جو اس شکست کا حال سنا تو بہت ہی پریشان ہوا۔ فوراً تمام مسلمانوں کو جمع کر کے عبدالرحمن اور شہدائے طوروس کی نماز جنازہ پڑھی اور صبح ہی کو اپنا لشکر لے کے ان مفرور مسلمانوں کے استقبال کو نکلا۔ راستے میں اُسے معلوم ہوا کہ فرانسیسیوں کا بڑا بھاری لشکر ان بھاگے ہوئے عربوں کے تعاقب میں چلا آتا ہے۔ فوراً نربونہ میں آدمی دوڑا دئے کہ لوگ مقابلے کے لئے تیار ہو جائیں اور نربونہ کے قلعے کی تیاری کی جائے۔ اس کے بعد لپکا کہ جس طرح بنے مفرور مسلمانوں کو جھٹ شہر میں لے آئے تاکہ وہ اپنے تعاقب کرنے والوں کی دست برد سے محفوظ رہیں۔ وہاں پہونچ کے دیکھا تو مسلمانوں کو عجب پریشانی و شکستہ حالی میں پایا اس وقت اُن کے حواس درست نہیں تھے۔ اتنے میں معزز سرداران

عرب کلثوم بن حرب شیبانی عکرمہ بن مجاہد سکسکی۔ عامر بن فحل حمیری۔ یحیٰی بن علقمہ الطاقی۔ اور عبد الملک بن قطعن الفہری بڑھ کے اس سے ملے اور ہمدردی کا شکریہ ادا کیا۔

خلف۔ اب یہ نہ شکریہ کا وقت ہے اور نہ مزاج پرسی کا خدا کی قسم تمہارا حال اور اس شکست کا ماجرا سُننے کے لیے میں جس قدر بیتاب ہوں بیان نہیں کر سکتا مگر اس کی بھی مہلت نہیں مجھے یہاں آتے ہوئے راستہ میں معلوم ہوا کہ فرانسیسیوں کا بڑا عظیم الشان لشکر آپ کے تعاقب میں چلا آتا ہے اس لیے فوراً نربونہ میں چل کے اطمینان سے بیٹھیے تو آپ کی سرگزشت سنوں اور مجھے تعجب ہے کہ آپ بجائے یہاں ٹھہرنے کے سیدھے نربونہ میں کیوں نہ چلے آئے؟"

کلثوم۔ ہمیں اندیشہ ہوا کہ شاید آپ کو ہمارا وہاں آنا ناگوار ہو۔"

خلف۔ استغفر اللہ۔ میں آپ کو پناہ دینے اور آپ کی مدد کرنے کے لیے ہوں یا آپ سے مخالفت کرنے کے لیے؟ مگر آپ کے اس وقت کے کہنے کا مضائقہ نہیں۔ آپ خوفزدہ اور بدحواس ہو رہے ہیں اور ایسی حالت میں انسان کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔ بس اب فوراً سامان اُٹھا کے نربونہ میں چلیے۔"

کلثوم۔ سامان ہم کچھ لا بھی سکے جو سامان ہو؟ جو کچھ جہاد میں مال غنیمت ملا سب انھیں لوگوں کی نذر ہو گیا۔ اسباب تو اسباب افسوس کہ ہم اپنے دیندار سردار عبد الرحمٰن بن عبد اللہ الکلبی کو خاک طولوس پر بے گور و کفن چھوڑ آئے ہیں۔"

خلف۔ یہ بہت بڑا نقصان ہے۔ سب چیزیں پھر مل جائیں گی مگر ایسا

دیندار رزمت باز بہادر اور منتظم امیر نہ نصیب ہو گا۔" ان دو باتوں کے بعد خلف سب لوگوں کو نربونہ میں لے گیا اور شہر کے اندر داخل ہو ہی رہا تھا کہ دور پر سے دشمن کا علم دکھائی دیا۔ اس نے فوراً شہر کے تمام پھاٹک بند کروا دیئے۔ فصیل شہر پر تیر انداز کھڑے کر دیئے کہ دشمن جیسے ہی تیر کی زد پر آئیں۔ ان پر تیر اندازی اور پچکاریوں کے ذریعے سے آتش بازی کی جائے پوری فصیل کا چکر لگایا اور ہر جگہ مضبوطی کا اندازہ کر کے اپنے قصر میں آیا اور مفرورین شرب کے لئے وسط شہر کے ایک وسیع میدان میں خیموں کا کیمپ قائم کر کے انھیں ٹھہرا دیا۔ اور ان کے بستر کا بندوبست کیا۔ پھر ان کے سرداروں اور منتخب لوگوں کو ساتھ لے کے اپنے قصر میں آیا۔ اور ان سے کہا "اب بتایئے کہ کیا افتاد پڑی جو ایسی زبردست شکست ہو گئی؟"

کلثوم بن حرب۔ مجھے تو اس کے سوا کچھ نہیں معلوم کہ امیر عبدالرحمان کے حکم سے میں ان سے پندرہ فرسخ پر ایک شہر میں ٹھہرا ہوا تھا کہ یکایک اُن کا حکم آیا فوراً اپنا تمام لشکر لے کے میرے پاس آؤ۔ میں دوسرے ہی دن روانہ ہو کے پہنچا تو ان کو فرانسیسیوں کے بے شمار لشکر میں محصور پایا اور لاکھ کوشش کی مگر ان تک نہ پہونچ سکا یہی حالت میرے ان تمام ساتھیوں کی تھی جو اُن ہی کے حکم سے جا بجا پھیلے ہوئے تھے۔ اور میری طرح اُن کا حکم پا کے مدد کو آئے۔ اور ان کے دیدار سے محروم رہے۔ ہم لوگوں میں سے صرف آپ (عبدالملک بن قطن کی طرف اشارہ کر کے) اُن کے ہمراہ تھے ہم نے جو کچھ سُنا ہے آپ ہی سے سُنا ہے آپ بھی اُن ہی سے سُن لیجئے۔"

خلدن۔ (عبدالملک سے) "آپ ہی فرمائیں کہ کیا واقعہ پیش آیا؟"

عبدالملک ۔ میں اُن کے ہمراہ تھا۔ اب بہار کا موسم ختم ہونے کو تھا اور وہ دریائے لوار سے اُترنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ یکایک خبر آئی کہ فرانسیسیوں کا ایک بہت ہی بڑا زبردست لشکر چارلس نام ایک نصرانی بادشاہ کے زیر علم مقابلے کو آپہونچا ان کو بجائے خود سارے ملک فتح کر لینے کا اطمینان تھا اور یقین تھا کہ اب کوئی بڑی مہم نہ پیش آئے گی۔ اس خیال سے تمام سرداروں اور سارے لشکر کو مشرق سے مغرب تک مختلف شہروں میں پھیلا دیا تھا۔ اس لشکر کے آنے کی خبر سُنی تو گھبرا کے سب کو بلوایا اور سمجھتے تھے کہ دشمنوں کو لوار سے نہ اُترنے دیں گے۔ لیکن دوسرے ہی دن صبح کو معلوم ہوا کہ دشمن ان کے دونوں جانب دریا سے اُتر آئے۔ اور ساتھ ہی اُن کے علم نمودار ہوئے۔ اُنھوں نے مقابلہ شروع کر دیا۔ اور اس اطمینان پر کہ عنقریب سب سردار کمک پر آجائیں گے استقلال اور پامردی سے لڑنا شروع کیا۔ اسی اُمید پر اُنھوں نے برابر آٹھ روز تک مقابلہ کیا اور دشمنوں کی مزاحمت میں کوئی بات نہیں اُٹھا رکھی۔ مگر آٹھویں دن مایوس ہو کے میدان میں جاتے وقت مجھ سے کہا "اب مجھے کسی کمک کے آنے کی اُمید نہیں ہے غالباً میری شہادت کا وقت آگیا ہے۔ اور آج کے بعد میں انشاء اللہ اس عالم آخرت میں تم سب سے ملوں گا تم سے اتنی وصیت کئے جاتا ہوں کہ اگرچہ ان محصور مسلمانوں میں سے کسی کے بھی زندہ بچنے کی اُمید نہیں ہے۔ لیکن اگر میرے بعد تم زندہ رہو تو باقی ماندہ مسلمانوں کو لے کے کوشش کرنا کہ دشمنوں کا حصار توڑ کر نکل جاؤ اور جتنی جانیں بچ سکیں بچائی جائیں۔" یہ وصیت کر کے

میدان میں گئے تو پھر زندہ نہیں واپس آئے۔ ان کے شہید ہوتے ہی مسلمان گھبرا کے بھاگے۔ اور اگرچہ راستہ نہیں ملتا تھا مگر ہم نے سب کو لے کے مغرب کی طرف کا رُخ کیا۔ ہمارا مال و اسباب ہماری عورتیں جو ہمراہ تھیں اور خیمہ و خرگاہ سب وہیں چھوڑا اور ہم سب بھاگتے ہوئے یہاں آئے ہیں۔"

خلف۔ جب تک دارالخلافت سے کسی کے نام فرمانِ امارت نہ آئے آپ ہی والیٔ اُندلس ہیں اور میرا فرض ہے کہ آپ کی اطاعت کروں۔"

عبدالملک۔ "نہ یہ میرا منشا تھا اور نہ میں حکومت کا آرزومند ہوں۔"

خلف۔ "ہمیں ایسا ہی امیر چاہیئے جو امارت کا آرزومند نہ ہو۔"

عبدالملک۔ "مگر یہ اطمینان کی باتیں ہیں اس وقت تو اس آفت کو دور کرنا چاہیئے جو ہم پر نازل ہے۔ اگر ان فرانسیسوں کو پسپا نہ کیا گیا جو نربونہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں تو یہ قرطبہ تک ہمارا پیچھا کرتے چلے جائیں گے۔ اور کسی جگہ ہمارا قدم نہ جمے گا۔"

خلف۔ "بیشک کل میں اُن کے مقابلے کو جاؤں گا۔ اور خدا سے اُمید ہے کہ ہمیں فتح ہو گی اتفاق سے نربونہ میں ابھی ہزار فوج جمع ہے جسے میں نے امیر عبدالرحمٰن کی کمک کے لئے جمع کیا تھا اور دو ہی چار روز میں روانہ کرنے والا تھا اس لشکر میں بڑے بڑے جاں باز دلیرانِ عرب ہیں۔ آپ سب جو ناکامی کی مصیبت اُٹھا کے شکستہ حال و پریشان واپس آئے ہیں شہر میں اطمینان سے بیٹھیے اب ہماری باری ہے کہ ان بیباک دشمنوں کا مقابلہ کریں۔ لیکن آج شب کو ہم سب دعا و عبادت میں بسر کر کے صبح ہوتے ہی درگاہِ الٰہی میں دُعا کریں گے

اور اس کے بعد فوراً ہی شہر کے پھاٹک کھول کے نکل پڑیں گے۔ اور رب العزت کی درگاہ سے فتح و نصرت کے اُمیدوار ہوں گے" اس کے جواب میں عبدالملک کلثوم بن حرب اور دیگر نادم و مغرور سرداران عرب نے کہا" اگر پھر ہمیں ناشکرے پائیں گے۔ یہ نہ ہوگا کہ ہمارے بھائی مسلمانان قرمونہ مقابلہ کو نکلیں اور ہم گھر میں خاموش بیٹھے رہیں۔ آپ کے جھنڈے کے نیچے ہم بھی ہوں گے شاید اسی بہانے سے اور آپ ہی کے طفیل میں خدا ہماری اس ندامت کو دور کرکے ہمیں اس قابل کر دے کہ بہادران عرب اور اہل اندلس کو اپنی صورت دکھائیں۔"

خلف۔ میرا یہ منشا نہ تھا کہ آپ کی سُبکی کروں۔ فتح و شکست من جانب اللہ ہے اس کو نہ بہادری سے تعلق ہے نہ کثرت سے۔ میرا مطلب فقط یہ تھا کہ آپ صدہا کوس سے بھاگتے آئے ہیں پریشان دل شکستہ اور خستہ و خراب ہو رہے ہیں۔ ایسی حالت میں مناسب یہ ہے کہ آپ ہمارے گھروں میں آرام سے بیٹھیں اور ہم اس قومی خدمت میں اپنا قومی فرض ادا کریں۔ لیکن آپ مقابلے کے لیے تیار رہیں تو کیا عذر ہو سکتا ہے۔"

سب نے جوش و خروش سے کہا "ہم تیار رہیں" اور طے پا گیا کہ کل سب لوگ شہر کے دشمنوں پر ایک زبردست حملہ کریں اور سب جا جا کے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

تیئسواں باب

مفتوح فاتح

موسم سرما کا آغاز ہے۔ اور سبز پوش معشوقان چمن اپنے پرانے کپڑے اُتارنے میں لگے ہیں کوہستان پیرے نیز کے قلعوں کے سروں پر مشاطہ قدرت نے جو برف کے سفید عمامے باندھ رکھے ہیں وہ بڑے ہوتے جاتے ہیں اور جن چشموں اور ندیوں کی اس برف سے آبیاری ہوتی ہے ان کا پانی کمی کرنے لگا ہے۔ اسی زمانے میں ایک رات کو کوہستان پیرے نیز کے مشرقی دامن میں شہر نربونہ کے گرد فرانسیسیوں کا زبردست لشکر اُترا ہوا ہے، اور شہر کے شمالی پھاٹک کے محاذ سے تین میل کے فاصلے پر عبدالرحمن بن عبداللہ الکلبی کا عالیشان خیمہ دریائے لوار کے کنارے سے آگھاڑ کے یہاں ایک ٹیلے پر نصب کیا گیا ہے۔ اور اس میں بہت سے معزز نائٹ اور حکمرانانِ فرانس جمع ہیں۔ جن کا سرغنہ چارلس مارٹل ہے جو سرتاپا لوہے میں غرق ہے۔ اور اس کا زبردست حربہ یعنی بھاری ہتھوڑا اس کے سامنے ایک چوکی پر رکھا ہوا ہے۔ فتح و کامیابی پر سب مسرور و بشاش ہیں اور گزشتہ کامیابی کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے۔ اتنے میں ایک نیا نائٹ داخل ہوا اور چارلس اس کی صورت دیکھتے ہی خوشی سے ہنسا اور کہا "یہ سب فتحمندی تمھاری ہی تحریک کا نتیجہ ہے۔ اگر تم میرے پاس نہ آتے تو مجھے یہ فتح بھی نہ

حاصل ہوتی۔"

نائٹ۔ "مگر یہ تو حضور ہی کی شجاعت و اولوالعزمی کی برکت سے حاصل ہوئی ہے وہ جو کہتے تھے کہ عربوں کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیا اس سے بھی بڑی کوئی شکست ہوئی ہے جو عربوں کو نصیب ہوئی؟"

ایک ڈیوک۔ ہرگز نہیں یہ وہ شکست ہے جس نے اُن کی قوت کو جڑ پیڑ سے اُکھاڑ کے پھینک دیا۔ اب ان کا قدم کہیں نہیں ٹک سکتا۔"

چارلس۔ میں یونہی ان کا پیچھا کرتا ہوا اندلس میں گھس جاؤں گا اور جب تک مسلمانوں کو اندلس سے نکال کے مراکش نہ پہونچا دوں گا دم نہ لوں گا۔ ہم نے فرانس کو تو ان لٹیروں سے بچا لیا۔ اب ہسپانیہ کی مظلوم مسیحی رعایا کی بھی فریاد رسی کر بس گے۔" ایک نائٹ کی طرف دیکھ کے جس سے گفتگو شروع کی تھی) "اب اپنے وعدے کے مطابق اکوئی طانی کے شاہ یودیز کو ڈھونڈھ لاؤ تاکہ میں اس کی تاج بخشی کر دوں۔ یہاں سے چل کے پہلے اُسے بردی غالہ کے تخت پر بٹھاؤں اور پھر سارا ہسپانیہ بھی فتح کر کے اُس کے حوالے کر دوں۔"

نائٹ۔ مسیح آپ کے بازوؤں میں قوت اور آپ کی ہمت میں برکت دے۔ یودیز کو میں جس وقت حکم ہوگا اُسی دم سامنے لا کھڑا کر دوں گا۔"

چارلس۔ تو کیا یودیز یہاں کہیں قریب ہی موجود ہے؟"

نائٹ۔ حضور کے ساتھ ہی ہے۔"

چارلس۔ میرے ساتھ ہے؟ میں نے تو اُسے کہیں نہیں دیکھا۔"

نائٹ۔ حضور نے دیکھا ہے مگر پہچانا نہیں۔"

چارلس۔ "تو مجھے فوراً پہنچوا دو میں اس سے ملنے کا نہایت ہی مشتاق ہوں کیا وہ اس خیمے میں موجود ہے"

نائٹ۔ (مسکرا کے) "جی ہاں یہیں موجود ہے"

چارلس۔ (حاضرین میں سے ایک ایک کے چہرے پر نظر ڈال کے) "خدا کے لئے بتاؤ کہ ان میں سے کون بہادر یوڈیز ہے"

نائٹ۔ (اپنی طرف اشارہ کر کے) آپ کا ہی خادم جو سامنے دست بستہ کھڑا ہے"

چارلس۔ (سخت حیرت سے) "تم یوڈیز ہو؟" اس کا کوئی ثبوت؟"

نائٹ۔ فتح کے بعد حضور برڈی غالہ میں رونق افروز ہونے کو فرماتے ہی ہیں وہاں مجھے ہر شخص پہچان لے گا"

اس جواب پر چارلس ایک سناٹے میں آگیا۔ پھر اس سناٹے کی غفلت سے چونکتے ہی جوش کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھا بے اختیار دوڑ کے اس نائٹ سے لپٹ گیا اور کہا "آہ میرے دوست شاہ یوڈیز کاش تمھیں پہلے سے پہچان جاتا اور تمھارے ساتھ ویسا برتاؤ نہ کرتا جیسا کہ کرتا رہا ہوں"

یوڈیز۔ آپ نے میرے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک کیا جیسی عزت آپ نے مجھے بخشی ہے۔ دنیا میں کہیں نہ مل سکتی تھی۔ ایک شکستہ حال جلاوطن کو آپ نے پناہ دی اپنے تقرب سے معزز کیا۔ اس کی فریاد سُنی امداد کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُس خونخوار دشمن کو مارا جس سے ساری دنیا کانپ رہی تھی۔ کیا اس سے زیادہ کوئی کر سکتا تھا؟ ہرگز نہیں"

چارلس۔ تم اپنی شرافت سے میرے ان کاموں کو ایک احسان خیال کرتے ہو حالانکہ میں نے جو کچھ کیا اپنے لئے کیا۔ اور اس خیال سے کہ فرانس کو ظالم اور خونخوار درندوں سے بچا دوں لیکن اس کے اصلی محرک تم تھے اس سے فائدہ اُٹھانے کا بھی تمہارا ہی حق ہے۔ افسوس بعض وجوہ سے مجھ میں تم میں لڑائی ہوئی اور تمہارے دل میں میری طرف سے ناگوار خیالات پیدا ہو گئے۔ اب اپنے دل کو صاف کرو۔ اکوئی طائی کی حکومت اپنے ہاتھ میں لو اور اس کے ساتھ سارے ہسپانیہ پر حکومت کرو۔"

یودیز۔ میں اپنے محسن کی طرف سے بالکل صاف ہوں۔ اور اب اس کے اخلاق اور فتوحات دونوں نے مجھے اس کا غلام بنا دیا ہے۔ میں شیر کا پس خوردہ کھاؤں گا۔ اور اس کا مفتوحہ ملک اور اس کی عطا کی ہوئی سلطنت پر حکومت کروں گا۔ مگر افسوس اب یہ حکومت میری نہ ہوگی۔ بلکہ اس کی ہوگی جس نے عطا کی ہے۔ اور میں اس کا ایک ادنیٰ غلام اور تابع فرمان ہوں گا۔"

چارلس۔ نہیں تم مستقل بادشاہ ہوگے اور میں اطاعت کا ہرگز خواستگار نہیں فقط باہمی دوستی و محبت چاہتا ہوں۔"

یودیز۔ میرے لئے اب اطاعت بھی بہت ہے۔ حکومت و بادشاہی کا حوصلہ منینہ کے ساتھ گیا۔ میں اس کے لئے سلطنت کرتا تھا۔ اور میری ساری مسرت اس کے پیارے چہرے سے وابستہ تھی۔ اس کے بعد میرے لئے جینا بے حیائی ہے۔ نہ کہ آزادی و اطمینان سے بیٹھ کے سلطنت کروں کنواری ماں

کے تقدس کی قسم اب یہ نہیں ہو سکتا۔"

یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگا۔

چارلس۔ (اپنے رومال سے اس کے آنسو پوچھ کے) "اپنے دل کو تسلی دو شاید وہ زندہ موجود ہو اور زندہ مل جائے آپ ہی کہتے تھے کہ ابن ابی یسعہ کی لونڈی ریحانہ بھاگ کے بچی ہے اور کسی سے کہتی تھی کہ عرب لوگ اُسے زندہ پکڑ لے گئے۔"

یو دیز۔ ہاں خبر یہی آئی تھی۔ مگر بھلا یہ ممکن ہے کہ مینہ کی سی نازک مزاج اندام شہزادی وحشی عربوں کے ہاتھ میں اسیر ہو کے زندہ رہی ہو۔"

چارلس۔ میں اندلس میں چل کے پتہ لگاؤں گا۔ اور اگر وہ زندہ ملی تو جس طرح ممکن ہو گا۔ لا کر تمھارے گلے سے لگا دوں گا۔ خیر اب کل ہمیں نربونہ پر حملہ کر دینا چاہیئے اور اس شہر کو ان لوگوں سے چھین کر یقین کر لینا چاہیئے کہ اُنھیں قرطبہ سے بھی نکال دیا۔" اس کے بعد سب سرداروں نے جو موجود تھے عہد و پیمان کیا کہ کل کے میدان میں نربونہ کی فصیل پر چڑھ جائیں گے اور چارلس سے رخصت ہو ہو کے اپنے خیموں میں گئے۔ مگر صبح کو ابھی سب لوگ اُٹھنے کو تیار نہیں ہونے پائے تھے کہ منہ اندھیرے ہی عربوں نے حملہ کر دیا گھبرا کے سب نے دوڑ دوڑ کے صفیں دُرست کیں اور اہل نربونہ کے حملے کو بڑی پامردی سے روکا قیامت خیز لڑائی شروع ہو گئی اور ہنگامہ محشر کا سماں نظر کے سامنے قائم ہو گیا کئی دفعہ چارلس مارٹل اور اس کے ہم قسم نائٹ عربوں کو فصیل تک پسپا کرتے چلے گئے۔ مگر دیوار کے قریب تک

پہونچتے ہی اوپر سے تیر اور آگ کی پچکاریوں سے گھبرا کے پیچھے ہٹے۔ اور ساتھ ہی عربوں نے ایک تکبیر کے ساتھ ایسا زبر دست حملہ کیا کہ کئی میل تک پیچھے ہٹاتے چلے گئے۔ لیکن آخر چارلس نے بڑھ کے پھر عربوں کی یورش کو روکا اور شدت سے قتل و خونریزی کا میدان گرم ہو گیا۔ شام تک ایسی لڑائی ہوئی اور دونوں فریق اپنے حریف مقابل کے استقلال کا لوہا مان گئے لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کے خلف نے دریا کے راستے سے قریب کے تمام ساحلی شہروں اور قصبوں میں آدمی بھیج کے کمک طلب کی نربونہ بالکل ساحل پر تھا اور بحری آمد و رفت کا انتظام اچھا تھا۔ دوسرے ہی دن سے ہزارہا مسلمان آنا شروع ہو گئے۔ بخلاف اس کے چارلس تعاقب کرتا ہوا۔ اس کے علاقے میں اتنی دور آ گیا تھا کہ طولوس کی طرح یہاں اُسے بالکل مدد نہ ملتی تھی اور ایک ہی دن کی لڑائی میں چوتھائی فوج کٹ گئی تھی۔

دوسرے دن کی لڑائی میں چارلس نے اپنے سپاہیوں کا ایسا رنگ دیکھا کہ پریشان ہو گیا اور جان پر کھیل کھیل کر اور انھیں للکار للکار کے اُبھارتا رہا۔ مگر شام کو لڑائی کے بعد دیکھا تو بہت ہی پست ہو رہے تھے۔ اور عربوں کی تلوار سے خائف تھے تیسرے دن کی لڑائی بڑے بڑے نائٹوں اور خود چارلس کی جانبازی سے اُس موافق رہی اور اس کا حوصلہ بہت کچھ بڑھ گیا تھا۔ دوپہر تک میدان جنگ کا رنگ فرانسیسیوں کے موافق تھا مگر ظہر کے وقت ایک نئے عرب لے جو مسلمانوں کے میدان میں آ چکنے کے بعد دریا کے راستہ سے نربونہ میں آ گیا تھا کچھ ایسے جوش و خروش اور

تکبیروں کے اور نعروں کے ساتھ شہر سے نکل کے حملہ کیا کہ مسیحیوں کے حواس جاتے رہے۔ انھیں بدحواس دیکھ کے خلف نے بھی اپنے حملے میں تکبیریں کہہ کہہ کے نیا زور پیدا کر دیا۔ فرانسیسیوں کے پیر اُکھڑ گئے۔

چارلس یودیز اور بہت سے ڈیوکوں اور نائٹوں نے اپنے سپہ گروں کو لاکھ سنبھالنا چاہا مگر نہ سنبھل سکے۔ اور آخر کار چارلس کو بھی مجبور ہونا پڑا کہ اُن کے ساتھ بھاگ کے جان بچائے۔ اس کو میدان سے پیٹھ پھیرتے دیکھ کے تمام نائٹوں نے بھی راہ فرار اختیار کی اور مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ بھاگنے میں مسیحیوں نے مغرب کا رُخ کیا اور اکوئی طائی کی راہ لی جہاں کی رعایا نے طولوس میں مسلمانوں کے پسپا اور تباہ ہونے کی خبر سن کے بغاوت کر دی تھی۔ خلف نے صرف ایک منزل تک ان کا پیچھا کیا۔ اور ہزاروں فرانسیسی بھاگتے ہوئے مارے گئے۔ مگر زیادہ دور جانا خلاف مصلحت سمجھ کر نربونہ میں واپس آیا۔ یہاں پہونچتے ہی سب مسلمانوں نے بڑی مسرت کے ساتھ نماز شکر ادا کی۔ اور اس خدائے واحد بے ہمتا کے ثناخواں ہوئے جس نے ایسی نمایاں فتح عطا کی۔ طولوس کے شکست نصیبوں کے آنسو پچھ گئے اور سارے اُندلس میں بڑی بڑی خوشیاں منائی گئیں عبدالملک بن قطن الفہری عبدالرحمٰن بن عبد اللہ الکلبی کی وصیت کے مطابق حاکم اندلس قرار پایا پھر قرطبہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہونچتے ہی والی افریقہ اور دارالخلافت دمشق کو ان دونوں لڑائیوں کے مفصل حالات لکھے اور عبدالرحمٰن کی وصیت کے مطابق عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کی اطلاع کے ساتھ درخواست کی کہ اس ملک کے انتظام و حکومت کے لئے کوئی نیا امیر بھیجا جائے۔

چوبیسواں باب

یودیز کی دوبارہ تخت نشینی

جب چارلس مارٹل یودیز اور ان کے بقیتہ السیف رفقاء ناربونہ سے بھاگے تو انھوں نے بجائے مستقیم بردیگالہ کا رُخ کیا اور دریائے غرونہ کے پار اُتر کے جب اطمینان ہوا کہ عرب ہمارے تعاقب میں نہیں ہیں تو سب کو گونہ ڈھارس بندھی اور شہر سوتیوم کی طرف چلے جو قریب ہی تھا۔ سب ایک عبرت خیز خاموشی کے ساتھ چلے جاتے تھے کہ یودیز نے جو چارلس کے برابر جا رہا تھا ایک ٹھنڈی سانس لے کے کہا" افسوس میری بدنصیبی نے حضور کو بھی نقصان پہونچایا!"

چارلس۔ آپ پر ہی کیا موقوف ہے۔ ہم سب ہی کی بدقسمتی تھی۔"

یودیز۔ مگر جب تک آپ کو یا کسی اور کو اسکی خبر نہ تھی کہ اس لشکر میں یہ برگشتہ بخت موجود ہے فتح ہو رہی تھی۔ یودیز کا نام کھلتے ہی قیامت آگئی کاش اس شب میں اپنا نام نہ ظاہر کرتا اور سب کو یہی خیال رہتا کہ منحوس یودیز مرگیا۔"

چارلس۔ ایسا نہ کہیئے۔ آپ منحوس نہیں بلکہ فرانس کے حق میں نہایت ہی مبارک ہیں گو کہ ہمیں بُری طرح شکست ہوئی ہے مگر میں ہمت نہیں ہارا ہوں۔ میں پھر سارے ملک میں دورہ کر کے نیا لشکر جمع کروں گا۔ اور جب تک ہسپانیہ سے ان لوگوں کو نکال نہ دوں گا چین نہ لوں گا۔

آپ کی تسلی کو یہ بہت کافی ہے کہ فرانس عربوں کی تاخت و تاراج سے بچ گیا۔ دین کی بے حرمتی نہ ہونے پائی اور اکوئی طائی کے تمام شہر اور گاؤں اپنے نئے فاتحوں سے منحرف ہو گئے جو آپ کے پہونچتے ہی سر اطاعت جھکا دیں گے کل ہم سوتیوم میں پہونچ جائیں گے اور [illegible] بڑی دھوم دھام کے وہیں آپ کو تخت پر بٹھائیں گے۔"

یودیز۔ "آہ سوتیوم بڑا ابرا اور نہایت ہی منحوس شہر ہے۔ یہیں میری ناز پروردہ بیٹی کو عثمان سے ساتھ پڑا تھا۔ اور یہیں اس کی شادی ہوئی تھی جس کا یہ انجام ہوا۔"

چارلس۔ "مگر انسان کو مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ آپ کا ملک تو مل گیا ہے مسیح کی مہربانی ہوئی تو منیتہ بھی مل جائے گی۔" مگر ان باتوں اور سوتیوم کے خیال نے یودیز کے دل پر کچھ ایسا اثر ڈالا تھا کہ بالکل خاموش ہو گیا۔ اور پھر کوئی لفظ زبان سے نہ نکلا۔ دوسرے روز یہ سب معزز صاحب تاج مفرد میں سوتیوم میں داخل ہوئے۔ اور اُسی قصر میں جا کے ٹھہرے جس میں منیتہ رہتی تھی اور جہاں کی ہر چیز یودیز کے دل پر تیر و نشتر کا کام دیتی تھی۔ شاہ چارلس اور بہت سے نائٹوں کے ساتھ ہونے کے خیال سے وہ دیر تک ضبط کرتا رہا مگر آخر دل قابو سے باہر ہو گیا۔ اور زار و قطار رونے لگا۔ چارلس نے اُسے تسلی دی اور کہا "سچ یہ ہے کہ ہمارے لئے دُنیا میں رنج ہی رنج ہے۔ اگر غور کیجئے تو آپ کا یہ ذاتی رنج اس قومی رنج سے نہیں بڑھ سکتا جس میں ہم سب مبتلا ہیں۔ مگر مسیح کا شکر کرنا چاہیئے کہ ان دونوں رنجوں میں ہم مایوس نہیں، منیتہ ابھی زندہ

ہے۔ اور اس کی قدرت سے باہر نہیں کہ جس طرح آپ کو تخت و تاج دلایا ہے اُسے بھی لا کے آپ کے سینے سے لگا دے۔ آپ پھر یہاں کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیں اور میرے منتظر رہیں کہ بڑے بھاری لشکر سے آؤں۔ اور ہم مل کے ہسپانیہ پر حملہ کر دیں۔"

یودیز۔ میں تو آپ کے حکم پر عمل کروں گا۔ لیکن جب عرب لوگ بھی بیٹھنے دیں میرے تمام شہر مسلمان حاکموں کے زیر حکومت ہیں۔ اور اگر اُن کے نکالنے کی کوشش کی گئی تو عربوں کا نیا لشکر ہسپانیہ سے آ پہونچے گا۔"

چارلس۔ میں آپ کی ساری مملکت کو آپ کے قبضے میں کر کے جاؤں گا۔ اور اگرچہ نربونہ کے سامنے ہمیں شکست ہو گئی مگر عرب بھی طوروس میں اتنی بڑی شکست کھا کے گئے ہیں کہ مدت تک اِدھر کا رُخ نہ کریں گے۔"

اپنے وعدے کے مطابق چارلس بلاد اکوئی ٹانی پر قبضہ کرنے میں مصروف ہوا قرب و نواح کے شہروں اور گاؤں سے نئے سپاہی جمع کر کے ایک لشکر مرتب کیا اور اپنے ہمراہی نائٹوں کو اُن پر سردار مقرر کر کے چھوٹے چھوٹے بہت سے لشکر تمام شہروں پر بھیجے کہ جہاں جہاں عرب حاکم ملیں انھیں نکال دیں۔ اور ان کی جگہ عیسائی حاکموں کو مقرر کر کے واپس آئیں فی الحال عربوں میں مزاحمت کی قوت نہ تھی طوروس کی لڑائی اور عبدالرحمٰن کی شہادت نے اُن کے حوصلے پست کر دیئے تھے دشمن فوجوں کے آنے کی روانگی کا حال سُنتے ہی سب مسلمان حاکم خود ہی بھاگ کے اسلامی قلمرو میں چلے گئے۔ اور اکوئی ٹانی کا سارا ملک پھر یودیز کے قبضے میں تھا عثمان بن ابی یسعہ کی لونڈی ریحانہ کو ہمسایہ میرے نیز کے فردوس

منظر شہر انوس ہی میں تھی اور سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کہاں جائیں اور کس کے پاس رہے شاہ یودیز کے آنے اور اپنی مملکت پر قابض ہونے کی خبر سُنی تو سفر کر کے سوتیوم میں آئی۔ اور ایک دن یودیز چارلس کے ساتھ گرجے کی طرف جا رہا تھا کہ کسی نے سامنے آ کے سلام کیا۔ اس کی صورت دیکھتے ہی یودیز نے گھوڑا روک لیا اور کہا" ریحانہ تم یہیں ہو آج تک مجھ سے کیوں نہ ملیں؟"

ریحانہ۔ یہاں ہوتی تو ممکن تھا کہ حاضر نہ ہوتی۔ میں انوس میں تھی۔ آپ کے تشریف لانے کی خبر سُن کر آئی ہوں کہ اپنی شاہزادی کی یاد میں آپ کے پاس رہوں اور یہیں اپنی زندگی ختم کر دوں۔

یودیز۔ (مسرت سے)" تم مسلمان ہو کے میرے پاس رہنا پسند کرتی ہو"

ریحانہ۔ (آبدیدہ ہو کے) میرے آقا عثمان شہید ہوئے۔ ان کے بعد میرا کون ہے جس کے پاس جاؤں مجھے شاہزادی مینہ سے محبت ہو گئی تھی اور سمجھتی تھی کہ زندگی بھر انھیں کے پاس رہوں گی مگر قسمت نے بیوفائی کی۔ اب وہ نہیں ہیں تو چاہتی ہوں کہ اُن کے والد کی خدمت میں رہوں"

یودیز۔ آہ دُنیا میں بس ایک تم کو وفادار پایا میں تمھیں اپنی بیٹی سمجھ کر رکھوں گا۔ اور مینہ کے عوض تمھاری صورت دیکھ کے میرے دل کو تسلی ہوا کرے گی"

ریحانہ۔ نے اس وعدہ مرحمت عنایت کا شکریہ ادا کیا اور چارلس نے یودیز سے پوچھا" یہ کون عورت ہے؟" یودیز نے ریحانہ کا نام ہی لیا تھا کہ چارلس نے پوچھا" یہی وہ عورت ہے جس سے مینہ کے زندہ بچنے کا حال معلوم

ہوا تھا؟

یو دیز ۔ جی ہاں وہی۔"

چارلس ۔ اس سے پوچھیے کہ مینہ کا کچھ اور حال بھی معلوم ہوا وہ کہاں ہیں؟ اور اندلس میں پہونچ کے ان پر کیا گذری۔"

یو دیز ۔ (ریحانہ سے) " یہ میرے رفیق وہی مشہور شاہ چارلس مارٹل ہیں جنھوں نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ فہری کو طوروس کے میدان میں قتل کیا اور سارے عربی لشکر کو تہہ و بالا کر دیا۔ مگر افسوس کہ نربونہ میں ہم سب کو شکست ہو گئی۔ یہ پوچھتے ہیں کہ مینہ کا کچھ اور حال معلوم ہو تو بتاؤ۔"

ریحانہ ۔ آہ اسی بات کا صدمہ ہے کہ وہ زندہ نہیں۔ میرے آقا عثمان کے شہید ہوتے ہی انھوں نے ارادہ کیا تھا کہ پہاڑ سے گر کے جان دیدیں۔ اور بہت اچھا ہوتا اگر اس وقت مر گئی ہوتیں۔ مگر عدی نے ہاتھ پکڑ لیا اور گرفتار کر کے امیر عبدالرحمٰن کے پاس قرطبہ میں بھیج دی گئیں انھوں نے انھیں ایک زبردست حراست میں انھیں شام کی طرف روانہ کر دیا۔ کہ دمشق میں ہمارے امیرالمومنین ہشام بن عبدالملک کے دربار میں پیش ہوں اور وہ چاہیں اپنے محل میں رکھیں یا کسی اور شخص کے حوالے کر دیں۔"

چارلس ۔ (غیظ و غضب کے لہجے میں) " شاہزادیوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جاتا ہے خیر میں اس کا بدلہ لوں گا۔ عبدالرحمٰن سے تو سمجھ ہی چکا اب، ہسپانیہ کے تمام عربوں سے سمجھوں گا اور اس کے بعد بنا تو خود تمہارے خلیفہ ہشام سے بھی سمجھ لوں گا۔"

چارلس کے یہ الفاظ ریحانہ کو ناگوار گزرے اور اس کی طرف برہمی کی چشم وابرو سے دیکھ کے بولی "خود فراموش بادشاہ غصہ نہ کر اور زیادہ جوش میں نہ آ۔ نربونہ میں کیا تجھے کافی سبق نہیں ملا کہ اس طرح بڑھ بڑھ کے باتیں بنانے سے زبان روکے۔ میں نے ان چند روز کے اندر ایسے ایسے تماشے دیکھے ہیں کہ نظر میں نہ فتح ونصرت کی قدر باقی رہی ہے نہ شکست ونا کامی کا خوف واندیشہ یہاں تک کہ خود اپنی زندگی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ میری نظر میں کوئی فاتح نہیں جو مفتوح نہ ہو۔ اور ہر فتحمند کو یاد دلاتی ہوں کہ فتح واقبال مندی کے وقت ہی اپنے آپ کو ذلیل وخوار اور شکست خوردہ وناچار سمجھ لے پہلے فاتح میرے آقا عثمان بن ابی نسعہ تھے جو پورا برس بھی نہ گزرا تھا کہ بری طرح مفتوح ہو کے مارے گئے۔ دوسرے زبردست فاتح امیر عبدالرحمٰن بن عبداللہ کلبی تھے جو بڑے کروفر سے فتح ونصرت کے پھریرے اڑاتے ہوئے گئے۔ اور فاتح ہونے کے انتہائی کمال پر پہونچ کے اے بادشاہ چارلس تیرے ہاتھ سے مفتوح ہوئے اور مارے گئے۔ تیسرا فاتح تو ہے اس گھڑی کو یاد کر جب تو نے دریائے لوار کے کنارے مجاہدین اندلس کا قلع قمع کیا ہے۔ عبدالرحمٰن کو شربت مرگ پلایا ہے اور پھر اس گھڑی کو یاد کر جب نربونہ کے سامنے اپنے ہزاروں رفیقوں کو خاک وخون میں غلطاں چھوڑ کے بھاگا ہے۔ اور اپنے زندہ بچ کے آنے کو بھی غنیمت جانتا ہے۔ اور ایک بیکس عورت کے سامنے کھڑے ہو کے فضول ہوسیں ظاہر کر رہا ہے۔ اس لئے سب سے پچھلا مفتوح فاتح تو ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ دہی عدی جسے نیزے سے عثمان کی جان لیتے میں نے آنکھوں سے دیکھا تھا۔

یہاں سے جا کے بعینہ اسی طرح طوروس میں نیزوں میں چھد کے مرا۔ اس لئے اپنی فتح پر غرور نہ کر۔" چارلس، کو ریحانہ کی گفتگو بہت بری معلوم ہوئی، مگر عورت سمجھ کے خاموش ہو رہا اور کہا۔" اچھا تو دیکھنا کہ میں ہر سال موسم بہار میں کتنا بڑا لشکر لے کے آتا اور اندلس والوں کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔

ریحانہ۔ بادشاہ جا۔ اور اپنا لشکر لے آ۔ میں منتظر ہوں اگرچہ اُمید نہیں کہ تجھے پھر دیکھوں۔"

چارلس۔ (بڑے طیش سے) "تیرا جھوٹ ثابت کرنے کے لئے میں جلدی آؤں گا۔"

اس گفتگو نے چارلس مارٹل کو کچھ ایسا جوش دلایا تھا کہ اسی دن روانہ ہو گیا اور بلندی فرانس میں لشکر جمع کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر فوج اور حملے کے لئے روپیہ کی ضرورت پیش آئی۔ اس نے حکم دیا کہ گرجے کا سرمایہ اور دولتمند پادریوں اور اسقفوں کی دولت اس دینی جہاد کے لئے لے لی جائے۔ اس پر پادریوں اور مقتداؤں نے مخالفت شروع کر دی۔ یہاں تک کہ وہ ناکام مر گیا۔ اس کے بعد پادریوں نے اس کے بارے میں یہ دینی مشورہ شائع کیا کہ چارلس مارٹل کی قبر سے ایسی تعفن نکلی کہ اُس کے دوزخی ہونے کا یقین ہے۔ اور ایک بڑے ولی اللہ اسقف نے خواب دیکھا ہے کہ وہ آتش جہنم میں جل رہا ہے۔ اور ابد الآباد تک جلتا رہے گا۔"

ریحانہ مرتے دم تک یودیز کے پاس عزت سے رہی۔ مینہ ارضِ شام کی اسلامی دُنیا میں ایسی غائب ہوئی کہ پھر کبھی اس کا نام نہ سُنا گیا۔ یودیز

مفتوح فاتح

آخر تک اپنے ملک پر حاکم رہا۔ مسلمانوں نے مدت تک فرانس کا رُخ نہ کیا اور کسی کو اتنی جرات نہ ہوئی کہ شہدائے طولوس کے گنج شہیداں پر جا کے چراغ جلائے۔ لہٰذا ہم اپنے ناول کو ختم کرتے وقت ان پر فاتحہ پڑھ دیتے ہیں۔

ختم شد

مختلف مصنفین کے مشہور تاریخی ناول

نسیم حجازی

محمد قاسم	5/-
آخری چٹان	6/-
شاہین	6/8/-

مولانا مظہرالدین

شیردل خاتون	6/8/-
سندھ کی راجکماری	7/-
حسینہ کابل	2/-

کنیز	نذر زیدی	3/9/-
نادر شاہ	شبلی بی کام	4/12/-
شمشیر مجاہد	وحشی محمود آبادی	2/-
صبح اندلس	محبوب طرزی	4/-
حور اندلس	〃	5/-
شباب قرطبہ	〃	5/-
مرد مجاہد	〃	4/-

ایام عرب

مولانا عبدالحلیم شرر مرحوم

کا شاہکار تاریخی ناول

جس میں زمانہ جاہلیت کے واقعات ناول کے پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں

قیمت مجلد ہر دو حصہ —— 5/8/-